

سَلَامٌ عَلَيْهَا

صدیقہ طاہرہ فاطمہ زہرا

علامہ امینیؒ کی کتاب غدیر سے اقتباس

تلخیص، ترجمہ و تحقیق حجة الاسلام والمسلمین محمد حسن شاہرودی

ترجمہ سید شاہد جمال رضوی گوپالپوری

سَلَامٌ عَلَيْهَا



ناشر

قرآن و عترت فاؤنڈیشن ممبئی (شعبہ بھیک پور، سیوان بہار)

حضرت صدیقہ طاہرہ

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

علامہ امینیؒ کی کتاب غدیر سے اقتباس

تلخیص، ترجمہ و تحقیق

حجتہ الاسلام محمد حسن شافعی شاہرودی

ترجمہ

سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

ناشر: قرآن و عترت فاؤنڈیشن

قال رسول الله: فاطمة بضعة مني

تو ہے لطف حیا کا سرچشمہ تیری چادر میں عصمتوں کا راز
اور اب کیا کہوں علیؑ سا امام تیرے آنچل میں پڑھ رہا ہے نماز
حضرت شعور گو پال پوری؛ کلیات شعور سے ماخوذ

اسم کتاب: حضرت صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا

تالیف :	حضرت علامہ عبدالحسین امینی نجفیؒ
ترتیب، تحقیق و ترجمہ :	حجتہ الاسلام آقای شفیعی شاہرودی
ترجمہ :	سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری
طباعت :	جمادی الثانیہ ۱۴۳۲ھ
پیش کش :	موسسہ نمیراث نبوت (قم المقدسہ، ایران)
صفحات :	۲۲۸
مطبع :	
قیمت :	
ناشر :	قرآن و عترت فاؤنڈیشن (علمی مرکز مدرسہ حجتیہ قم ایران)

ملنے کے پتے:

- ۱۔ ایران: قرآن و عترت فاؤنڈیشن (علمی مرکز) مدرسہ حجتیہ، پارک ۸، تلفن: ۰۰۹۸۲۵۱۱۷۸۲۳۲۱
- ۲۔ ہندوستان: (بہار) حوزہ آیۃ اللہ خاندانی؛ چین پور، بھیک پور، سیوان بہار ممبائل: ۰۹۲۳۰۹۲۵۴۰۲
- ۳۔ ہندوستان: (ممبئی) ۵۸/نشان پاڑاروڈ، مسافر خانہ چغتائی (مقابلہ اجوا مٹھائی) ڈوگری ممبئی: ۹۰۰۰۰۰۴

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت صدیقہ طاہرہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے عاشقوں اور چاہنے والوں کی خدمت میں ۱۴۳۲ھ کے ایام فاطمیہ کی مناسبت سے ”مصباح الاحکام“ نامی کتاب پیش کی گئی۔

اور اب امسال کے ایام فاطمیہ کی مناسبت سے یہ ناچیز ہدیہ پیش ہے۔

اس امید کے ساتھ کہ قارئین کرام، اراکین ادارہ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

سید شمع محمد رضوی

بانی و موسس: قرآن و عترت فاؤنڈیشن (قم، ایران)

جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ (سال حماسہ اقتصادی)

عرض مترجم

تاریخ عالم و آدم کی عظیم خاتون حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا دختر پیغمبر اسلام، زوجہ امیر المومنین اور گیارہ اماموں کی مادر گرامی ہیں، آپ کی وقیع شخصیت انسانیت کے لئے نمونہ عمل ہے، پیغمبر اسلام کی طرف سے آپ نے ام ابیہر کا لقب پایا، آپ نے اسلام کے تحفظ میں اس قدر سرگرمی دکھائی کہ بارہا رسول خدا نے آپ کے متعلق ”فدا ہا ابوہا“ فرمایا۔ مسلمانوں کے تمام فرقوں کے عظیم اور مستند علماء نے نقل کیا ہے کہ رسول نے آپ کے متعلق فرمایا: تم سیدہ نساء عالمین ہو۔

آپ نمونہ تقویٰ، معیار عبادت اور اعتبار شہادت تھیں، عفت و منانیت اور تدبیر آپ کی سیرت کے نمایاں ترین جوہر ہیں۔ آپ نے بیٹی کی حیثیت سے رسول خدا کے ساتھ اسلام کا دفاع کیا، زوجہ کی حیثیت سے امیر المومنین کے ساتھ جہاد میں ہاتھ بٹایا اور ماں کی حیثیت سے تحفظ اسلام کا ابد آثر اقدام یوں کیا کہ حسین کی پرورش و پرداخت کی۔

تحفظ ولایت کے سلسلے میں آپ کی آواز اولین آواز تھی، آپ کا جہاد اولین جہاد تھا اور ولایت امیر المومنین پر مرنے والی پہلی شہیدہ تھیں۔ فدک کے سلسلے میں آپ کا جہاد و احتجاج اس قدر عیت اور ہمہ جہت تھا کہ باطل بھی کف افسوس مل کر اثبات و اعتراف حق پر مجبور ہو گیا، انداز پیکار میں ایسی جامعیت تھی کہ آج بھی زبان زد خاص و عام ہے۔

ایسی ہمہ جہت شخصیت کی زندگی و ہنگامی اور جہاد و دفاع کے بعض گوشے علامہ امینی نے اپنی گرانقدر کتاب ”الغدیر“ میں قلمبند کئے ہیں، اس کتاب میں پراگندہ طور پر حضرت فاطمہ کے سلسلے میں مطالب مذکور تھے جنہیں حجۃ الاسلام آقای شافعی شامی نے ترتیب و تحقیق کے بعد کتابی شکل دی ہے اور شیعیت کے لئے بہترین ذخیرہ فراہم کیا ہے، آپ نے کتاب غدیر سے ۲۷ موضوعات مرتب کئے ہیں جو عربی اور فارسی زبان میں شائع ہو چکے ہیں، ناچیز نے تمام موضوعات کو اردو میں منتقل کیا ہے، عنقریب ایران سے شائع ہونے والے ہیں۔ جس کی ایک کڑی ایام فاطمیہ کی مناسب سے پیش ہے؛ دعا ہے بارگاہ معصومہ کو نین میں شرف قبولیت سے ہمکنار ہو۔

والسلام

سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

پیش گفتار

معصومہ کونین حضرت فاطمہ زہرا کا تذکرہ خیر: چونکہ یہ کتاب ایام فاطمیہ اور جناب فاطمہ کی شب شہادت میں مکمل ہوئی ہے لہذا یہاں معصومہ کونین حضرت زہرا (س) کا تذکرہ کیا جا رہا ہے، اس خاتون نے امیر المومنین کی حمایت و ولایت کی راہ میں رسول خدا کے بعد نہ جانے کتنی مصیبتیں برداشت کیں اور اسی راہ میں شہید ہو گئیں، یہ خاتون، قلب و جان رسول اکرم تھیں، ان کی اذیت، رسول خدا کی اذیت ہے: ہی قلبی و روحی الذی بین جنبی فمن اذاها فقد آذانی۔ (۱) یہ رسول خدا کی پارہ تن ہیں، ان کی ناراضگی، رسول خدا کو ناراض کر دیتی ہے: فاطمة بضعة منی فمن اغضبها فقد اغضبنی۔ (۲) یہ حوراء انسیہ، رسول خدا کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب خاتون تھیں خداوند عالم ان کی ناراضگی پر ناراض اور ان کی رضایت پر راضی و خوشنود ہوتا ہے: ان الله يغضب لغضبك و يرضى لرضاك۔ (۳)

-
- ۱۔ الفصول المهمة ص ۱۵۰ (ص ۱۴۴)؛ نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۲۲۸؛ نور الابصار ص ۴۵ (ص ۹۶)
 ۲۔ صحیح بخاری (ج ۳ ص ۳۶۱ ح ۳۵۱۰)؛ خصائص نسائی ص ۳۵ (خصائص امیر المومنین ص ۱۶۷ ح ۱۳۵)؛ سنن کبریٰ ج ۵ ص ۵۷ ح ۸۳۷۱ کتاب مناقب
 ۳۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۵۴ (ج ۳ ص ۱۶۷ ح ۴۷۳۰)؛ انہوں نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ذخائر العقبیٰ ص ۳۹؛ تذکرۃ السیوطی ص ۱۷۵ (ص ۳۱۰)؛ مقتل خوارزمی ج ۱ ص ۵۲؛ الصواعق ص ۱۰۵ (ص ۱۷۵)

فاطمہ ایسی پاک و پاکیزہ ہیں جن کی ذریت پر خداوند عالم نے آتش جہنم کو حرام قرار دیا ہے: ان فاطمة احصنت فرجها فحرم الله ذریتها علی النار۔ (۱)

وہ خاتون سیرت و صورت اور قیام و قعود کے اعتبار سے رسول خدا سے سب سے زیادہ مشابہ تھیں۔ (۲) اور آنحضرت نے انہیں صدیقہ کہا ہے۔ (۳)

افسوس کہ ان فضائل و کمالات اور وہ سفارشیں جو رسول خدا نے آپ کے سلسلے میں کی تھیں امت نے کسی کو بھی اہمیت نہ دی چنانچہ امیر المومنین کو بیعت کے لئے اونٹ کی مہار کی طرح کھینچتے ہوئے مسجد تک لے گئے اور خانہ وحی میں آگ لگادی۔ (۴)

عمر آگ لے کر آئے تاکہ گھر میں آگ لگا کر گھر کو اہل خانہ کے اوپر ڈھادیں، جناب فاطمہؑ نے یہ دیکھ کر فرمایا: یا بن خطاب اجئت لتحرق دارنا ”اے خطاب کے بیٹے! میرے گھر میں آگ لگانے کے لئے آئے ہو“ کہا: نعم او تدخلوا فیما دخل فیہ الامۃ ”ہاں! مگر یہ کہ اس زمرے میں داخل ہو جاؤ جس میں امت داخل ہوئی ہے (یعنی بیعت کرلو)“۔ (۵)

اس سیاسی گروہ کے لیڈر نے آگ اور لکڑی منگو کر کہا: واللہ لتحرقن علیکم او

۱۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۵۲ (ج ۳ ص ۱۶۵/ح ۲۶۱۷)

۲۔ صحیح ابن حبان (ج ۳ ص ۴۰۳/ح ۶۹۵۳)؛ ذخائر العقبی ص ۴۰؛ سنن ترمذی ج ۵ ص ۶۱۵/ح ۳۸۷۲ ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔

۳۔ ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۰۲ (ج ۳ ص ۱۵۲)

۴۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۸۵ (ج ۴ ص ۱۳۷)؛ صحیح الاشبہ ج ۱ ص ۲۲۸ (ج ۳ ص ۲۷۳)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۵۸ (ج ۱ ص ۱۷۷ خطبہ ۳)

۵۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۵۰ (ج ۴ ص ۸۷)؛ تاریخ ابوالفداء ج ۱ ص ۱۵۶؛ اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۰ (ج ۴ ص ۱۱۴)

لتخرجن الى البيعة، او لا حرقنها على من فيها ”خدا کی قسم! تمہارے ہمراہ گھر کو آگ لگا دوں گا ورنہ بیعت کے لئے باہر نکلو، یا یہ کہا: گھر کو اس میں موجود تمام لوگوں کے ساتھ جلا دوں گا۔“

ان سے کہا گیا: ان فیہا فاطمة ”اس گھر میں فاطمہ ہیں“۔ کہا: و ان ”فاطمہ ہیں تو ہوا کریں“۔ (۱)

ابن شحہ کہتے ہیں: ان عمر جاء الى بيت علي ليحرقه علي من فيه فلقيته فاطمة فقال: ادخلوا فيما دخلت فيه الامة ”عمر حضرت علیؑ کے گھر کی طرف آئے تاکہ گھر اور اس میں موجود تمام لوگوں کو جلا دیں، اچانک جناب فاطمہ نے انہیں دیکھا، عمر نے ان سے کہا: جس میں امت کے افراد داخل ہیں اس میں داخل ہو جاؤ“۔ (۲)

ہاں! رسول خدا کے گوشہ دل کی غمگین اور دلخراش نالہ و شیون کی آواز سنائی دی، وہ گھر سے باہر نکلیں اس عالم میں کہ گریہ کنائیں تھیں اور فریاد کر رہی تھیں: یا اباست یا رسول اللہ!

ما ذا لقينا بعدك من ابن الخطاب و ابن ابی قحافة ”بابا، اے رسول خدا! آپ کے بعد خطاب اور ابو قحافہ کے بیٹے نے مجھ پر کیا کیا مصیبت نہیں ڈھائیں“۔ (۳)

۱۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۸ (ج ۳ ص ۲۰۲ حوادث ۱۱ھ): الامامة والسياسة ج ۱ ص ۱۳ (ج ۱ ص ۱۹): شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۳۴: ج ۲ ص ۱۹ (ج ۲ ص ۵۶ خطبہ ۲۶: ج ۶ ص ۶۸ خطبہ ۶۶): اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۰۵ (ج ۴ ص ۱۱۴)

۲۔ تاریخ ابن شحہ، حاشیہ کامل ج ۷ ص ۱۶۴ (روضۃ المناظر ج ۱ ص ۱۸۹ حوادث ۱۱ھ)

۳۔ الامامة والسياسة ج ۱ ص ۱۳ (ج ۱ ص ۲۰): اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۰۶ (ج ۴ ص ۱۱۵): الامام علیؑ، عبدالفتاح عبدالمنصور ج ۱ ص ۲۵۵ (مجلد ۱ ج ۱ ص ۱۹۱)

حضرت فاطمہ بنی ہاشم کی عورتوں کے ہمراہ گریہ کناں تھیں، وہ بلند آواز سے گریہ کر رہی تھیں اور فریاد کر رہی تھیں: یا ابا بکر! ما اسرع ما اغرتم علی اہل بیت رسول اللہ، واللہ لا اکلم عمر حتی القی اللہ ”تم اے ابو بکر! کتنی جلدی رسول خدا کے اہل بیت پر حملہ آور ہو گئے، خدا کی قسم! اب میں مرتے دم تک عمر سے بات نہیں کروں گی“۔ (۱)

عصر حاضر کا مصری شاعر (۲) دہائی ہوئی چنگاریوں کو ہوا دیتا ہے اور فراموش شدہ مظالم کو دہراتا ہے، خدا کی قسم! اس کے شعلے ابھی کم نہیں ہوئے ہیں اور یہ آگ کبھی بجھنے والی نہیں اور اس ظلم کی یاد مٹنے والی نہیں ہے، وہ اور اس کے ہم فکران مظالم پر افتخار کرتے ہیں اور وہ اپنے قصیدہ نمریہ کے ذیل میں لکھتے ہوئے بے شرمی کی انتہا کر دیتا ہے:

وقولة لعلی قالها عمر اکرم بسمعها اعظم بملقیها

حرقت دارک لا ابقی علیک بها ان لم تبایع و بنت المصطفی فیها

ماکان غیر ابی حفص بفوہ بها امام فارس عدنان و حامها

”اور بات یوں ہوئی کہ عمر نے علی سے کہا، دونوں ہی بڑے شریف و عظیم تھے، سننے

والا بھی اور کہنے والا بھی: اگر تم نے بیعت نہیں کی میں تمہارا گھر جلا دوں گا اور اس میں تم کو

میں زندہ نہیں چھوڑوں گا، یہ اس وقت کی بات ہے جب رسول کی پارہ جگر اس گھر میں

موجود تھیں، یہ بات سوائے ابو حفص (عمر) کے کوئی دوسرا عدنان (رسول کے جد اعلیٰ) کی

اولاد کے سامنے کہہ بھی نہیں سکتا تھا“۔

۱۔ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۱۳۳: ج ۲ ص ۱۹ (ج ۲ ص ۵۷ خطبہ ۲۶: ج ۶ ص ۴۹ خطبہ ۶۶)

۲۔ محمد حافظ ابراہیم (متوفی ۱۹۳۳، ۱۳۵۱)

اس منحوس دیوان کا شارح ”دمیاطی“ ان اشعار کے ذیل میں لکھتا ہے:

”مقصود یہ ہے کہ اس گھر میں دختر رسول کی موجودگی بھی اس بات کا موجب نہ بن سکی کہ علیؑ عمر کے ہاتھوں سے محفوظ رہ سکیں۔“ (۱)

وہ یہ بھی لکھتا ہے:

”ابن جریر طبری کی روایت میں مغیرہ، زیاد بن کلیب سے منقول ہے کہ عمر بن خطاب علیؑ کے گھر کی جانب روانہ ہوئے، وہاں طلحہ وزیر اور کچھ مہاجرین موجود تھے، عمر نے کہا: واللہ لا حرقن علیکم او لتخرجن الی البیعة“ خدا کی قسم! میں تمہارے ساتھ گھر کو جلا دوں گا ورنہ بیعت کے لئے باہر نکلو۔“ یہ سن کر زبیر تلوار لے کر حملہ آور ہوئے لیکن تلوار ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئی، لوگوں نے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں گرفتار کر لیا۔ اگر سند روایت میں زیاد سے مراد ”زیاد حنظلی ابو معشر کوفی“ ہے تو وہ موثق ہے اور ظاہر اُطبری نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے۔“

خاندان وحی سے انتقام لینے کا ایک دوسرا بہانہ ”فدک“ بھی تھا؛ بخاری وجوب خمس کے باب میں عائشہ سے نقل کرتے ہیں: ان فاطمة ابنة رسول الله سالت ابا بکر الصديق بعد وفاة رسول الله ان يقسم لها ميراثها ما ترك رسول الله مما افاء الله عليه فقال لها ابو بکر: ان رسول الله قال: لا نورث ما تركنا صدقة فغضبت فاطمة بنت رسول الله فهجرت ابا بکر فلم تزل مهاجرة حتى توفيت ”فاطمہ بنت رسول خدا نے آنحضرت کی وفات کے بعد ابو بکر سے چاہا کہ

ان کی میراث اور رسول خداؐ نے جو کچھ انہیں دیا تھا اور جو کچھ بطور میراث باقی چھوڑا تھا، انہیں تقسیم کریں، ابوبکر نے کہا: بے شک رسول خداؐ نے فرمایا: ہم میراث نہیں چھوڑتے جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے، یہ سن کر جناب فاطمہؑ غضب ناک ہوئیں اور ابوبکر سے دوری اختیار کر لی، وہ اپنی وفات تک ابوبکر سے دور رہیں۔ (۱)

نیز غزوات کے ضمن میں باب جنگ خیبر میں عائشہ سے نقل کرتے ہیں: ان فاطمة... الى ان قالت فابي ابوبكر ان يدفع الى فاطمة منها شيئا فوجدت فاطمة على ابي بكر في ذالك فهجرته فلم تكمله حتى توفيت وعاشت بعد النبی ستة اشهر فلما توفيت دفنها زوجها علی لیلا ولم یوذن بها ابابكر وصلى علیها ”بے شک... پھر وہ کہتے ہیں: ابوبکر نے فاطمہ کو کچھ دینے سے انکار کر دیا، جس کی وجہ سے فاطمہ ابوبکر سے ناراض ہو گئیں اور ان سے دور ہو گئیں اور اپنی وفات تک ان سے بات تک نہیں کی، وہ رسول خداؐ کے بعد چھ مہینے تک زندہ رہیں، جب ان کی وفات ہوئی تو علیؑ نے انہیں رات کی تاریکی میں دفن کیا اور ابوبکر کو اس بات کی اطلاع نہیں دی اور خود ہی ان پر نماز پڑھی۔“ (۲)

اپنے وقت کے حکام سے جناب فاطمہ کی ناراضگی اس حد تک پہنچی ہوئی تھی کہ انہوں نے وصیت کی کہ انہیں رات میں دفن کیا جائے اور ان میں سے کوئی بھی ان کے کفن و دفن میں شریک نہ ہو، انہوں نے تو ابوبکر کی بیٹی عائشہ کو بھی شریک ہونے کی اجازت نہیں

۱- صحیح بخاری ج ۵ ص ۵ (ج ۳ ص ۱۱۲۶/ح ۲۹۲۶)

۲- صحیح بخاری ج ۶ ص ۱۹۶ (ج ۴ ص ۱۵۳۹/ح ۳۹۹۸): صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۲ (ج ۴ ص ۲۹/ح ۵۲): مستدر احمد

ج ۱ ص ۶، ۹ (ج ۱ ص ۱۳/ح ۲۶/ص ۱۸/ح ۵۶)

دی خود ابو بکر کی تو بات جانے دیجئے، ابو بکر نے ان پر نماز نہیں پڑھی؛ اور وہ رات ہی میں دفن ہوئیں اور ابو بکر کو اس امر کی خبر تک نہ ہوئی، حضرت علی نے ان پر نماز پڑھی اور خود ہی اسماء بنت عمیس کے ساتھ مل کر انہیں غسل دیا۔ (۱)

سیرۂ حلبیہ کے مطابق واقدی کہتے ہیں: ثبت عندنا ان علیا کرم اللہ وجہہ دفنہا رضی اللہ عنہما لیلاً و صلی علیہا و معہ العباس و الفضل و لم یعلموا بها احدا ”ہمارے لئے ثابت ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمہ کورات میں دفن کیا اور ان پر نماز پڑھی، ان کے ہمراہ فضل اور عباس تھے، انہوں نے کسی کو بھی خبر نہیں کی۔“ (۲)

ولای الامور تدفن لیلاً بضعة المصطفیٰ و یعفی ثراھا
”کیوں رسول خدا کی پارہ تن رات میں دفن کی گئیں اور ان کی قبر مخفی رکھی گئی؟!“۔
جناب فاطمہ کی آہ سے پناہ، جب وہ اپنے والد گرامی کی قبر پر کھڑی ہو کر ایک مشت خاک اٹھاتی تھیں اور اپنی آنکھوں پر ل کر گریہ کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

ما ذاعلی من شم تربة احمد ان لا یشم مدى الزمان غوالیا
صبت علی مصائب لو انھا صبت علی الایام صرن لیالیا (۳)
جو بھی رسول خدا کی مٹی کو سونگھے گا اس کی کیا کیفیت ہوگی، ہاں! اس کے بعد وہ کبھی کسی خوشبو کو نہیں سونگھے گا، مجھ پر ایسی مصیبتیں ڈھائی گئیں کہ اگر دنوں پر پڑتیں تو وہ رات

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۹-۳۰؛ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۶۳ (ج ۳ ص ۱۷۸ ح ۱۷۶۴، ۱۷۶۵)؛ مقتل

خوارزمی ج ۱ ص ۸۳

۳۔ ملاحظہ ہو: اسی کتاب کا ص ۱۷۴

۲۔ السیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۳۹۰ (ج ۳ ص ۳۶۱)

میں تبدیل ہو جاتے۔“

حیدر کرار کی دلی فریاد سے پناہ کہ جو فاطمہ زہرا پر گریہ کرتے ہوئے فرما رہے ہیں:

السلام علیک یا رسول اللہ عنی و عن ابنتک النازلة فی رجوارک
والسریرة اللحاق بک قل یا رسول اللہ عن صفیتک صبری و رق عنہا
تجلدی الا ان لی فی التاسی بعظیم فرقتک وفادح مصیتک موضع تعز
فلقد و سدتک فی ملحودة قبرک و فاضت بین نحری و صدری نفسک
فانا لله و انا الیہ راجعون فقد استرجعت الودیعة و اخذت الرهینة اما حزنی
فسرمد و اما لیلی فمسهد الی انا یختار اللہ لی دارک التی انت بها مقیم و
ستنبئک انبتک بتضافر امتک علی هضمها فاحفها السؤال و استخبرها
الحال هذا ولم یطل العهد و لم یخل منک الذکر والسلام علیکما سلام
مودع لا قال و لا سئم فان انصرف فلا عن ملامة (۱) و ان اقم فلا عن سوء
ظن بما وعد اللہ الصابون ”سلام ہو آپ پر اے خدا کے رسول! میری طرف سے اور
آپ کی اس دختر کی طرف سے جو آپ کے جوار میں نازل ہو رہی ہے اور بہت جلدی آپ
سے ملحق ہو جائیں گی۔ یا رسول اللہ! میری قوت صبر آپ کی منتخب روزگار دختر کے بارے
میں ختم ہوئی جا رہی ہے اور میری ہمت ساتھ چھوڑے دے رہی ہے، صرف سہارا یہ ہے کہ
جب میں نے آپ کے فراق کے عظیم صدمہ اور جانکاہ حادثہ پر صبر کر لیا ہے تو میں اس
مصیبت پر بھی صبر کر لوں گا کہ میں نے ہی آپ کو قبر میں اتارا تھا اور میرے ہی سینہ پر سر

۱۔ اصلی مآخذ میں اسی طرح مرقوم ہے لیکن نچ البلاغہ ۳۲۰ خطبہ ۲۰۲ میں ”ملالة“ ”تھکن کی وجہ سے“ مذکور ہے،
سیاق مطلب کے پیش نظر یہی صحیح ہے۔

رکھ کر آپ نے انتقال فرمایا تھا بہر حال ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہمیں اسی کی بارگاہ میں واپس جانا ہے۔ آج جو امانت مجھ کو سونپی گئی تھی وہ مجھے واپس لے لی گئی اور جو چیز میری تحویل میں تھی مجھ سے مانگ لی گئی۔ اب میرا رنج و غم دائمی ہے اور میری راتیں کروٹوں میں گذریں گی، جب تک مجھے بھی پروردگار اس گھر تک نہ پہنچا دے جہاں آپ کا قیام ہے۔ غنقریب آپ کی دختر نیک اختر ان حالات کی اطلاع آپ کو دے گی کہ کس طرح آپ کی امت نے اس پر ظلم ڈھانے کے لئے اکٹھا ہو گئی تھی، آپ اسی سے پوچھئے اور جملہ حالات دریافت کیجئے۔ افسوس کہ یہ سب اس وقت ہوا ہے جب آپ کو اس دنیا سے گئے ہونے دین نہیں ہوئی تھی اور ابھی آپ کی یاد تازہ تھی۔ میرا سلام ہو آپ دونوں پر۔ اس شخص کا سلام جو رخصت کرنے والا اور الوداع کہنے والا ہے، یہ سلام نہ خوشی کی وجہ سے ہیں اور نہ ہی دل تنگی کی وجہ سے اور میں اگر اس قبر سے واپس چلا جاؤں تو یہ کسی دل تنگی کا نتیجہ نہیں ہے اور اگر یہیں ٹھہر جاؤں تو یہ اس وعدہ سے بے اعتنائی نہیں ہے جو پروردگار نے صبر کرنے والوں سے کیا ہے۔“

پھر قبر فاطمہؑ کے قریب یہ اشعار پڑھے:

لکل اجتماع من خلیلین فرقة و کل الذی دون الممات قليل

وان افتقادی واحد بعد واحد (۱) دلیل علی ان لا یدوم خلیل (۲)

”ہر دو دوست اور ہر دو رفیق کی رفاقت، جدائی (پر ختم) ہوتی ہے، اور ایسی رفاقت کم ہے جو موت تک جاری رہے۔ ہاں! ایک کے بعد ایک میرے رفیقوں کا جانا، اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی بھی رفاقت دائمی نہیں ہے۔“

۱۔ ایک نقل میں ہے: وان افتقادی فاطما بعد احمد (ہاں! احمد کے بعد جناب فاطمہ کی دوری.....)

۲۔ اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۲۲ (ج ۴ ص ۱۳۱)

آخر میں امید کرتا ہوں کہ یہ کتاب ولایت امیر المومنین کے دفاع، اور اہل بیت کے مناقب اور ان کے دشمنوں اور مخالفوں کے مطعن بیان کرنے کا ذریعہ ہو اور مدافع ولایت حضرت فاطمہ زہرا (س) کی رضایت کا موجب قرار پائے اس لئے کہ ان کی رضایت خدا کی رضایت ہے۔

ہم خدا کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

یا رب انی لم ارد بالذی بہ مدحت علیا غیر وجہک فارحم

اس مقدمہ کا حسن ختام فقیہ عمارہ کے ان اشعار پر کیا جا رہا ہے:

یا رب ہی لنا من امرنا رشد ا واجعل معونتك الحسنی لنا مددا
ولا تكلنا الی تد بیر انفسنا فالنفس تعجز عن اصلاح ما فسد ا
انت الکریم وقد جهزت من املی الی ایادیك وجها سائلا وید ا
وللرجاء ثواب انت تعلمه فاجعل ثوابی دوام الستر الی ابد ا

وفی الختام: نسال الله الاخلاص فانه الاصل والاساس والله

الموفق للسداد والصواب الیه المرجع والمآب الحمد الذی

جعلنا من المتمسکین بولاية علی بن ابی طالب

محمد حسن شفعی شاہرودی

قم مقدس، موسسہ میراث نبوت

۳۶/۳۸۶ھ ش / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ ق

باب اول

ولادت حضرت زهرا سلام اللہ علیہا

جناب خدیجہ سے منقول ہے: کانت فاطمة تحدث فی بطن امها و لما ولدت وقعت حین وقعت علی الارض ساجدة رافعة اصبعها (۱) ”فاطمہ اپنی ماں کے شکم میں گفتگو کرتی تھیں اور جب متولد ہوئیں اور روئے زمین پر تشریف لائیں تو سجدہ کی حالت میں تھیں اور اپنی انگلی کو اوپر بلند کر رکھا تھا“۔ (۲)

۱۔ نزہۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۲۷؛ سیرۃ الملائ (ج ۵ ص ۲۱۱)؛ ذخائر العقبی ص ۴۵

۲۔ شیخ طوسی ”مصابح“ میں اور اکثر علماء لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا (س) کی ولادت باسعادت، بعثت کے دوسرے سال ۲۰ ہجری الثانیہ جمعہ کے دن ہوئی ہے۔ علامہ مجلسی ”حیۃ القلوب“ میں لکھتے ہیں کہ حضرت زہرا (س) کی ولادت بعثت کے پانچویں سال ہوئی ہے۔

جناب خدیجہ کے حاملہ ہونے کی کیفیت: ایک دن رسول خداؐ مکہ میں اپنے بعض اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے، جن میں امیر المومنین حضرت علیؑ، عمار بن یاسر، حمزہ اور عباس وغیرہ بھی شامل تھے، اچانک جبرئیل امین نازل ہوئے اور آواز دی: اے محمدؐ! خداوند عالم آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ جناب خدیجہ سے چالیس دن دور رہیں۔ چنانچہ آنحضرتؐ چالیس دن جناب خدیجہ کے گھر نہیں گئے اور امیر المومنین حضرت علیؑ کی والدہ جناب فاطمہ بنت اسد کے گھر میں مقیم رہے، دن میں روزے رکھتے اور راتوں کو صبح تک عبادتیں کرتے تھے۔ چالیس دن کے اختتام پر میکائیل رسول خداؐ کے لئے جنت سے کھانے کا ایک طشت لائے اور کہا: خداوند عالم فرماتا ہے کہ آج آپ اس کھانے سے افطار کریں۔ افطار کے بعد جبرئیل نے آنحضرتؐ سے کہا: اب آپ جناب خدیجہ کے گھر تشریف لے جائیں اور ان سے مباشرت کریں کیونکہ خداوند عالم کا ارادہ ہے کہ وہ آج کی رات آپ کی نسل سے پاک و پاکیزہ فرزند خلق فرمائے۔

.....

حضرت فاطمہ زہرا (س) کی ولادت کی کیفیت: شیخ صدوق معتبر سند سے مفصل بن عمر سے اور وہ امام صادق سے نقل کرتے ہیں کہ جب جناب خدیجہ نے رسول خدا سے شادی کرنے کا ارادہ کیا تو مکہ کی عورتوں نے آنحضرت سے دشمنی کی وجہ سے جناب خدیجہ سے قطع رابطہ کر لیا، وہ انہیں سلام نہیں کرتیں اور کسی عورت کو ان کے پاس نہیں جانے دیتی تھیں۔ اسی لئے آپ محزون و مغموم رہتی تھیں۔ پھر جب ان کے شکم میں حضرت فاطمہ کا حمل ٹھہرا تو حضرت ان سے شکم میں گفتگو کرتیں اور انہیں صبر و بردباری کی دعوت دیتی تھیں۔ رسول خدا نے جناب خدیجہ کو باخبر کیا کہ یہ انتہائی بابرکت بیٹی ہے جس کے ذریعہ سے میری نسل قائم ہوگی اور اسی کی نسل سے دین کے ائمہ اور رہبر پیدا ہوں گے جو زمین پر خدا کے خلیفہ ہوں گے۔ جناب خدیجہ کی یہی حالت رہی یہاں تک کہ حضرت فاطمہ زہرا (س) کی ولادت کا وقت قریب آیا۔ اس وقت جناب خدیجہ نے قریش کی عورتوں کو بلا بھیجا تا کہ وہ ان کے نزدیک رہیں لیکن انہوں نے جواب میں یہ پیغام بھیج دیا کہ چونکہ تم نے ہماری بات نہیں سنی اور ابوطالب کے فقیر و غریب یتیم سے شادی کر لی ہے اس لئے ہم تمہارے گھر نہیں آئیں گے اور تمہاری مدد نہیں کریں گے۔ یہ سن کر جناب خدیجہ غمگین ہوئیں اسی وقت بلند قامت اور گندی رنگت کی چار عورتیں یعنی ابراہیم کی زوجہ سارہ، مزاحم کی بیٹی اور فرعون کی زوجہ آسیہ، عمران کی بیٹی مریم اور موسیٰ بن عمران کی بہن کلثوم خداوند عالم کی طرف سے جناب خدیجہ کے سر ہانے آئیں، جناب فاطمہ کی ولادت کے وقت ان کے پاس رہیں اور ان کی مدد کی۔ جب حضرت فاطمہ پاک و پاکیزہ پیدا ہوئیں تو انہوں نے ان کو آب کوثر سے غسل دیا اور سفید و خوشبو کے دولباس پہنائے، حضرت فاطمہ نے گویا ہو کر کہا: اشہد ان لا الہ الا اللہ و ان ابی رسول اللہ سید الانبیاء و ان بعلی سید الاوصیاء و ولدی سادۃ الاسباط ”میں خداوند عالم کی وحدانیت، اپنے والد کی رسالت، اپنے شوہر کی وصایت و جانشینی اور اپنے فرزندوں کی سیادت و سرداری کی گواہی دیتی ہوں“۔ اس وقت جنت کی حوروں نے جناب زہرا (س) کی ولادت پر ایک دوسرے کو مبارک باد پیش کی، آسمان پر ایک نور ساطع ہوا جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ ان مقدس عورتوں نے جناب خدیجہ سے کہا: اس پاک و پاکیزہ بیٹی کو لیجئے، خداوند عالم نے اسے اور اس کی نسل کو بابرکت قرار دیا ہے۔ جناب خدیجہ نے خوش ہو کر انہیں اپنی آغوش میں لے لیا۔ ملاحظہ ہو: بنتی الآمال ج ۷ ص ۲۴۷-۲۵۱)

دوسرا باب

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے ظاہری اوصاف

امیل درنم اپنی کتاب ”حیاء محمد“ میں لکھتا ہے:

”فاطمہ تدمزاج اور بدخلق تھیں، خوبصورتی میں رقیہ سے اور ذکاوت میں زینب سے کم تر تھیں، جب اس کے باپ نے پس پردہ انہیں خبر دی۔ فاطمہ اس بات سے ناواقف تھیں کہ علی نے ان کا نام لیا ہے (ان سے عقد کی درخواست کی ہے)، فاطمہ علی کی شجاعت کے باوجود انہیں حقیر، بداخلاق اور بد بخت سمجھتی تھیں، علی فاطمہ سے جتنی رغبت اور والہانہ پن کا مظاہرہ کرتے تھے فاطمہ اتنا علی سے الفت نہیں کرتی تھیں۔

علی قبول صورت نہ تھے، کیونکہ ان کی دونوں آنکھیں بڑی، پلکیں ضعیف، ناک کی ہڈی ابھری ہوئی، پیٹ بڑا اور سر کے بال غائب تھے۔ لیکن اس کے باوجود بھی وہ انتہائی شجاع، متقی و پرہیزگار، راستگو، وفادار، نیک شعار، خلص و صالح تھے البتہ سستی اور تردید کے ساتھ... (۱)

وہ حد درجہ افلاس و تنگدستی کے سبب دو مشنت خر مے کے عوض یہودی میں باغ کی آبیاری کرتے تھے، دن بھر مزدوری کر کے جب شام کو بیوی کے سامنے آتے تو کہتے: لو خود کھاؤ اور اپنے بچوں کو کھلاؤ۔ اکثر علی نفا ہو کر مسجد میں جا کر سو جاتے۔ فاطمہ کے باپ ان کے پاس آتے، نصیحت کرتے اور سمجھا بجھا کر گھر واپس لے جاتے ایک دن محمد نے دیکھا کہ فاطمہ اپنے گھر میں علی کے مارنے کی وجہ رو رہی ہیں۔ باوجود اس کے محمد اپنی بیٹی

فاطمہ کو راضی کرنے کے لئے علیؑ کے سابق الایمان ہونے کا بارہا ذکر کرتے تھے لیکن ان کی توجہ خود علیؑ کی طرف بہت کم تھی۔ جب کہ محمدؐ کے دو اور اموی داماد تھے عثمان اور ابوالعاصی۔ جو رسول کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے تھے۔ اسی لئے اکثر علیؑ کو رسول سے شکایت ہوتی کہ اپنی بیٹی کی خوشحالی کی فکر نہیں کرتے اور انہیں عظیم کاموں کا اہل نہیں سمجھتے۔ رسولؐ علیؑ کو دوسروں کی گردن مارنے کا حکم تو دیتے تھے مگر انہیں رہبری عطا کرنے سے اجتناب کرتے تھے۔ (۱) اس سے بھی زیادہ بدترین واقعہ وہ ہے کہ جب علیؑ و فاطمہؑ کا جھگڑا ان کے دشمنوں یعنی ازواج رسولؐ سے ہوا تو فاطمہؑ غم و اندوہ کی وجہ سے اپنے باپ پر برس پڑیں، اس لئے کہ وہ اپنی بیٹیوں پر نظر التفات نہیں کرتے تھے۔

اسی قسم کے اور بھی تاریخی جنائیتیں ہیں جن سے اس شخص نے اپنی کتاب کے صفحات کو سیاہ کر رکھا ہے۔

تعاقب کرنے والا مقصر نہیں

میں اس جھوٹی بکو اس اور باطل تحریر (۲) پر مؤلف کتاب کو ملامت نہیں کروں گا اس لئے کہ یہ ایسا گروہ ہے جو اسلام سے بہت زیادہ پیر رکھتا ہے، لہذا ایسے بے سر کی اڑانے

۱- حیاة محمد ص ۱۹۹

۲- عربی عبارت میں ”ان جاء باذنی عناق“ استعمال ہوا ہے جو عربی کا مشہور محاورہ ہے، جس کا مطلب واضح جھوٹ اور باطل بات کہنا ہے۔ عناق کا مطلب ”بلا و مصیبت“ ہے، لیکن یہاں پر جھوٹ اور باطل مراد ہے، ملاحظہ ہو: مجمع الامثال ج ۱ ص ۲۹۰ نمبر ۸۵۱

والے سے خیر و صلاح اور بہتری کی امید قطعی محال ہے۔ (۱) اس کی کتاب اس کے تمام عیوب و نقائص کا پردہ فاش کر رہی ہے۔

لائق ملامت اور مورد عتاب تو مترجم ہے جو خود کو مسلمان سمجھتے ہوئے مسلمانوں پر ظلم و جنایت کا مرتکب ہو رہا ہے۔ جی ہاں! شدید قحط سالی، کھیتی کا ستیاناس کر دیتی ہے، (یہ دونوں تمام اچھے برے امور میں ایک دوسرے کے ہم پلہ ہیں) (۲) اور یہ بات تو طے ہے کہ ہر چیز کی بازگشت اپنے ہم جنس کی طرف ہوتی ہے۔

اس کتاب میں موجود تمام تر خیال بانی اور جھوٹی نسبتیں، امت مسلمہ کی نظر میں متفق اور صحیح تاریخ نیز رسول اسلامؐ سے مروی باتوں سے میل نہیں کھاتیں۔

کیا حضرت فاطمہؑ کے بارے میں اس کی یہ افترا پر دازی ان کے والد کے قول سے مناسبت رکھتی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: فاطمة حوراء انسية كلما اشتقت الى الجنة

۱۔ عربی عبارت میں ”وہو مع ذالک جوف منہال و سحاب منجال“ استعمال ہوا ہے جو عربی کا محاورہ ہے، جوف تالاب کے اس کنارے کو کہتے ہیں جسے سیلاب نے خالی کر رکھا ہے۔ منہال یعنی پستی میں جانے والا، یہ ایسے شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے جو فیصلے کی قدرت نہیں رکھتا، جس طرح تالاب کا ساحل انتہائی پھسلنے والا اور ڈھیر ہو جانے والا ہوتا ہے۔ سحاب یعنی ابر اور منجال یعنی آشکار اور واضح، چنانچہ ہوا جب صاف ہو اور بادل پوری طرح آشکار ہو تو بارش کی امید نہیں ہوتی۔ اور سحاب منجال اس شخص کیلئے استعمال ہوتا ہے جس سے خیر و صلاح اور بہتری کی امید نہیں ہوتی۔

۲۔ عربی عبارت میں ”جذب السوء يلجى الى نجعة سوء“ کے مشہور محاورہ سے استفادہ کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ امور، اچھائی اور برائی میں ایک جیسے ہوتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے کسی زمانے میں شدید قحط پڑتا ہے تو اس کے ساتھ کھیتی برباد ہو جاتی ہے اور ہریالی میں کمی آ جاتی ہے۔ جذب: یعنی قحط اور خشکالی۔ نجعة: یعنی چراگاہ۔ ملاحظہ ہو: مجمع الامثال ج ۱ ص ۳۱۶ نمبر ۹۴

قبلتھا ”فاطمہ انسیہ حوراء ہے، میں جب بھی جنت کا مشتاق ہوتا ہوں اس کا بوسہ لیتا ہوں“۔ (۱)

یافرمایا: ابنتی فاطمہ حوراء آدمیہ ”میری بیٹی فاطمہ، بشری پیکر میں حور ہے“۔ (۲)

یافرمایا: فاطمہ ہی الزھر ”فاطمہ، بہترین، سفید رو، خوش شکل اور خوبصورت کی عورت ہے“۔ (۳)

یانس بن مالک کی والدہ کے قول سے مناسبت رکھتی ہے:

كانت فاطمة كالقمر ليلة البدر او الشمس كفر غماما اذا خرج من
السحاب بيضاء مشربة حمرة لها شعر اسود من اشد الناس برسول الله
شبهها والله كما قال الشاعر :

بيضاء تسحب من قيام شعرها و تغيب فيه و هو جثل اسحم

فكانها فيه نهار مشرق و كانه ليل عليها مظلم

”فاطمہ چودھویں کے چاند کے مانند یا ابر میں چھپے سورج کے مانند تھیں کہ بادلوں کے چھٹنے ہی جس کا سرخی مائل سفید چہرہ نکھر جاتا ہے، ان کے بال سیاہ تھے اور وہ سب سے زیادہ رسول سے مشابہ تھیں، خدا کی قسم! شاعر نے سچ کہا ہے: ”وہ سفید چہرے والی تھیں، جب کھڑی ہوتیں تو ان کی بلیں زمین تک پہنچ جاتی تھیں اور وہ خود زیادہ اور سیاہ بالوں کے درمیان چھپ

۱- تاریخ خطیب، ج ۵، ص ۸۷ (نمبر ۲۳۸)

۲- الصواعق، ص ۹۶ (ص ۱۶۰)؛ اسعاف الراغبین ص ۱۷۲؛ نقل از نسائی

۳- نزہۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۲۲

جاتی تھیں، گویا وہ بالوں کے درمیان روز روشن کے مانند تھیں اور ان کی زلفیں شب تار کی طرح۔
ان کا لقب ”زہرا“ جس پر سب کا اتفاق ہے، پوری طرح اس حقیقت کی وضاحت کر رہا ہے۔

کیا حضرت فاطمہؑ کی تخلیق و ذکاوت کے متعلق اس کی بے سروپیر کی باتیں، ام المؤمنین جناب خدیجہ کے اقوال سے میل کھاتیں ہیں: کانت فاطمة تحدث فی بطن امها و لما ولدت وقعت حین وقعت علی الارض ساجدة رافعة اصبعها ”فاطمہ اپنی ماں کے شکم میں گفتگو کرتی تھیں اور جب متولد ہوئیں اور زمین پر تشریف لائیں تو سجدہ کیا اور اپنی انگلی کو اوپر بلند کیا“۔ (۱)

یاعائشہ کی بات سے مناسبت رکھتی ہیں کہ انہوں نے کہا:

مارایت احدا اشبه سمتا ودلا و هديا و حديثا بر رسول الله في قيامه و عوده من فاطمة و كانت اذا دخلت على رسول الله قام اليها فقبلها و رحب بها و اخذ بيدها و اجلسها في مجلسه ”میں نے رفتار و گفتار، حسن سیرت اور نشست و برخاست میں فاطمہ سے زیادہ کسی کو رسول سے مشابہہ نہیں دیکھا، جب وہ رسول خداؐ کے سامنے جاتی تھیں تو رسول کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے تھے (۲) اور انہیں

۱۔ نزہۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۲۷؛ سیرۃ الملائ (ج ۵ ص ۲۱۱)؛ ذخائر العقبی ص ۲۵

۲۔ محترم قارئین! عبارت ”قام الیہا“ کے کلمہ ”الی“ میں موجود کلمتہ میں غور و فکر فرمائیں: ”قام“ یا ”قام لہا“ کی عبارتیں قام الیہا سے متفاوت ہیں۔ پہلی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اٹھے اور ان کے لئے کھڑے ہوئے لیکن دوسری عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اٹھے اور ان کی طرف چند قدم گئے۔ اس نکتہ کے پیش نظر اس روایت سے سمجھ میں آتا ہے کہ جب جناب فاطمہ (س) رسول خداؐ کی خدمت میں جاتی تھیں تو آنحضرت صرف ان کے احترام میں کھڑے نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کے استقبال میں چند قدم آگے بڑھتے تھے۔

بوسہ دے کر خوش آمدید کہتے تھے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر بیٹھتے تھے۔ (۱)
حضرت علیؑ کے بارے میں اس کی بیہودہ کلامی اور ان کے لئے بد صورت ہونے کا
خیال نیز یہ کہ جناب فاطمہؑ انہیں حقیر اور بد اخلاق شمار کرتی تھیں، کیا یہ گزاف گوئی ان
روایتوں سے میل کھاتی ہے جو ان کی خوبصورتی اور خوش اخلاقی کے متعلق وارد ہوئی ہیں:

كان حسن الوجه كانه قمر ليلة البدر و كان عنقه ابريق فضة (۲)
،ضحوک السن (۳) فان تبسم فعن مثل اللولو المنظوم (۴) ”وہ چودھویں
کے چاند کے مانند خوبصورت تھے، ان کی گردن نقرئی اور صراحی دار تھی اور ان کے دانتوں
کے درمیان خلا تھا، اگر وہ تبسم فرماتے تو ان کے دانت منظم موتیوں کی طرح چمکنے لگتے۔“
کہاں وہ بے سر کی باتیں اور کہاں ابوالاسود دؤلی کا شعر، جس میں وہ کہتے ہیں:

اذا استقبلت وجه ابی تراب رایت البدر حار الناظرینا
”جب تم ابو تراب کے روبرو ہو گے تو تمہیں چودھویں کا چاند نظر آئے گا جو لوگوں کو
حیرت و استعجاب میں ڈال دیتا ہے۔“ (۵) جی ہاں:

-
- ۱۔ یہ روایت صحیح حافظ بن حبان (ج ۱۵ ص ۴۰۳ ح ۶۹۵۳)؛ ذخائر العقبی ص ۴۰؛ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۶۵۷ ح ۳۸۷۲) میں مذکور ہے، ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔
 - ۲۔ کتاب صفین، ص ۲۶۲ (۲۳۳)؛ استیعاب، ج ۲، ص ۴۶۹ (القسم الثالث ۱۱۲۳، نمبر ۱۸۵۵)؛ ریاض
النضرة، ج ۲، ص ۱۵۵، (ج ۳، ص ۹۷)؛ نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۲۰۴
 - ۳۔ تہذیب الاسماء واللغات، امام نووی (ج ۱ ص ۳۲۹ نمبر ۴۲۹)
 - ۴۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۸۴ (نمبر ۴)؛ تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۳۵ (ج ۸، ص ۴۷۳، مختصر تاریخ دمشق،
ج ۱۱، ص ۱۵۸)؛ المحاسن والمساوی، ج ۱، ص ۳۲ (ص ۴۷)
 - ۵۔ تذکرۃ السبط ص ۱۰۴ (ص ۱۸۱)

حسدوا الفتى اذ لم ينالوا فضله فالناس اعداء له و خصوم

كضرائر الحسناء قلن لوجھها حسدا و بغضا انه لدميم

”وہ اس نوجوان سے حسد کرنے لگے اس لئے کہ وہ لوگ اس کی فضیلت تک رسائی حاصل نہ کر سکے، لوگ بھی اسی لئے ان سے دشمنی کرتے ہیں، بالکل اس خوبصورت چہرے والی عورت کے مانند کہ جس کی خوبصورتی کو دیکھ کر بغض و حسد کی وجہ سے کہتے ہیں: وہ بالکل بد صورت چہرہ ہے۔“

کیا آپ کا احساس اس بات کو قبول کرتا ہے، اس شخص کے مانند کہ جس نے حضرت علیؑ کی طرف، شک و تردید، سستی و کاہلی کی بنیاد دے کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے؟! حضرت علیؑ تو ایسے جانباز اور بے باک سپاہی تھے جو ہر ہولناک محاذ پر موجود رہتے تھے اور جنگوں میں دشمنوں کو اپنی تلوار سے دو نیم کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہتے تھے۔ یہ آپ ہی تھے جنہوں نے ابتدائے اسلام سے لے کر بستر رسولؐ پر سونے تک نیز مدینہ میں اپنی جان کی بازی لگا کر آنحضرتؐ کے غم و اندوہ دور کیا۔

کیا حضرت علیؑ وہ مجاہد نہیں تھے جن کی شان میں یہ دو آیتیں نازل ہوئیں:

۱۔ ﴿أَجْعَلْتُكُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ (۱)

”کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد الحرام کی آبادی کو اس کا جیسا سمجھ لیا ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور راہ خدا میں جہاد کرتا ہے، ہرگز یہ دونوں اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہو سکتے اور اللہ قوم ظالمین کی ہدایت نہیں کرتا ہے۔“

۲۔ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِى نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَئُوفٌ بِالْعِبَادِ﴾ ”اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو اپنے نفس کو مرضی پرورگار کے لئے بیچ دیتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔“ (۱)

حضرت علیؑ نے شجاعان وقت سے مقابلہ آرائی اور رسول اسلامؐ کا دفاع کرنے میں کب سستی کا مظاہرہ فرمایا جو ان پر کاہلی کا الزام لگایا گیا؟! ہاں! سچ ہے جھوٹ اور بیہودہ گوئی کی کوئی حد نہیں ہوتی۔

کیا حضرت علیؑ کے لئے اپنی زوجہ کے ساتھ خراب تعلقات کا تصور کیا جاسکتا ہے؟ جب کہ خود رسول خداؐ فرما رہے ہیں:

اشبهت خلقی و خلقی و انت من شجرتی التی انا منها ”تم خلقت و اخلاق میں بالکل میری شبیہ ہو، تم اسی درخت سے ہو جس سے میں ہوں۔“ (۲)

رسول اسلامؐ تو حضرت علیؑ کو امت کا سب سے زیادہ صاحب فضیلت اور بردبار انسان سمجھتے تھے، وہ فرماتے ہیں: علی خیر امتی اعلمهم علما و افضلهم حلما ”علیؑ میری امت میں سب سے بہتر، سب سے زیادہ دانا و آگاہ اور بردباری کے اعتبار سے سب سے زیادہ بافضیلت ہیں۔“ (۳)

جناب فاطمہؑ سے فرمایا: انی زوجتک اقدم امتی سلما و اکثرهم علما و

۱۔ بقرہ ۲۰۷؛ ملاحظہ ہو: تلخیص الغدیر (اردو) کے ص ۲۰۴

۲۔ تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۱۷۱ (نمبر ۵۸۷)

۳۔ طبری، خطیب، دولابی (الذریۃ الطاہرہ، ص ۹۳، نمبر ۸۳)؛ جیسا کہ کنز العمال ج ۶، ص ۱۵۳، ۳۹۲، ۳۹۸ (ج ۱۱، ص ۶۰۵، حدیث نمبر ۳۲۹۲، ج ۱۳، ص ۱۱۴، حدیث نمبر ۳۶۳۷، ص ۱۳۵، حدیث نمبر ۳۶۲۳) میں موجود ہے۔

اعظمہم حلما ”بے شک میں نے تمہیں ایسے انسان کے عقد میں قرار دیا ہے جو میری امت میں سب سے پہلے اسلام لایا ہے اور ان میں سب سے زیادہ دانا اور بردبار ہے۔“ (۱)
فرمایا: زوجتک اقدمہم سلما و احسنہم خلقا ”میں نے ایسے شخص سے تمہاری شادی کی ہے جو سب سے پہلے مسلمان ہوا اور پوری امت میں سب سے زیادہ خوش اخلاق ہے۔“ (۲)

حضرت علیؑ کے سلسلے میں ایسی حدیثیں رسول خداؐ اس طرح بیان کر رہے ہیں جب کہ زوجہ کے ساتھ حضرت علیؑ کے تعلقات رسول خداؐ کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ جھوٹے تو جھوٹ بولتے ہی ہیں حضرت علیؑ ویسے ہی ہیں جیسا صادق و امین رسول بیان کر رہے ہیں۔ کیا آپ کا شعور و ادراک، اس شخص (خدا اس کا ستیاناس کرے) کی یہ بکواس قبول کرنے کے لئے آمادہ ہوگا کہ حضرت علیؑ نے جگر گوشہ رسولؐ ”جناب فاطمہؑ“ کو طمانچہ مارا ہوگا؟! حالانکہ حضرت علیؑ وہی ہیں جنہوں نے رسولؐ کے نقش قدم پر اپنے قدم جمائے اور ان کی سماعت میں رسول اسلام کا یہ ارشاد گرامی گونج رہا ہے: ان الله يغضب لغضبک و یرضی لرضاک ”(اے فاطمہ!) بے شک خداوند عالم تمہارے غضب سے غضبناک ہوتا ہے اور تمہاری خوشنودی سے خوش ہوتا ہے۔“ (۳)

۱۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۲۶ (ج ۵، ص ۶۶۲، حدیث نمبر ۱۹۷۹۶) ریاض النضرہ، ج ۲، ص ۱۹۴ (ج ۳، ص ۱۴۱) ذخائر العقبیٰ، ص ۷۸، مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۰۱؛ انہوں نے حدیث کو صحیح اور اس کے راویوں کو ثقہ کہا ہے۔

۲۔ اس روایت کو ابوالخیر حاکمی نے نقل کیا ہے، ملاحظہ کریں: ریاض النضرہ، ج ۲، ص ۱۸۲ (ج ۳، ص ۱۸۳)

۳۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۵۴ (ج ۳، ص ۱۶۷، حدیث نمبر ۴۷۳۰)؛ ذخائر العقبیٰ، ص ۳۹؛ تذکرۃ السبط، ص ۱۷۵

(۳۱۰)؛ مقتل خوارزمی، ج ۱، ص ۵۲؛ کفایۃ الطالب، ص ۲۱۹ (باب ۹۹، ص ۳۶۴)؛ صواعق محرقہ، ص ۱۰۵ (ص ۱۷۵)

جناب فاطمہؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا: من عرف هذه فقد عرفها و
من لم يعرفها فهي بضعة مني، هي قلبية و روحی التي بين جنبي فمن
آذاها فقد آذاني ”جو اسے پہچانتا ہے، وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ وہ
(فاطمہ) میرے جگر کا ٹکڑا ہے، یہ میرا دل اور میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان میری
روح ہے لہذا جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی ہے۔“ (۱)

آپؑ نے فرمایا: فاطمة بضعة مني يربني ما رابها و يوذيني ما آذاها
”فاطمہ میرا گوشہ دل ہے جو اسے خوش حال کرے اس نے مجھے خوش حال کیا اور جس نے
اسے اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی ہے۔“ (۲)

فرمایا: فاطمة بضعة مني، فمن اغضبها فقد اغضبني ”فاطمہ میرے جگر کا
ٹکڑا ہے جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا۔“ (۳)

فرمایا: فاطمة بضعة مني يقبضني ما يقبضها و يبسطني ما يبسطها ”فاطمہ میرا
گوشہ دل ہے جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا اور جس نے اسے خوش
حال کیا اس نے مجھے خوش حال کیا۔“ (۴)

- ۱۔ الفصول المهمة، ص ۱۵۰ (ص ۱۴۴) نزہۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۲۸، نور الابصار، ص ۴۵ (ص ۹۶)
۲۔ صحیح بخاری (ج ۵ ص ۲۰۰ ح ۴۹۳۲)؛ صحیح مسلم (ج ۵ ص ۵۳ ح ۹۳) کتاب فضائل الصحابہ؛ صحیح ترمذی
(ج ۵ ص ۶۵۵ ح ۲۹۸۶)؛ مسند احمد ج ۴ ص ۳۲۸ (ج ۵ ص ۴۳۰ ح ۱۸۴۲)
۳۔ صحیح بخاری (ج ۳ ص ۱۳۶۱ ح ۳۵۱۰)؛ خصائص نسائی ص ۳۵ (خصائص امیر المومنین ص ۱۴۷ ح ۱۳۵)،
سنن الکبریٰ ج ۵ ص ۹۷ ح ۸۳۷۱ کتاب المناقب
۴۔ مسند احمد ج ۴ ص ۳۲۳ ح ۲۲۳۸؛ ص ۱۸۴۵ ح ۲۳۵ (صواعق مخرقة ص ۱۱۲ ح ۱۸۸)

کیا حضرت علیؑ کے سلسلے میں رسول اسلامؐ کی یہ ستائش اور تعریف و تمجید صرف سابق الاسلام ہونے تک ہی محدود تھی کہ انہوں نے اپنی بیٹی کو راضی کرنے کے لئے اس کا تذکرہ کیا؟! اگر تعریف کا مقصد یہی تھا تو رسول اسلامؐ اسی پر اکتفا کرتے اور ان کا مقصد پورا ہو جاتا۔ پھر کیوں کبھی اصحاب کے درمیان حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرماتے تھے: ان هذا اول من آمن بي وهذا اول من يصفحني يوم القيامة ”بے شک یہ وہ پہلا شخص ہے جو مجھ پر ایمان لایا اور سب سے پہلے قیامت کے دن مجھ سے مصافحہ کرے گا۔“

کبھی اصحاب کو مخاطب کر کے فرماتے: اولکم وارد اعلیٰ الحوض، اولکم اسلاما علی ابن ابی طالب ”تم میں جو شخص سب سے پہلے حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کرے گا اور سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا وہ علی بن ابی طالب ہے۔“

یہ ایک من گڑھت نظریہ ہے (کہ حضرت علیؑ کے اسلام کے بارے میں رسول کی ستائش، اپنی بیٹی کو راضی کرنے کے لئے تھی) وہاں موجود اصحاب اور معتبر تابعین پر کیسے پوشیدہ رہ گیا کہ وہ بھی اس کرامت پر حضرت علیؑ کی مدح کرتے تھے، جیسا کہ سلمان فارسی، انس بن مالک، زید بن ارقم، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن جحل، ہاشم بن عتبہ، مالک اشتر، عبداللہ بن ہاشم، محمد بن ابی بکر، عمرو بن حتم، ابو عمرہ عدی بن حاتم، ابو رافع، بریدہ، جندب بن زہیر، ام خیر بنت حریش سے منقول ہے۔ (۱)

کیا یہ بات کہ رسول خداؐ حضرت علیؑ پر کم توجہ فرماتے تھے اور کیا یہ بات قرآن مجید کی ان آیات سے میل کھاتی ہے جن میں کہا گیا ہے کہ حضرت علیؑ نفس رسول ہیں، یا

اجر رسالت حضرت کی مودت و محبت ہے؟!

یا رسول خدا کی حدیث طیر سے میل کھاتی ہے جو تمام صحیح اور مستند کتابوں میں مذکور ہے: اللہم ائتنی باحب خلقک الیک لیاکل معی ”خدا یا! اپنی محبوب ترین مخلوق کو میرے پاس بھیج دے تاکہ وہ میرے ساتھ کھانا کھا سکے“۔ (چنانچہ حضرت علیؑ ان کے پاس آئے)۔ (۱)

یا عائشہؓ کو مخاطب کر کے رسول خدا کی یہ حدیث: ان علیا احب الرجال الی و اکرمکم علی فاعرفی له حقہ و اکرمی مثواہ ”علیؑ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں، میں سب سے زیادہ ان کی عزت کرتا ہوں لہذا ان کا حق پہچان کر ان کا احترام کرو“۔ (۲)

یا حدیث رسولؐ: احب الناس الی من الرجال علی ”میرے نزدیک مردوں میں سب سے زیادہ محبوب ”علیؑ“ ہیں“۔ (۳)

یا حدیث رسولؐ: علی خیر من اترکہ بعدی ”علیؑ وہ بہترین انسان ہیں جنہیں میں اپنے بعد چھوڑے جا رہا ہوں“۔ (۴)

۱۔ سنن ترمذی ج ۵ ص ۳۰۰ ح ۳۸۰؛ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۲۶؛ کنز العمال ج ۱۳ ص ۱۶۶ ح ۱۶۵۰ (۳۶۵۰)

۲۔ اس حدیث کو حافظ نجدی نے نقل کیا ہے جیسا کہ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۶۱ (ج ۳، ص ۱۰۴) ذخائر العقبیٰ، ص ۶۲ پر مذکور ہے۔

۳۔ ایک روایت میں ”احب اہلی“ آیا ہے (اسامہ کی روایت کا ایک ٹکڑا)

۴۔ مواقف ابنی ج ۳ ص ۲۷۶ (ص ۲۰۹)؛ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۱۳

یا حدیث رسولؐ: خیر رجالکم علی ابن ابی طالب و خیر نسائکم فاطمة بنت محمد ”تم میں بہترین مرد ”علی بن ابی طالب“ اور بہترین عورت ”فاطمہ بنت محمدؑ“ ہیں۔ (۱)

یا حدیث رسولؐ: علی خیر البشر فمن ابی فقد کفر ”علی بہترین انسان ہیں جس نے ان کا انکار کیا وہ کافر ہے“۔ (۲)

یا حدیث رسولؐ: من لم یقل علی خیر الناس فقد کفر ”جو علی کو خیر الناس نہ کہے وہ کافر ہے“۔ (۳)

یا رسول اسلامؐ کی حدیثِ رایت [علم] (۳) جس پر سب کا اتفاق نظر ہے:

لاعطین الراية غدا رجلا يحبه الله و رسوله و يحب الله و رسوله ”کل میں ایسے مرد کو علم دوں گا جسے خدا و رسول دوست رکھتے ہیں اور وہ خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے“۔

۱۔ تاریخ خطیب ج ۴ ص ۳۹۲ (نمبر ۲۲۸۰)

۲۔ تاریخ بغداد (ج ۷، ص ۴۲۱، نمبر ۳۹۸) کنوز الحقائق مطبوع بر حاشیہ جامع صغیر، ج ۲، ص ۱۶، کنز العمال، ج ۶، ص ۱۵۹ (ج ۱۱، ص ۶۲۵، حدیث نمبر ۳۳۰۴۵)

۳۔ تاریخ بغدادی، ج ۳، ص ۱۹۲ (نمبر ۱۳۳۴) کنز العمال، ج ۶، ص ۱۵۹ (ج ۱۱، ص ۶۲۵، حدیث نمبر ۳۳۰۴۶)

۳۔ جنگ خیبر میں ابو بکر و عمر و مر حب کا مقابلہ کرنے سے خوف زدہ ہوئے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت علیؑ اور ابن عباس سے منقول ہے: رسول خداؐ نے ابو بکر کو خیبر کے قلعہ کی جانب روانہ کیا لیکن وہ اور ان کے ہمراہ موجود تمام لوگ ناکام ہو کر واپس آ گئے۔ دوسرے دن عمر کو روانہ کیا لیکن وہ بھی ناکام رہے اور واپس چلے آئے، وہ اپنے ساتھیوں پر اس کا الزام توہیپتے تھے اور ان کے ساتھی ان پر۔ اس وقت رسول خداؐ..... (بقیہ پشت صفحہ پر)

یا حدیث رسول: علی منی بمنزلة الراس من بدنی ”علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو سر کو جسم سے ہوتی ہے۔“ (۱)

یا حدیث رسول: علی احبهم الی و احبهم الی اللہ ”علی میرے اور خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں۔“ (۲)

(پچھلے صفحہ کے حاشیہ ۳ کا بقیہ:) فرمایا: لا عطين الراية غدا رجلا يحبه الله و رسوله و يحب الله و رسوله يفتح الله على يديه ليس بفار ”کل میں ایسے مرد کو علم دوں گا جسے خدا اور رسول دوست رکھتے ہیں اور وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے، خداوند عالم اسے کامیابی عطا فرمائے گا، وہ جنگ سے بھاگنے والا نہیں ہے۔“ ایک دوسری روایت میں ہے: کرار غیر فرار ”وہ بڑھ چڑھ کر حملہ کرتا ہے اور جنگ سے بھاگنے والا نہیں ہے۔“ ان الفاظ میں بھی مروی ہے: والذی کرم وجه محمد لا عطينها رجلا لا یفر ”اس کی قسم جس نے محمدؐ کے چہرے کو مقدس قرار دیا ہے، میں ایسے کو علم دوں گا جو بھاگتا نہیں ہے۔“

ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں: لا دفعن الی رجل لن يرجع حتی یفتح الله له ”میں ایسے مرد کو علم دوں گا جسے خداوند عالم کامیاب و کامران کرے گا۔“ ان الفاظ کی بھی روایت کی گئی ہے: لا یولی الدبر ”دشمن کو اپنی پشت نہیں دکھائے گا۔“ ملاحظہ ہو: صحیح بخاری ج ۶ ص ۱۹۱ (ج ۳ ص ۱۳۵) ح ۳۴۹۸، ۳۴۹۹، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۲ (ج ۲ ص ۸۷) کتاب الجہاد والسیر)؛ طبقات ابن سعد ص ۶۱۸، ۶۳۰ مطبوعہ مصر کا مسلسل نمبر (ج ۲ ص ۱۱۰-۱۱۱)؛ مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۴، ۱۸۵، ۳۵۳-۳۵۸ (ج ۱ ص ۳۰۲) ح ۱۶۱۱، ج ۳ ص ۳۹۱ ح ۳۸/۱۰۷ ج ۶ ص ۴۵۵، ۴۲۳، ۴۹۲، ۲۲۵ (ج ۲ ص ۲۵۲)؛ خصائص نسائی ص ۴-۸ (ج ۲ ص ۱۸)؛ سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۳۸۶ (ج ۳ ص ۳۴۹)؛ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۰۹ (ج ۳ ص ۱۱۷) ح ۲۵۷۵؛ نیز ملاحظہ ہو: تلخیص الغدیر ص ۶۵۴۔ امام حسنؑ نے ایک خطبہ میں امیر المومنین کی اس فضیلت کی جانب اشارہ فرمایا ہے، نیز عمر، ابن عمر، سعد بن ابی وقاص نے بھی اس فضیلت کا اقرار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: تلخیص الغدیر ص ۳۲۰، ۹۴۴، ۱۱۱۳

۱۔ تاریخ بغدادی، ج ۷، ص ۱۲ (نمبر ۳۷۵) ریاض الصفة، ج ۲، ص ۱۶۲ (ج ۳، ص ۱۰۵) صواعق محرقة، ص

یا حدیث رسول: انا منک و انت منی، او: انت منی و انا منک ”میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو۔ یا تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔“ (۱)

یا حدیث رسول: علی منی و انا منہ و هو ولی کل مومن بعدی ”علی مجھ سے اور میں اس سے ہوں میرے بعد وہ ہر مومن کے ولی و سرپرست ہیں۔“ (۲)

یا سورہ توبہ کے ابلاغ کے وقت آپ کی حدیث، جسے سب نے صحیح تسلیم کیا ہے: لا یذهب بها الا رجل منی و انا منہ ”اسے وہی لے جائے گا جو مجھ سے ہے اور میں اس سے۔“ (۳)

یا حدیث رسول: لحمک لحمی و دمک دمی و الحق معک ”تمہارا گوشت میرا گوشت اور تمہارا خون میرا خون ہے اور حق تمہارے ساتھ ہے۔“ (۴)

یا حدیث رسول: ما من نبی الا وله نظیر فی امتہ و علی نظیری ”کوئی نبی نہیں جس کی امت میں اس کا کوئی مثل نہ ہو اور علی میرا نظیر اور میرے جیسا ہے۔“ (۵)

یا ام سلمہ کی روایت جسے حاکم نے صحیح تسلیم کیا ہے اور طبرانی نے نقل کیا ہے: کان رسول اللہ اذا غضب لم یجتري احد ان یکلمه غیر علی ”جب رسول خدا

۱۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۲۰۴ (ج ۶، ص ۲۶۵، ح ۷/ ۲۱۲۷) خصائص نسائی، ص ۳۶، ۵۱، (ص ۸۷، حدیث نمبر ۷۰،

ص ۱۴۹، ح ۱/ ۱۳۸) سنن کبریٰ، ج ۵، ص ۱۲۷، ح ۸۴۵۵

۲۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۳۵۶ (ج ۶، ص ۲۸۹، ح ۲۲۵۰۳)

۳۔ خصائص نسائی، ص ۸ (خصائص امیر المومنین ص ۴۹، ح ۲۴، سنن کبریٰ، ج ۵، ص ۱۱۳، ح ۸۴۰۹)

۴۔ المحاسن والمساوی، ج ۱، ص ۳۱ (ص ۴۴) کفایۃ الطالب، ص ۱۳۵ (۲۶۵ باب ۶۲)

۵۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۶۴ (ج ۳، ص ۱۰۸)

غضبناک ہوتے تو علیؑ کے علاوہ کسی میں ان سے گفتگو کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ (۱)

یاعائشہ کی روایت: واللہ ما رایت احدا احب الی رسول اللہ من علی ولا فی الارض امراة کانت احب الیہ من امراتہ ”خدا کی قسم! میں نے مردوں میں کسی کو نہیں دیکھا جو علی سے زیادہ رسول خدا کی نظر میں محبوب ہو اور نہ عورتوں میں کسی کو دیکھا جو ان کی زوجہ سے زیادہ محبوب ہو۔“ (۲)

یابریدہ اور ابی کی روایت: احب الناس الی رسول اللہ من النساء فاطمة و من الرجال علی ”رسول اسلام کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب عورتوں میں فاطمہ اور مردوں میں علی تھے۔“ (۳)

یاجمع بن عمیر کی حدیث: دخلت مع عمتی علی عائشہ ، فسالت :ای الناس احب الی رسول اللہ ؟ قالت : فاطمة فقيل : من الرجال ؟ قالت زوجها ، ان کان ما علمت صوما قواما ”میں اپنی پھوپھی کے ساتھ عائشہ کے یہاں گیا، ان سے پوچھا: کون رسول کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھا؟ فرمایا: فاطمہ۔ پوچھا: مردوں میں؟ فرمایا: ان کے شوہر۔ میری دانست میں ان سے بڑا کوئی روزہ دار اور نماز گزار نہیں ہے۔“ (۴)

۱۔ مستدرک حاکم ج ۳، ص ۱۳۰ (ج ۳، ص ۱۴۱، ح ۴۶۴۷) صواعق محرقة، ص ۷۳ (ص ۱۲۳) تاریخ الخلفاء، سیوطی، ص ۱۱۶ (ص ۱۶۱)

۲۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۵۴ (ج ۳، ص ۱۶۷، ح ۴۷۳۱) عقد الفرید، ج ۲، ص ۲۷۵ (ج ۲، ص ۱۲۳)

۳۔ خصائص نسائی، ص ۲۹، (۱۲۸، ح ۱۱۳۲، سنن کبریٰ، ج ۵، ص ۱۴۰، ح ۸۴۹۸) مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۵۵ (ج ۳، ص ۱۶۸، ح ۴۷۳۵) جامع ترمذی، ج ۲، ص ۲۲۷ (ج ۵، ص ۶۵۵، ح ۳۸۵۸)

۴۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۲۷ (ج ۵ ص ۶۵۸ ح ۴۷۳۵) مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۵۷ (ج ۳ ص ۱۶۷ ح ۴۷۳۱)

رسول خداؐ تو جہات کے سلسلے میں کسی اور کو علی پر مقدم کیسے کر سکتے تھے، حالانکہ جب خدا نے اہل زمین پر نگاہ کی تو بعد رسولؐ وہی وہ پہلے انسان تھے جن کا انتخاب فرمایا؟! چنانچہ رسول خداؐ نے جناب فاطمہ (س) کو خبر دیتے ہوئے فرمایا: ان اللہ اطلع علی اہل الارض فاختر منهم اباک فبعثہ نبیا ثم اطلع الثانیہ فاختر بعلک فاحی الی فانکحتہ و اتخذتہ وصیا ”بے شک خداوند عالم نے اہل زمین پر نگاہ ڈالنے کے بعد ان میں سے تمہارے باپ کو منتخب فرمایا اور اسے رسالت کے لئے مبعوث کیا، پھر دوبارہ نگاہ ڈالی اور تمہارے شوہر کو منتخب فرمایا اور مجھے وحی کی کہ اس سے تمہاری شادی کر دوں اور اپنا وصی قرار دوں“۔ (۱)

اور فرمایا: ان اللہ اختار من اہل الارض رجلین : احدهما ابوک والآخر زوجک ”خداوند عالم نے اہل زمین میں سے دو لوگوں کو منتخب فرمایا: ایک تمہارے والد اور دوسرے تمہارے شوہر“۔ (۲)

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس شخص کی بات ”رسولؐ کے دو اموی داماد....“ کی کیا تحلیل کروں۔ عثمان کی حقیقت سے آگاہی کے لئے یہی کافی ہے کہ انس نے رسول خداؐ سے نقل کیا ہے کہ جب ان کی عزیز بیٹی رقیہ کے دفن کا وقت آیا تو آنحضرت ان کی قبر پر کھڑے ہوئے، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، فرمایا: ایکم لم یقارف اللیۃ اہلہ

۱۔ اس حدیث کو طبرانی نے ابویوب انصاری کے حوالے سے نقل کیا ہے: (معجم کبیر، ج ۴، ص ۱۷۱، حدیث ۴۰۴۶) کنز العمال، ج ۶، ص ۱۵۳ (ج ۱۱، ص ۶۰۴، حدیث ۳۲۹۲۳) اور بیہقی نے مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۶۵ پر علی ہلالی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

۲۔ موافق، ۱، ج ۱، ص ۸ (ص ۲۱۰)

”تم میں کون ہے جس نے آج رات اپنی زوجہ سے ہم بستری نہیں کی ہے“۔ ابو طلحہ نے عرض کی: میں ہوں۔ آپ نے انہیں قبر میں اترنے کا حکم دیا۔

ابن بطال لکھتے ہیں: رسول خدا عثمان کو قبر میں اترنے سے روکنا چاہتے تھے، حالانکہ وہی سب سے زیادہ اس کے حقدار تھے اس لئے کہ ان کے شوہر تھے اور وہ رشتہ جس کا کوئی بدل نہیں انہوں نے اپنے آپ گنوا دیا تھا۔ رسولؐ کے اس اعلان پر کہ ”تم میں کون ہے جس نے آج رات اپنی زوجہ سے ہم بستری نہیں کی ہے“ عثمان چپ رہے اور نہیں کہا کہ میں ہوں۔ کیوں کہ اس رات جب ان کی ایک بیوی نے دم توڑا تو انہوں نے دوسری زوجہ سے ہم بستری کی تھی اور اس عظیم مصیبت اور پیغمبرؐ سے رشتہ داما دی کا شرف ختم ہونے کے باوجود اس سے مباشرت سے باز نہیں آئے تھے، اسی لئے جس کے وہ حقدار تھے اس سے محروم کر دیئے گئے۔ حدیث سے بھی یہی مفہوم واضح ہو رہا ہے اور شاید رسولؐ ان کی اس حرکت سے بذریعہ وحی آگاہ ہو گئے تھے لیکن عثمان سے کچھ نہ کہا کیونکہ انہوں نے فعل حلال انجام دیا تھا مگر اس مصیبت کا ان پر ذرا سا بھی اثر نہ ہوا (اور یہ غم ان کو ہم بستری سے نہ روک سکا) اسی لئے کنایۃً بغیر صراحت کے حق سے محروم کئے گئے۔ (۱)

میں ابو العاص کے متعلق کیا کہوں جو جنگ حدیبیہ تک مشرک تھا اور دومرتبہ مشرکوں کے ساتھ اسیر ہوا، اسلام نہ لانے کے سبب اس کے اور اس کی زوجہ ”زینب بنت رسولؐ“ کے درمیان چھ سال تک جدائی رہی۔ زینب نے اسلام قبول کر کے مہاجر کی اور اسے شرک کی وجہ سے ترک کر دیا۔ اسلام کے بعد بھی اس سے کوئی ایسا کلمہ منقول نہیں جو رسولؐ

اسلام کے ساتھ اس کے ارتباط کی دلیل بن سکے، حضرت علیؑ سے عثمان کے موازنہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جو رسولؐ کی ذریت کے باپ اور ان کی عزت کے سید و سردار ہیں اس اہل قلم نے رسول اسلامؐ پر اتہام طرازی کی کہ وہ اپنی طاہرہ و مطہرہ بیٹی کی خوشحالی کے لئے کچھ نہیں کرتے تھے، اور پھر حضرت علیؑ پر تہمت لگائی کہ وہ ان سے ناراض ہو جاتے تھے حالانکہ رسول خدا صبح درخانہ علیؑ و فاطمہؑ پر آ کر فرماتے تھے: یرحمکم اللہ انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطہرکم تطہیرا ”خدا تم پر رحمت نازل کرے، بے شک خدا نے ارادہ کیا ہے کہ تم اہل بیت سے ہر قسم کی رجس و کثافت کو دور رکھے اور تمہیں اس طرح پاکیزہ قرار دے، جو پاکیزگی کا حق ہے۔“ وہ ہمیشہ فرماتے: فاطمة احب الناس الی ”فاطمہ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔“

وہ فرماتے: احب الناس الی من النساء فاطمة ”میرے نزدیک عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب ”فاطمہ“ ہے۔“

وہ فرماتے: احب اہلی الی فاطمة ”میرے نزدیک میرے اہل بیت میں سب سے زیادہ محبوب ”فاطمہ“ ہے۔“

عمر جناب فاطمہ (س) سے کہتے تھے: واللہ ما رايت احدا احب الی رسول اللہ منک ”خدا کی قسم! میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو رسول خداؐ کے نزدیک آپ سے زیادہ محبوب ہو۔“ (۱)

یہ شخص کتنے بڑے فعل کا مرتکب ہوا ہے جو اس نے رسول خدا کی جانب یہ جھوٹی نسبت دی کہ وہ حضرت علیؑ کو، ہم کاموں کے لائق نہیں سمجھتے تھے، حالانکہ حضرت علیؑ ابتدائے دعوت سے لے کر آخری لمحہ تک اپنی تمام تر توانائی کے ساتھ رسول خداؐ کے ناصر اور ان کی مدد کرنے والے تھے اسی لئے وہ بھائی، وزیر، وارث، ولی، وصی اور ان کے بعد خلیفہ ہوئے، وہی اسلام کے اکثر جنگوں میں علمبردار تھے، وہ شب معراج خدا کی جانب سے وحی کے ذریعہ ”قائد الغر المحجلین (۱)“ (سفید چہروں کے سردار) کے لقب سے ملقب کئے گئے۔ (۲)

۱۔ ملا صالح مازندرانی شرح اصول کافی ص ۱۵۵ پر لکھتے ہیں: معنی کے اعتبار سے قائمہ، سائق کا مقابل لفظ ہے: اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے پیچھے والے افراد کو آگے کھینچتا ہے۔ ”غر“ غرہ کے مادہ سے اغر کی جمع ہے، جس کے اصلی معنی یہ ہے: گھوڑے کے چہرے پر موجود سفیدی۔ ”مجل“ اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کے ہاتھ اور پیر کی سفیدی گھٹنے تک پہنچ جائے اور اس سے تجاوز کر جائے لیکن زانو سے تجاوز نہ کرے۔ یہ سفیدی یا چاروں ہاتھ پیر میں ہوتی ہے یا تین یا پھر دو میں۔ ”مجل“ کبھی ایک ہاتھ یا دونوں ہاتھوں میں بغیر پیر کے نہیں ہوتی ہے۔ یہ ”مجل“ کے اصلی معنی ہیں لیکن مجازی اعتبار سے یہ لفظ ان صاحبان شرافت کے لئے استعمال ہوتا ہے جن میں علم عمل اور صلاح و کرامت ہوتی ہے۔

بحار الانوار ج ۱۰ ص ۲۱۹ کے حاشیہ میں ہے: جزری نہایت میں لکھتے ہیں کہ غرہ کے اصلی معنی گھوڑے کے چہرے پر موجود سفیدی کے ہوتے ہیں اور ”غر“ اس روایت میں اسی معنی میں استعمال ہوا ہے: غر محجلون من آثار الوضوء۔ اس حدیث میں ”غر“ غرہ کے مادہ سے اغرہ کی جمع ہے جس کے معنی ”چہرے کی سفیدی“ ہے اور چہرے کی سفیدی سے مراد، قیامت کے دن کا ”نور اور روشنی“ ہے۔ ”مجل“ اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کے ہاتھ اور پیر کی سفیدی گھٹنے تک پہنچ جائے اور اس سے تجاوز نہ کر جائے۔ مندرجہ ذیل روایت میں ”مجل“ اسی معنی میں ہے: امتی الغر المحجلون یعنی ان کے ہاتھ اور پیر میں سے وضو کی جگہیں سفید اور نورانی ہیں۔ حاشیہ کتاب نفع السعادة فی مستدرک نفع البلاغہ ج ۱ ص ۲۷۱ پر ہے: ”غر“ اغر کی جمع ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کی پیشانی پر سجدے کے نشانات پائے جاتے ہیں اور حضرت علیؑ کی توصیف کے سلسلے میں موجود روایت میں بھی غر کا یہی معنی ہے: قائد الغر المحجلین۔

۲۔ مستدرک حاکم ج ۳، ص ۱۳۸ (ج ۳، ص ۱۴۸، ح ۳۶۶۸) ریاض الصفة، ج ۲، ص ۱۷۷ (ج ۳، ص ۱۲۲) شمس الاخبار، ص ۳۹ (ج ۱، ص ۱۰۵، باب ۷) اسد الغابہ، ج ۱، ص ۶۹ (ج ۱، ص ۸۲، نمبر ۹۲) مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۲۱

ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ ہے کہ اس شخص نے ازواج رسول کو علیؑ و فاطمہ (س) کا دشمن قرار دیا ہے، وہ عائشہ کے ساتھ علیؑ و فاطمہ اور ام سلمہؓ کے جھگڑے کا تذکرہ کرتا ہے پھر ایک جھوٹا واقعہ پیش کر کے اپنی بات کو وسعت دیتا ہے، اور ان کے درمیان دو پارٹی بناتا ہے۔ اور بے بنیاد باتیں منسوب کر کے رسول کی آبرو اور ان کی ازواج، امہات المومنین کی کرامت و شرافت کو گھٹاتا ہے پھر اہل بیت کرام کی بد اخلاقی و خستہ کی جھوٹی تصویر کشی کرتا ہے۔

اے کاش! میں جان پاتا کہ مترجم کو کیسے گوارا ہوا کہ وہ عائشہ کو جناب فاطمہ کا دشمن قرار دے، حالانکہ وہ ہمیشہ کہتی تھیں: ما رایت احدا قط افضل من فاطمة غیر ابیہا ”ان کے والد کے علاوہ ہر گز ہر گز میں نے کسی کو فاطمہ سے زیادہ با فضیلت نہیں دیکھا“۔ (۱)
عائشہ فاطمہ کے سر کو چوم کر کہتی تھیں: یا لیتنی شعرة فی راسک ”اے کاش میں تمہارے سر کے ایک بال کے برابر ہوتی“۔ (۲)

اس دردناک اور خطرناک بات کی نشر و اشاعت سے اس کی قوم کیسے راضی ہو گئی حالانکہ قرآن مجید نے اہل بیت رسول کی مودت کو امت پر واجب قرار دیا ہے۔ (۳)
مسلمانوں کے درمیان یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ شریعت رسولؐ میں ایمان و نفاق کی علامت ”حضرت علیؑ کی محبت و نفرت“ ہے۔ (۴)

حدیث غدیر میں جیسا کہ ذکر کیا گیا، امت کا اتفاق ہے کہ رسول اسلامؐ نے حضرت علیؑ کے بارے میں فرمایا: اللہم وال من والہ و عاد من عادہ ”خدا یا! جو اسے

۱۔ المعجم الاوسط ج ۳ ص ۳۴۹ ح ۲۷۴؛ شرح المواہب ج ۳ ص ۲۰۲؛ الشرف الموند ص ۵۸ (ص ۱۲۴)

۲۔ نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۲۲۷

۳۔ ملاحظہ ہو: اسی کتاب کے ص ۵۰-۵۱

۴۔ ملاحظہ ہو: تلخیص الغدیر (اردو) ص ۳۳۷-۳۳۸

دوست رکھے تو اسے دوست رکھا اور جو اس سے دشمنی کرے اس سے دشمنی کر۔

رسول خداؐ سے یہ صحیح حدیث منقول ہے: **من احب علیا فقد احبنی، و من ابغض علیا فقد ابغضنی و من آذی علیا فقد آذانی و من آذانی فقد آذی اللہ** ”جس نے علیؑ کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا، جس نے علیؑ سے بغض رکھا اس نے مجھے سے بغض رکھا، جس نے علیؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی“۔ (۱)

آنحضرتؐ نے جبریل کے حوالے سے نقل کیا ہے: **السعيد كل الشقى كل الشقى من ابغض عليا في حياتي و بعد مماتي، الا و ان الشقى كل الشقى من ابغض عليا في حياتي و بعد مماتي** ”کامل ترین سعادت مند وہ ہے جو میری حیات میں اور میری موت کے بعد علیؑ سے محبت کرے، خبردار! کامل ترین شقی وہ ہے جو میری زندگی میں اور میری موت کے بعد علیؑ سے دشمنی رکھے“۔ (۲)

یہ احادیث اس شخص پر کیسے پوشیدہ رہ گئیں کہ اس نے ازواج رسولؐ سے ام المائمہ سیدہ اہل بیت کی دشمنی منسوب کر دی، اگر اسلامی عدالت میں یہ تہمت پیش کی جائے اور احادیث رسولؐ سے استناد کیا جائے تو اس کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے۔

چنانچہ رسول خداؐ نے فرمایا:

۱۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۶۱ (القسم الثالث، نمبر ۱۸۵۵)؛ ذخائر العقبیٰ ص ۶۵؛ الاصابۃ، ج ۳، ص ۱۰۳ (ج ۲،

ص ۵۴۲، نمبر ۵۸۶۶)؛ نزہۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۰۷

۲۔ ریاض الضرۃ، ج ۳، ص ۲۱۵ (ج ۳، ص ۱۶۷)؛ الفصول المہمۃ، ص ۱۲۴ (۱۲۳)؛ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۳۲،

کنز العمال، ج ۶، ص ۴۰۰ (ج ۱۳، ص ۱۴۵، حدیث ۳۶۴۵۸)؛ نزہۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۰۷

لا يحبهـم الا سعيد الجد (۱)، طيب المولد و لا يبغضهـم الا شقى
الجد ردى الولادة ”نقطہ حلال زادہ اور نیک بخت ان کو دوست رکھے گا اور فقط ذلیل
اور خبیث الولادة ان سے دشمنی کریگا“۔ (۲)

یاموثق راویوں سے مروی اس حدیث سے استناد کیا جائے: ان علیا لا يبغضه
احد قط الا و قد شارک ابلیس اباه فی رحم امه ”کوئی شخص علی سے دشمنی نہیں
کر سکتا مگر وہی شخص کہ جس کے استقرار حمل کے وقت ابلیس اس کے باپ کے ساتھ
شریک ہو گیا ہو“۔ (۳)

یا حافظ جزری نے عبادہ بن صامت سے جو روایت نقل کی ہے اس سے استناد
کیا جائے: کنا نبور اولادنا بحب علی بن ابی طالب فاذا راينا احدهم لا
يحب علی بن ابی طالب علمنا انه ليس منا و انه لغير رشدة ”ہم اپنے
فرزندوں کو علی بن ابی طالب کی محبت سے آزماتے تھے؛ لہذا جب کسی کو دیکھتے کہ وہ علی بن
ابی طالب سے محبت نہیں کرتا تو سمجھ جاتے ہیں کہ وہ ہم سے نہیں ہے اور حلال طریقہ سے
پیدا نہیں ہوا ہے“۔

۱۔ جد: کے معنی قسمت، حصہ اور اقبال کے ہیں، اور یہ لفظ عظمت و بلندی اور لوگوں کے درمیان محبوبیت کے معنی
میں بھی استعمال ہوتا ہے؛ سورہ جن ۳۲ میں خدا کا ارشاد ہے: ﴿انہ تعالیٰ جد ربنا ما اتخذ صاحبة و لا
ولدا﴾ ”اور ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے اس نے کسی کو نہ اپنی بیوی بنایا ہے اور نہ بیٹا“۔ دعائے جوشن کبیر
میں بھی آیا ہے: یا من تعالیٰ جدہ ۔

۲۔ ریاض النضر ج ۲ ص ۱۸۹ (ج ۳ ص ۱۳۶)

۳۔ تاریخ خطیب ج ۳ ص ۲۸۹ (نمبر ۱۳۷۶)

پھر حافظ جزری لکھتے ہیں: قدیم زمانے سے آج تک یہی مشہور ہے علی سے وہی دشمنی کرے گا جو نازادہ ہوگا۔ (۱)

یہ تھے کتاب ”حیات محمد“ کے یہودہ بیانات کے بعض نمونے۔ قرآن مجید میں تحریف اور شیعوں پر بے بنیاد اور بے پناہ تہمتوں سے متعلق ایسی بہت سی کتابیں پائی جاتی ہیں۔ حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ ”عادل زعیتز“ ان گمراہ کن باطل اقوال کی نشر و اشاعت میں خود کو معذور سمجھتا ہے اور مقدمہ کتاب میں لکھتا ہے:

”میں اس کتاب پر حاشیہ لگانا چاہتا تھا، لیکن میں نے دیکھا یہ کام ترجمہ کرنے سے مجھے روک دے گا۔“

کیا یہ عدالت ہے کہ دینی معاشرے میں ایسے زہر ہلاہل بھر کر اس سے معذرت طلب کی جائے؟! کیا آدمی اس حد تک جاہل و ظالم خلق کیا گیا ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يُعَلِّمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

”جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ صاحبان ایمان کے درمیان بدکاری کا چرچا کریں، ان کے لئے بڑا دردناک عذاب ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اللہ سب کچھ جانتا ہے صرف تم نہیں جانتے۔“ (۲)

تیسرا باب

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی شادی

رسول خداؐ نے زمین کے پانچویں حصہ کے مہر پر حضرت علیؑ سے جناب فاطمہ کی شادی کی۔

عبدی کو فی اس طرح نغمہ سراہیں:

آل النبی محمد	اہل الفضائل والمناقب
المرشدون من العمی	والمنقدون من اللواذب (۱)
الصادقون الناطقون	السابقون الی الرغائب
فولاهم فرض من الر	حمن فی القرآن واجب
وہم الصراط فمستقیم	فوقہ ناج وناکب
اختارہ و اختارہا	طہرین من دنس المعائب
اسماہما قرنا علی سطر	بظل العرش راتب
کان الالہ ولیہا و	امینہ جبریل خاطب
ونہابہا من حمل طوبی	طیت تلک المناہب (۲)

۱۔ اللواذب یعنی مصائب و آلام

۲۔ اعیان الشیعہ (ج ۷ ص ۲۷۰)

”رسول خداؐ کے اہل بیتؑ بہترین فضائل و مناقب کے حامل ہیں، تاریکی میں ہدایت کرنے والے اور سختیوں سے نجات دینے والے ہیں، وہ قول میں سچے اور نیک کاموں میں سبقت کرنے والے ہیں، ان کی ولایت خدا کی طرف سے قرآن میں واجب قرار دی گئی ہے، وہ صراطِ مستقیم ہیں، ان کی راہ پر چلنے والے کامیاب، اور کچھ ان سے منحرف ہیں۔ صدیقہؑ، اس صدیق کے لئے خلق فرمائی گئی ہیں جو حسب و نسب کے اعتبار سے شریف ہیں، خدا نے ان دونوں حضرات کا اس حالت میں انتخاب فرمایا کہ وہ ہر پلیدی اور عیوب سے پاک تھے، ان دونوں کے نام ظل عرش پر ایک ساتھ ایک ہی سطر میں مرقوم ہیں، خدا صدیقہ کے عقد کا ولی اور اس کے امین جبرئیل عقد پڑھنے والے تھے، ان کا مہر روئے ارض کا پانچواں حصہ تھا جو تمام عطایا میں سب سے بہتر تھا، ان پر طوبیٰ کے شاداب پھل نثار (۱) کئے گئے اور ان کا نچھاور پاک و پاکیزہ تھا۔“

اشعار میں موجود احادیث کی وضاحت

شاعر کے شعر ”الصادقون.....“ میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے جو قرآن کی اس آیت کے بارے میں مروی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ ”اے صاحبانِ ایمان! (خدا کی مخالفت) سے دور رہو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔“ (۲)

۱۔ نثار کو اس لئے ”نہاب“ کہتے ہیں کیونکہ لوگ اسے اٹھانے اور دلہا دلہن پر نچھاور اور نثار کرنے کے لئے ہجوم اور ایک دوسرے پر سبقت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

حافظ ابو نعیم، ابن مردویہ، ابن عساکر (۱) اور دوسروں نے جابر اور ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ای کونوا مع علی بن ابی طالب ”آیت کا مقصود یہ ہے کہ علی بن ابی طالب کے ساتھ ہو جاؤ۔“

اس روایت کو گنجی شافعی نے کفایہ اور سیوطی نے درمنثور میں نقل کیا ہے۔ (۲)
شاعر نے اس شعر ”السابقون الی الرغائب“ میں قرآن کی اس آیت ﴿السابقون السابقون ، اولئک المقربون﴾ (تیسرا گروہ) سابق ہے، وہ مقرب ہیں۔ (۳) کی جانب اشارہ کیا ہے۔

ابن مردویہ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ یہ آیت مومن آل فرعون ”حز قیل“، ”حبیب نجار“ (جن کا ذکر سورہ لیس میں آیا ہے) اور حضرت علی بن ابی طالبؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے، ان میں سے ہر ایک اپنی امت میں (از حیث ایمان) سابق تھے اور حضرت علیؑ ان سب میں افضل ہیں۔

ابن ابی حاتم کی روایت میں حز قیل کے بجائے ”یوشع بن نون“ کا تذکرہ ہے۔
سیوطی نے درمنثور، ابن حجر نے صواعق اور سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔ (۴)

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق (ج ۱۲ ص ۷۳۰ نمبر ۹۳۰)

۲۔ کفایہ الطالب ص ۱۱۱ (ص ۲۳۶ باب ۶۲)؛ درمنثور ج ۳ ص ۲۹۰ (ج ۴ ص ۳۱۶)

۳۔ واقعہ ۱۱، ۱۰

۴۔ درمنثور ج ۶ ص ۱۵۴ (ج ۸ ص ۶)؛ صواعق محرقہ ص ۷۴ (۱۲۵)؛ تذکرۃ الخواص ص ۱۱ (ص ۱۷)

شاعر کا شعر

فولاهم فرض من الرّحمان في القرآن واجب

شاعر نے اس شعر میں آیہ مودت کی جانب اشارہ کیا ہے: ﴿قُلْ لَا اسئلكم عليه اجرا الا المودة في القربى ومن يقترب حسنة نزد له فيها حسنا﴾ ”آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا علاوہ اس کے کہ میرے اقرباء سے محبت کرو اور جو شخص بھی کوئی نیکی حاصل کرے گا، ہم اس کی نیکی میں اضافہ کر دیں گے کہ بے شک اللہ بہت زیادہ بخشنے والا اور قدرداں ہے“۔ (۱)

کتابوں میں اس آیہ مبارکہ کے متعلق بہت سی روایتیں اور بے پناہ اقوال مذکور ہیں، یہاں ان سب کے ذکر کا محل نہیں، صرف بعض کی جانب اشارہ کیا جا رہا ہے:

۱۔ احمد نے مناقب میں اور ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ، واحدی، ثعلبی، ابو نعیم اور بغوی نے اپنی اپنی تفسیروں میں اور ابن مغازلی نے مناقب میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول خداؐ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! جن رشتہ داروں کی مودت و محبت واجب قرار دی گئی ہے، وہ کون ہیں؟ فرمایا: علی و فاطمہ و ابنہما ”علی فاطمہ اور ان کے دونوں فرزند“۔ (۲)

۲۔ حافظ طبری، ابن عساکر اور حاکم حسکانی نے مختلف طرق سے ابو امامہ بابلی سے، اور انہوں نے رسول خداؐ سے نقل کیا ہے:

۱۔ شوری ۲۳/

۲۔ مناقب علی (ص ۱۸۷ حدیث ۲۶۳)، المعجم الکبیر (ج ۱۱ ص ۳۵۱ حدیث ۱۲۲۵۹)؛ الکشف والبيان تفسیر آیہ ۲۳ شوری؛ مناقب ابن مغازلی (ص ۳۰۹-۳۰۷ حدیث ۳۵۲)؛

ان الله خلق الانبياء من اشجار شتى و خلقنى من شجرة واحدة فانا اصلها و على فرعها و فاطمه لقاحها و الحسن و الحسين ثمرها؛ فمن تعلق بغصن من اغصانها نجا و من زاغ عنها هوى ولو ان عبدا عبد الله بين الصفا و المروة الف عام ثم الف عام ثم الف عام ثم لم يدرک صحبتنا كبه الله على منخريه فى النار ” بے شک خداوند عالم نے انبیاء کو مختلف درخت سے خلق کیا اور مجھے ایک درخت سے۔ میں اس درخت کی جڑ اور علیؑ اس کی شاخ ہیں، فاطمہ اس کی چھال اور حسن و حسین اس کے پھل ہیں۔ لہذا جو بھی اس کی کسی ٹہنی سے وابستہ ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے منحرف ہو گیا وہ ہلاک ہو گیا۔ اگر کوئی بندہ صفا و مروہ کے درمیان تین ہزار سال تک عبادت کرے لیکن ہم سے وابستہ نہ رہے تو خدا اسے منہ کے بھل جہنم میں جھونک دے گا۔“ پھر آنحضرت نے آیہ مبارکہ ﴿قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة فى القربى﴾ کی تلاوت فرمائی۔ (۱)

گنجی شافعی نے بھی کفایہ میں یہ روایت نقل کی ہے۔ (۲)

۳۔ احمد اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے آیہ مبارکہ ﴿و من یقترب حسنة نزد له فیہا حسنة﴾ (۳) ”جو بھی نیک عمل انجام دے گا ہم اس کی نیکی میں اضافہ کریں گے“ کے متعلق لکھا ہے کہ حسنہ سے مراد اہل بیت کرام کی مودت و محبت ہے۔ (۴)

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق (ج ۱۲ ص ۱۴۳)؛ اور حالات امام علی بن ابی طالب (نمبر ۱۷۸، ۱۷۹)؛ شواہد التنزیل (ج ۲ ص ۲۰۳ ح ۸۳۷)

۲۔ کفایہ الطالب ص ۱۷۸ (ص ۳۱۷ باب ۸۷) ۳۔ شوری ۲۳

۴۔ فضائل الصحابة (ج ۲ ص ۶۶۹ ح ۱۱۴۱)

۴۔ ابو طفیل سے منقول ہے کہ حسن بن علی بن ابی طالب نے خطبہ پڑھا، خدا کی حمد و ثنا کی اور خاتم الاوصیاء، وصی انبیاء یعنی حضرت علیؑ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

ایہا الناس لقد فارقکم رجل ما سبقہ الاولون و لا یدرکہ الآخرون ،
لقد کان رسول اللہ یعطیہ الراية فیقاتل جبریل عن یمینہ و میکائیل عن
یسارہ فما یرجع حتی یفتح اللہ علیہ ولقد قبضہ اللہ فی اللیلۃ الی قبض
فیہا وصی موسی و عرج بروحہ فی اللیلۃ الی عرج فیہا بروح عیسی
بن مریم و فی اللیلۃ الی انزل اللہ عزوجل فیہا الفرقان واللہ ما ترک
ذہبا ولا فضة وما فی بیت مالہ الا سبعمئة و خمسون درہما فضلت من
عطاءہ اراد ان یشتری بها خادما لام کلثوم ”اے لوگو! ایسا شخص تم سے جدا ہوا
ہے کہ ماضی کے لوگ اس پر سبقت نہ لے جاسکے نہ آئندہ والے ان تک پہنچ سکیں گے۔
وہ رسول خداؐ کے علمبردار تھے۔ جن کے داہنی طرف جبریل اور بائیں طرف میکائیل
ہوتے تھے۔ اس نے میدان سے کبھی فرار اختیار نہیں کیا۔ خدا نے ان کے نصیب میں فتح و
کامرانی لکھ دی تھی، بے شک خدا نے ان کی روح اس رات قبض فرمائی جس رات وصی
موسیٰ یوشع بن نون کی روح قبض ہوئی تھی، اسی رات عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے اور اسی
شب قرآن اتر ا۔ خدا کی قسم انہوں نے مال دنیا اور درہم و دینار میں سے صرف سات سو
پچاس درہم چھوڑے ہیں، جو انفاق و بخشش کے بعد بچ گیا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ اس سے
ام کلثوم کے لئے ایک غلام خریدیں۔“

پھر فرمایا: من عرفنی فقد عرفنی و من لم یعرفنی فانا الحسن بن محمد
”جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ میں حسن بن محمد ہوں

پھر سورہ یوسف کی اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿وَاتَّبَعَتْ مَلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَاسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ﴾ ”میں اپنے باپ دادا ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے راستے کا پیرو ہوں“۔ اس کے بعد قرآن مجید کی بعض آیات کی تلاوت کی۔ (۱)

پھر فرمایا: انا ابن البشير، وانا ابن النذير، انا ابن النبي انا ابن الداعي الى الله باذنه وانا ابن السراج المنير وانا ابن الذي ارسل رحمة للعالمين وانا من اهل البيت الذين اذهب الله عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا وانا من اهل البيت الذين افترض الله عز وجل مودتهم وولايتهم فقال فيما انزل على محمد ﴿قُلْ لَا اسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اجْرًا اِلَّا الْمُوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ...﴾ ”میں فرزند بشیر و نذیر، فرزند سیمبر ہوں، میں اس کا بیٹا ہوں جو لوگوں کو اس کے اذن سے خدا کی طرف دعوت دیتا ہے، میں فرزند سراج منیر ہوں۔ میں فرزند رحمۃ للعالمین ہوں، میں اہل بیت کی فرد ہوں، جسے خدا نے اسی طرح پاک رکھا جو پاک رکھنے کا حق تھا، میں اہل بیت کی فرد ہوں جسکی مودت فرض ہے اور خدا نے جس کے لئے آیہ مودت نازل فرمائی“۔

اس روایت کو باز اور طبرانی نے کبیر میں، ابوالفرج نے مقاتل الطالیین میں، ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اور ابن حجر نے صواعق میں نقل کیا ہے۔ (۲)

۱۔ یوسف ۳۸

۲۔ معجم الکبیر (ج ۳ ص ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳

ابن حجر صواعق میں لکھتے ہیں:

”دیلمی نے ابوسعید خدری سے نقل کیا ہے کہ رسول اسلام نے فرمایا: وقفوہم انہم مسئلون عن ولایۃ علی“ انہیں روکنا کہ ولایت علی کے بارے میں سوال کیا جائے، گویا یہی واحدی کا مقصود ہے جو اس نے کہا: آیۃ مبارکہ ﴿وقفوہم انہم مسئلون﴾ (۱) کے متعلق کہا ہے کہ ان سے علیؑ اور ان کے اہل بیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا؛ اس لئے کہ خداوند عالم نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کو آگاہ کر دیں کہ ان سے کوئی اجر رسالت نہیں چاہتے سوائے ان کے اہل بیت کی مودت و محبت کے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں سے پوچھا جائے گا: کیا تم نے رسول خدا کی تاکید کے مطابق ان کے اہل بیت سے محبت کی یا ان کی سفارش کو ضائع کر دیا اور رسولؐ کے حکم پر عمل نہیں کیا لہذا باز پرس کی جائے اور خاندان رسالت سے جیسا برتاؤ کیا ہے اس کا نتیجہ حاصل کریں۔“ (۲)

شاعر کا شعر

وہم الصراط فمستقیم فوقہ ناج و ناکب
تغابی نے ”الکشف والبیان“ میں آیۃ مبارکہ ”اهدنا الصراط المستقیم“ کے ذیل میں مسلم بن حیان سے نقل کیا ہے کہ میں نے ابو بربیدہ کو کہتے سنا ہے: صراط محمد و آلہ ”وہ محمد و آل محمد کا راستہ ہے“۔ (۳)

حموینی نے اپنی کتاب ”فرائد“ میں اصبح بن نباتہ کے حوالے سے حضرت علیؑ سے آیہ مبارکہ ”وَإِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنَّاَكِبُونَ (۱)“ (اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہیں وہ سیدھے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں) کے ذیل نقل کیا ہے کہ الصراط ولایتنا اہل البیت ”صراط مستقیم، ہم اہل بیت کی ولایت ہے۔“ (۲)

خوارزمی نے مناقب میں نقل کیا ہے: الصراط صراطان: صراط فی الدنیا، و صراط فی الآخرة؛ فاما صراط الدنیا فهو علی بن ابی طالب واما صراط الآخرة فهو جسر جہنم من عرف صراط الدنیا جاز علی صراط الآخرة ”صراط دو ہیں: ایک دنیا کا راستہ، اور دوسرے آخرت کا راستہ۔ دنیا کا راستہ ”علی بن ابی طالب“ ہیں اور آخرت کا راستہ، جہنم کا ”پل“ ہے، جو دنیا کے راستے کی معرفت حاصل کر لیتا ہے وہ آخرت کے راستے سے گزر جائے گا۔“

متذکرہ حدیث کی وضاحت وہ روایت کر رہی ہے جسے ابن عدی اور دیلمی نے رسول خداؐ سے نقل کیا ہے: اثبتکم علی الصراط اشدکم حبالا اہل بیتی و لاصحابی ”تم میں راہ مستقیم پر سب سے زیادہ ثابت قدم وہ ہے جو سب سے زیادہ میرے اہل بیت اور میرے حقیقی اصحاب سے محبت کرتا ہے۔“ (۳)

۱۔ مومنون ۷۴

۲۔ فرائد السمطين (ج ۲ ص ۳۰۰ ح ۵۵۶)

۳۔ صواعق المحرقة ص ۱۱۱ (ص ۱۸۷)؛ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۶ ص ۳۰۲ نمبر ۹۱)

شاعر کا شعر: ”صدیقہ.....“۔

اس سے مراد فاطمہ بنت محمدؐ ہیں کہ ان کے والد نے ابوسعید کی روایت کے مطابق آپ کو اس نام سے موسوم فرمایا تھا، آنحضرت نے حضرت علیؑ سے فرمایا: او تیت ثلاثا لم یوتهن احد ولا انا او تیت صھرا مثلی و لم اوت انا [مثلك] (۱) و او تیت زوجة صدیقة مثل ابنتی و لم جاوت مثلهما زوجة و او تیت الحسن والحسین من صلبک و لم اوت من صلبی مثلهما و لکنکم منی و انا منکم ”تمہیں تین فضیلتیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھے بھی نہیں دی گئیں: میرے جیسا سریہ تمہارا نصیب ہے لیکن مجھے ویسا سر نہیں ملا، زوجہ کے طور پر فاطمہ جیسی میری بیٹی تمہیں ملی لیکن مجھے ایسی زوجہ نہیں ملی، تمہارے صلب سے حسن و حسین تمہیں ملے جو مجھے نہیں ملے، لیکن تم سب مجھ سے ہو اور میں تم سب سے ہوں۔ (۲)

شاعر کا شعر: ”صدیق.....“۔

اس سے مراد ”امیر المومنین“ ہیں جو اس امت کے صدیق ہیں اور یہ انہیں کا مخصوص لقب ہے۔ محب الدین طبری اپنی کتاب ”ریاض“ میں لکھتے ہیں: ”بے شک رسول خداؐ نے انہیں صدیق کا لقب دیا۔ بخدی کا کہنا ہے: وہ یعسوب امت (امت کے بزرگ اور رہبر) اور صدیق اکبر کے لقب سے ملقب تھے۔“ (۳)

اس سلسلے میں بے شمار روایتیں ہیں جن میں سے بعض کی جانب اشارہ کیا جا رہا ہے:

۱۔ اصل کتاب الغدیر میں لفظ ”مثلی“ ہے لیکن ہم نے ماخذ کی جانب رجوع کر کے اس کی تصحیح کی ہے۔

۲۔ ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۰۲ (ج ۳ ص ۱۵۲) ۳۔ ریاض النضرہ (ج ۳ ص ۹۴، ۹۵)

۱۔ ابن نجار اور احمد نے مناقب میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا:
الصدیقون ثلاثة : حزقیل مومن آل فرعون و حبیب النجار صاحب آل
یاسین و علی بن ابی طالب ”صدیق تین ہیں: مومن آل فرعون ”حز قیل“، آل
یاسین ”حبیب نجار“ اور حضرت علیؑ بن ابی طالب۔ (۱)

۲۔ رسول خداؐ سے منقول ہے: ان هذا اول من آمن بی، و هو اول من
یصافحنی یوم القيامة و هو الصديق الاكبر و هذا فاروق هذه الامة، یفرق
بین الحق و الباطل و هذا یعسوب المومنین ”بے شک یہ شخص مجھ پر سب سے
پہلے ایمان لانے والا اور وہ پہلا شخص ہے جو قیامت کے دن مجھ سے مصافحہ کرے گا، وہ
صدیق اکبر اور اس امت کا فاروق ہے جو حق و باطل کو ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے، وہ
مومنین کا یعسوب (امیر) ہے۔“

اس روایت کو طبرانی نے سلمان و ابوذر سے اور حافظ گنجی نے کفایہ میں ابن عساکر کے
طریق سے نقل کیا ہے۔ (۲)

گنجی کے مطابق حدیث کا آخری ٹکڑا یہ ہے: و هو بابی الذی اوتی منه و هو
خليفة من بعدی ”وہ میرا دروازہ ہے ایسا دروازہ جس سے داخل ہونا ضروری ہے، وہ
میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔“

۱۔ مناقب علی (ص ۱۳۱ ج ۱۹۴)

۲۔ المعجم الکبیر (ج ۶ ص ۲۶۹ حدیث ۶۱۸۴)؛ کنز العمال ج ۶ ص ۵۶ (ج ۱۱ ص ۶۱۶ ج ۳۲۹۹۰) کفایہ گنجی ص

۷۹ (ص ۸۷ باب ۴۴)؛ تاریخ مدینہ دمشق (ج ۱۲ ص ۱۳)

۳۔ رسول اسلامؐ سے منقول ہے: قال لی ربی عزوجل لیلة اسری بی : من خلفت علی امتک یا محمد؟ قال :قلت : یا رب انت اعلم ، قال : یا محمد انتجتک (۱) برسالتی ، و اصطفتک لنفسی و انت نبی و خیرتی من خلقی ؟ ثم الصدیق الاکبر الطاهر المطهر الذی خلقته من طینتک و جعلته وزیرک و ابا سبطیک السیدین الشہیدین الطاہرین المطہرین سیدی شباب اهل الجنة و زوجته خیر نساء العالمین انت شجرة و علی اغصانها و فاطمة و ورقها و الحسن و الحسین ثمارها خلقتها من طينة علیین و خلقت شیعتکم منکم انهم لو ضربوا علی اعناقهم بالسیوف ما ازدادوا لکم الا حبا ، قلت یا رب و من الصدیق الاکبر؟ قال اخوک علی بن ابی طالب ”معراج کی رات خداوند عالم نے مجھ سے فرمایا: اپنی امت میں کس کو خلیفہ بناؤ گے؟ میں نے عرض کی: خدایا! تو بہتر جانتا ہے۔ خدا نے فرمایا: میں نے تجھے رسالت کے لئے چن لیا، اپنے کے لئے منتخب کر لیا، تو میرا نبی ہے، میری بہترین مخلوق ہے۔ پھر صدیق اکبر، طاہر، مطہر کو جسے میں نے تیری طینت سے خلق کیا ہے اسے تیرا وزیر بنایا ہے، وہ تیرے سبطین، دونوں سید، دونوں شہید، دونوں طاہر، اور جو انسان جنت کے سردار کا باپ ہے، اس کی زوجہ تمام عالمین کی عورتوں کی سردار ہے، تم درخت ہو علی شاخ ہیں فاطمہؑ اس کا پتہ ہیں، حسنینؑ اس کے پھل ہیں، ان دونوں کو طینت علیین سے پیدا کیا اور تمہارے شیعوں کو تم سے پیدا کیا، اگر ان شیعوں کی گردنوں کو تلوار سے کاٹ بھی دیا جائے تب بھی ان کی محبت میں کوئی کمی نہیں ہوگی، میں نے پوچھا: خدایا! صدیق اکبر کون ہے؟ فرمایا: تیرا بھائی علی بن ابی طالب۔“

اس روایت کو قرشی نے شمس الاخبار میں نقل کیا ہے۔ (۱)

۴۔ حضرت علیؑ سے منقول ہے: انا عبد اللہ و اخو رسولہ و انا الصديق الاکبر لا یقولہا بعدی الا کذاب مفتر لقد صلیت قبل الناس سبع سنین ”میں بندہ خدا، رسول خدا کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں، میرے بعد ایسی باتیں کوئی بہت بڑا جھوٹا ہی کر سکتا ہے، بے شک میں نے لوگوں سے سات سال پہلے نماز ادا کی ہے“۔

اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے صحیح سند سے، نسائی نے خصائص میں موثق راویوں کی سند سے اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں صحیح سند سے نقل کیا ہے۔ (۲)

شاعر کا شعر

اسما ہا قرنا علی سطر بظل العرش راتب

اس شعر میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ جناب فاطمہؑ، ان کے والد، شوہر اور ان کے دونوں فرزند کے اسماء سایہ عرش پر اور دروازہ جنت پر لکھے ہیں۔ چنانچہ خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں اس روایت کو ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا: لیلۃ عرج بی الی السماء رایت علی باب الجنة مکتوبا لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ، علی حبیب اللہ الحسن و الحسین صفوة اللہ فاطمہ خیرۃ اللہ علی مبغضیہم لعنة اللہ ”میں نے شب معراج باب جنت پر لکھا ہوا دیکھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں، علی خدا کے حبیب ہیں،

۱۔ مسند شمس الاخبار ص ۳۳ (ج ۱ ص ۸۹)

۲۔ المصنف (ج ۱۲ ص ۶۵/ج ۱۲۳۳)؛ خصائص امیر المومنین ص ۳ (ص ۲۵/ج ۷)؛ سنن کبریٰ (ج ۵ ص

۱۰۷/ج ۸۳۹۵)؛ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۷ (ج ۱ ص ۴۴/ج ۱۲۰)

حسن و حسینؑ اور فاطمہؑ، خدا کے منتخب بندے ہیں، ان کے دشمنوں پر خدا کی لعنت ہے۔“ (۱)
اس روایت کو خطیب خوارزمی نے مناقب میں نقل کیا ہے۔ (۲)

شاعر کا شعر

كان الاله وليها و امنيہ جبريل خاطب
اس شعر میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ جناب فاطمہ کو حضرت علیؑ کے عقد میں
خود خداوند عالم نے دیا ہے، وہ اس کا ولی اور جبریل امین ان کا عقد پڑھنے والے تھے۔
چنانچہ جابر بن سمرہ سے منقول ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: ایہا الناس! ہذا علی
بن ابی طالب انتم تزعمون انی انا زوجتہ ابنتی فاطمة ولقد خطبها الی
اشراف قریش فلم اجب کل ذلک اتوقع الخبر من السماء حتی جاءنی
جبرئیل لیلۃ اربع و عشرين من شهر رمضان فقال: یا محمد! العلی
الاعلیٰ یقرأ علیک السلام وقد جمع الروحانیین والکروبییین فی واد
یقال له: الافیح تحت شجرة طوبی و زوج فاطمة علیا و امرنی فکنت
الخطاب واللہ تعالیٰ الولی ”اے لوگو! یہ علی بن ابی طالب ہیں، کیا تم سمجھتے ہو کہ میں
نے اپنی بیٹی کا عقد کیا ہے؟ اکثر اشراف قریش نے ان سے شادی کی تمنا کی لیکن میں نے
کوئی جواب نہیں دیا اور یہ ساری باتیں اس لئے تھیں کہ میں آسمانی خبر کا منتظر تھا یہاں تک
کہ جبریل رمضان المبارک کی چوبیسویں شب کو نازل ہوئے اور کہا: اے محمد! خدائے
بزرگ نے آپ کو سلام کہا ہے، اور تمام ملائکہ و روحانیوں کو وادی افح میں شجر طوبی کے نیچے

جمع کر کے فاطمہ کو علیؑ کے عقد میں دیا ہے۔ میں عقد پڑھنے والا اور خدا اس کا ولی و سرپرست تھا۔“ (۱)

شاعر کا شعر

والمهر خمس الارض مو هبة تعالت فى المواهب
اس شعر میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے جسے حمویؒ نے فرائد میں نقل کیا ہے:
رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا: یا علی! ان الارض لله یورثها من یشاء من عبادہ، وانہ
اوحى الی ان ازوجک فاطمہ علی خمس الارض، فہی صداقہا فمن مشى علی
الارض وهو لکم مبغض فالارض حرام علیہ ان یمشی علیہا ”اے علی! زمین خدا کی
ملکیت ہے وہ اپنے جس بندے کو چاہے عطا کرے، اس نے مجھے وحی فرمائی ہے کہ میں اس
زمین کے پانچویں حصے کو فاطمہ کا مہر قرار دے کر ان کا عقد پڑھ دوں، اب جو شخص بھی تم سے
دشمنی رکھے گا اور زمین پر راستہ چلے گا اس کا راستہ چلنا اس پر حرام ہے۔“ (۲)

شاعر کا شعر

ونہابها من حمل طوبی طیبت تلک المناہب
اس شعر میں حدیث ثار (محفل عقد میں موجود حاضرین دلہا دلہن پر پھول نچھاور
کرتے ہیں) کی طرف اشارہ ہے کہ بلال بن حمامہ سے منقول ہے کہ ایک دن رسول خداؐ
ہم لوگوں کے سامنے مسکراتے ہوئے تشریف لائے، آپ کا چہرہ چاند کی طرح درخشاں تھا
، عبدالرحمن بن عوف نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ نور کیسا ہے؟ فرمایا: بشارۃ اتنتی من ربی

فی اخی وابن عمی بان اللہ زوج علیا من فاطمة و امر رضوان خازن الجنان فہز شجرة طوبی فحملت رقاعا [یعنی صکا کا] بعدد محبی اہل البيت و انشا تحتہا ملائکة من نور و دفع الی کل ملک صکا کا فاذا استوت القيامة باہلہا نادت الملائکة فی الخلائق فلا یبقی محب لاہل البيت الا دفعت له صکا فیہ فکا کا من النار فصار اخی وابن عمی و بنتی فکا کا رقاب رجال و نساء امتی من النار ”یہ اس بشارت پروردگار کی وجہ سے ہے، جو میرے بھائی اور ابن عم کے بارے میں دی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا نے فاطمہ کا عقد علی سے کر دیا، پھر خازن جنت رضوان کو حکم ہوا کہ شجر طوبی کو ہلائے، شجر طوبی سے شیعیان اہلبیت کے برابر پتے گرے، ہر ایک میں جہنم سے نجات کا پروانہ درج تھا اور ہر پتے کے ساتھ ایک فرشتہ خلق فرمایا اور ہر فرشتے کے ہاتھ میں وہ پروانہ دے دیا، جب قیامت برپا ہوگی فرشتے لوگوں کو بلائیں گے اور ہر محب اہلبیت کے ہاتھ میں وہ پروانہ دیں گے، اس طرح فاطمہؑ و علیؑ میری امت کو جہنم سے نجات دلانے والے ہیں۔“

اس روایت کو خطیب نے اپنی تاریخ، ابن اثیر نے اسد الغابہ اور ابن حجر نے صواعق میں نقل کیا ہے۔ (۱)

جناب زہرا سلام اللہ علیہا کی شادی کی رات جبریل امین جنت سے

لباس لائے:

عبدی کے بعض اشعار:

اذ اتته البتول فاطم تبکی و توالی شہیقہا والزفیرا
اجتمعن النساء عندی و اقبلن یطلن التفریع والتعیرا
قلن ان النبی زوجک الیوم علیا بعلا معیلا فقیرا
قال یا فاطم اصبری واشکری اللہ ہ فقد نلت منہ فضلا کبیرا
امر اللہ جبریل فنادی معلنا فی السماء صوتا جہیرا
اجتمعن الاملاک حتی اذا ما وردوا بیت ربنا المعمور
قام جبریل خاطبا یکثر ال تحمید للہ جل والتکبیر
خمس ارضی لہا حلال فصیر ہ علی الخلق دونہا مبرورا
نشرت عند ذاک طوبی الحور من المسک والعیر نثیرا (۱)

”جس وقت جناب فاطمہ رسول اسلام کی خدمت میں آئیں حالانکہ وہ بہت زیادہ گریہ کر رہی تھیں اور ان کی فریاد و نغاں مسلسل جاری تھی (اور کہا:) عورتیں میرے گرد جمع ہو کر مجھ پر طعن کر رہی ہیں کہ نبیؐ نے تمہیں مفلس و فقیر کے حوالے کر دیا، رسولؐ نے فرمایا: فاطمہؑ صبر کرو، خدا کا شکر بجالاؤ کہ اس نے تمہیں عظیم فضیلت سے بہرہ مند فرمایا ہے، خدا نے جبریل کو حکم دیا تو اس نے آسمان پر صدا بلند کی، فرشتے جمع ہوئے اور جب بیت المعمور میں داخل ہوئے اور جبریل نے کھڑے ہو کر خدا کی حمد و ثنا کی اور اس طرح خطبہ پڑھا:

۱۔ یہ اشعار علی بن حماد عبدی کے طویل قصیدہ کا جزء ہیں جن کے حالات زندگی تلخیص الغدیر کے ص ۳۸۷-۳۸۸ ملاحظہ ہو

زمین کا پانچواں حصہ مہر فاطمہؑ ہے، اور اسی ایک پنجم کو خدا نے مخلوقات کے لئے حلال قرار دیا ہے، اس وقت درخت طوبیٰ نے مشک و عنبر (۱) حوروں پر نثار کیا۔“

اشعار کی وضاحت

اذ انتہ البتول فاطمہ تبکی و توالی شہیقہا والزفیرا
اس شعر میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے جسے حافظ عبدالرزاق نے اپنی تاریخ میں ابن عباس سے نقل کیا ہے:

جب رسول خداؐ نے فاطمہ کو حضرت علیؑ کے عقد میں قرار دیا تو فاطمہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے ایک ایسے مفلس کے حوالے کر دیا جس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: کیا یہ جان کر راضی نہیں ہوگی کہ خداوند عالم نے اہل زمین میں سے صرف دو افراد کو منتخب فرمایا ہے: ایک تیرا باپ اور دوسرا تیرا شوہر۔ (۲)

حاکم نے مستدرک میں اس روایت کو نقل کر کے اسے صحیح کہا ہے۔ (۳)

نزمۃ المجالس میں ”العقائق“ کے حوالے سے منقول ہے:

”فاطمہؑ نے شب عروسی گریہ کیا، رسولؐ نے وجہ پوچھی تو عرض کی کہ آپ جانتے ہیں کہ میں دنیا پرست نہیں ہوں لیکن سوچتی ہوں کہ علیؑ آئیں گے اور پوچھیں گے کہ اپنے ساتھ کیا لائی ہو؟ فرمایا: مطمئن رہو علیؑ ہمیشہ راضی برضا رہتے ہیں (خدا ان سے راضی ہے

۱۔ ایک خوشبودار شئی جو مشک اور کافور اس جیسی چیزوں سے مل کر تیار ہوتی ہے۔

۲۔ تاریخ عبدالرزاق ج ۴ ص ۱۹۵

۳۔ مستدرک علیٰ الصحیحین ج ۳ ص ۱۲۹ (ج ۳ ص ۱۴۰ ح ۶۴۵)

وہ خدا سے راضی ہیں)۔ جناب فاطمہؑ کی شادی کے کچھ ہی دنوں بعد ہی ایک یہودی لڑکی کی شادی ہوئی، وہ دولت مند تھی، اس نے بہت سی عورتوں کو شادی میں مدعو کیا تھا، سب نے لباس فاخرہ پہن رکھے تھے اور کہا: آج چاہتے ہیں دختر محمدؐ کی محتاجی کا تماشہ بھی دیکھیں، لہذا انہوں نے بی بی کو مدعو کیا تو جبریل جامہٴ بہشت لے کر آئے، فاطمہؑ اسے پہن کر یہودی عورتوں کے درمیان پہونچیں، چاروں طرف نور پھیل گیا، عورتوں نے پوچھا: یہ لباس کہاں سے لائیں؟ فرمایا: میرے والد ماجد نے دیا۔ پوچھا: تمہارے والد کہاں سے لائے؟ جواب دیا: جبریل سے۔ پوچھا: وہ کہاں سے لائے تھے؟ کہا: بہشت سے۔ یہ سن کر تمام عورتیں مسلمان ہو گئیں۔ ان میں سے جن کے شوہر بھی مسلمان ہو گئے تھے ان کے ساتھ وہ عورتیں باقی رہیں جو مسلمان نہیں ہوئے تھے ان سے وہ عورتیں الگ ہو گئیں۔ (۱) اس قبل ہم نے اشعار میں موجود احادیث کی وضاحت پیش کر دی ہے۔

ابوبکر و عمر کی جناب فاطمہ سے شادی کی خواہش اور رسول خدا کا انکار:

۴۔ ابوبکر و عمر نے جناب فاطمہؑ سے شادی کا پیغام دیا، لیکن رسول خداؐ نے ان کا پیغام رد کرتے ہوئے فرمایا: اس سلسلے میں ابھی خدا کی جانب سے کوئی پیغام صادر نہیں ہوا ہے، اسی کے برعکس جب حضرت علیؑ نے پیغام دیا تو رسولؐ نے تامل کے بغیر قبول کر لیا اور جناب فاطمہؑ سے فرمایا: زوجتک اقدم الامة اسلاما ”میں نے تمہیں اولین مسلمان کی زوجیت میں دیا ہے۔“

اس روایت کو بعض اصحاب مثلاً اسماء بنت عمیس، ام ایمن، ابن عباس اور جابر بن عبد اللہ نے نقل کیا ہے۔ (۱)

۵۔ رسول خدا نے جناب فاطمہ (س) کو خبر دیتے ہوئے فرمایا: ان اللہ اطلع علی اهل الارض فاختار منهم اباک فبعثہ نبیا ثم اطلع الثانیہ فاختار بعلک فاحی الی فانکحتہ واتخذتہ وصیا ”بے شک خداوند عالم نے اہل زمین پر نگاہ ڈالنے کے بعد ان میں سے تمہارے باپ کو منتخب فرمایا اور اسے رسالت کے لئے مبعوث کیا، پھر دوبارہ نگاہ ڈالی اور تمہارے شوہر کو منتخب فرمایا اور مجھے وحی کی کہ اس سے تمہاری شادی کر دوں اور اسے اپنا وصی قرار دوں“۔ (۲)

صدیقہ طاہرہ کے ساتھ امیر المومنین کی معاشرت کو داغدار کرنے کی سعی:

رسول خدا نے امیر المومنین کو ابوتراب کے لقب سے ملقب فرمایا: یہ لقب ۲ھ کے جمادی الاول یا جمادی الثانی میں واقع غزوہٴ عسیرہ میں عطا کیا گیا جب رسول خدا نے امیر المومنین اور عمار یا سرکوزم زمین پر محو خواب دیکھا تو انھیں بیدار کیا اور حضرت علیؑ کو ہلا کر فرمایا: قم یا ابا تراب الا اخبرک باشقی الناس؟ رجليں: احیمر ثمود عاقر الناقہ والذی یضربیک علی ہذہ یعنی قرنہ فیخصب ہذہ منها یعنی

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۵۷ (ج ۱ ص ۲۲۸ خطبہ ۲۳۸)

۲۔ اس حدیث کو طبرانی نے ابویوب انصاری کے حوالے سے نقل کیا ہے: (معجم کبیر، ج ۴، ص ۱۷۱، حدیث ۴۰۴۶) کنز العمال، ج ۶، ص ۱۵۳ (ج ۱۱، ص ۶۰۴، حدیث ۳۲۹۲۳) اور پیشی نے مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۶۵ پر علی ہلالی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

”لحیتہ“ اے ابوتراب اٹھو! کیا میں تمہیں دو بد بخت ترین اور ذلیل انسانوں سے مطلع نہ کروں: ایک ناقہ صالح کو قتل کرنے والا، دوسرا وہ جو تمہارے فرق مبارک پر تلوار مار کر تمہاری ریش اقدس رنگین کرے گا۔“

اس حدیث کی سند صحیح ہے، حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری نے اسے مستدرک میں نقل کیا ہے اور پیشی نے اسے صحیح تسلیم کیا ہے، نیز مندرجہ ذیل افراد نے اسے نقل کیا ہے: امام احمد بن حنبل نے مسند میں، حاکم نے مستدرک میں، طبری نے تاریخ میں، ابن ہشام نے سیرۃ نبویہ میں اور ابن کثیر نے تاریخ میں..... (۱)

ہاں! ابن اسحاق نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے: رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو اس لئے ابوتراب کا لقب عطا فرمایا کیوں کہ وہ جب بھی کسی بات پر فاطمہ سے ناراض ہوتے تھے تو ان سے ناراضگی کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے اور نہ ہی ان سے کوئی بات کرتے تھے، صرف مٹی کا کچھ حصہ اپنے سر کے نیچے لگا کر لیٹ جاتے تھے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے: رسول خداؐ انہیں زمین پر جب بھی لیٹا ہوا دیکھتے تو سمجھ جاتے کہ آج فاطمہ سے جھگڑا ہوا ہے، اسی لئے ان سے فرماتے: مالک یا اباتراب ”اے ابوتراب! تمہیں کیا ہوا ہے؟“ (۲)

- ۱۔ مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۳ (ج ۵ ص ۳۲۶/ج ۱ ص ۸۵۷؛ ص ۳۲۷/ج ۱ ص ۸۶۲)؛ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۴۰ (ج ۳ ص ۱۵۱/ج ۱ ص ۸۶۹)؛ تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص ۲۶۱ (ج ۲ ص ۴۰۸ حوادث ۲)؛ سیرۃ نبویہ ج ۲ ص ۲۳۶ (ج ۲ ص ۲۴۹)؛ البدایۃ والنہایۃ ج ۳ ص ۲۴۷ (ج ۳ ص ۳۰۳ حوادث ۲)
- ۲۔ ابن ہشام نے سیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۲۳۷ (ج ۲ ص ۲۵۰) پر اور یحییٰ نے عمدۃ القاری، ج ۷ ص ۶۳۰ (ج ۲ ص ۲۱۴، ۲۶۳) پر اس روایت کو نقل کیا ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: یہ بکواس ان کینہ توز اور ذلیل افراد کا پروپیگنڈہ ہے جنہوں نے حضرت امیر المومنینؑ کے پاک و پاکیزہ دامن کو آلودہ کرنے اور صدیقہ طاہرہ کے ساتھ حضرتؑ کی معاشرت کو داغدار کرنے کے لئے گڑھ لیا ہے، اس میں فاطمہ زہرا (س) اور صدیق اکبر حضرت علیؑ کو اخلاقی اعتبار سے ان کے بلند ترین مرتبہ سے نیچے گرانے کی سازش ہے؛ اس لئے کہ یہ دونوں شخصیتیں قرآن مجید کی تصریح کے مطابق عصمت کی وجہ سے ہر طرح کی کینہ و دشمنی سے دور ہیں۔

جن کینہ توز اور ذلیل دشمنوں نے ان جعل سازیوں سے کل اپنے ہاتھ آلودہ کئے تھے اس کا نتیجہ آج اس صورت میں برآمد ہو رہا ہے کہ آج کے مورخ نے اپنی تاریخ کے صفحات کو اس بکواس سے سیاہ کیا ہے کہ:

”علی ہر جھگڑے اور نزاع کے بعد غضبناک ہو جاتے تھے اور مسجد میں سونے کی غرض سے باہر چلے جاتے تھے، ان کے چچیرے بھائی ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر انھیں حوصلہ دیتے، وعظ و نصیحت کرتے اور ان کے اور زوجہ کے درمیان ایک مدت تک اتحاد قائم کر دیتے تھے؛ ان کے درمیان جو جھگڑے ہوئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دن رسول خداؐ گھر میں آئے اور دیکھا کہ فاطمہ ان کے گھر میں ہیں اور علی نے ان کو جو طمانچہ مارا تھا اس کی وجہ سے گریہ کر رہی ہیں“۔ (۱)

حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری لکھتے ہیں:

”رسول خداؐ نے علی کے لئے جس لقب کا انتخاب کیا، بنی امیہ نے اسے علی کا عیب شمار

کیا، وہ اپنی حکومت کے زمانے میں منبروں سے ان پر لعنت کرتے اور اس نام کی وجہ سے ان کا مصحکہ اڑاتے تھے، جی ہاں! وہ لوگ تو اس کا مذاق اڑا رہے تھے جس نے ان کا یہ نام رکھا تھا، خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿قُلْ أِبَاللّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ﴾، لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ﴿﴾ ”کہہ دیجئے کہ کیا اللہ، اس کی آیات اور رسول کا تم مذاق اڑا رہے تھے، تو اب معذرت نہ کرو۔ تم نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا ہے“۔ (۱)

حدیث کے متعلق ایک کرامت

شیخ علاء الدین سکتواری ”محاضرة الاوائل“ (۲) میں لکھتے ہیں:

”علی بن ابی طالب وہ پہلے شخص ہیں جو ابوتراب کے نام سے موسوم ہوئے رسول خداؐ نے ان کو اس وقت یہ نام عطا فرمایا جب آپ نے دیکھا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور ان کی پشت گرد آلود ہے، چنانچہ انہوں نے مہربان لہجے میں فرمایا: قم یا اباتراب“ اے ابوتراب اٹھو۔ یہ ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ لقب تھا، نفس محمدی کی برکت کے بعد، ان کو ایک کرامت حاصل ہوئی، مٹی ان کو گزشتہ و آئندہ کے واقعات کی اطلاع دیتی تھی، لہذا اس واضح مطلب کو درک کریں۔“ (۳)

۱۔ توبہ/۶۵-۶۶

۲۔ محاضرة الاوائل ص ۱۱۳ (ص ۱۲۳)

۳۔ دلائل النبوة، بیہقی (ج ۳ ص ۱۲)

عبدالباقی آفندی عمری نے ایک ظریف نکتہ بیان کیا ہے: خلق اللہ آدم من تراب فهو ابن له وانت ابوہ ”خداوند عالم نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا لہذا آدم مٹی کے فرزند ہیں اور تم مٹی کے باپ ہو“۔

چوتھا باب

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے فضائل و مناقب

۱۔ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ذریت پر جہنم کی حرمت حسان کے بعض اشعار:

ان مریم احصنت فرجھا و جائت بعیسی کبدر الدجی
فقد احصنت فاطمہ بعدھا و جائت بسبطی نبی الہدی (۱)
”اگر چہ مریم نے عفت و پاکیزگی کے ساتھ زندگی گزاری اور تاریک رات میں چمکنے
والے عیسیٰ جیسے روشن چاند کو جنم دیا تو فاطمہؑ بھی وہ عفت مآب بی بی تھیں جنہوں نے حسن و
حسینؑ جیسے رسولؐ کے دونوں اسے ہدایت حق کے لئے پیش کئے۔“

حسان نے ان دونوں شعروں میں جناب فاطمہؑ کے متعلق رسول اسلامؐ سے مروی
اس صحیح روایت کی جانب اشارہ کیا ہے جس میں آپؐ نے فرمایا: ان فاطمہ احصنت
فرجھا فحرم اللہ ذریتھا علی النار ”فاطمہؑ نے اپنی عفت کا تحفظ کیا تو خدا نے ان
کی ذریت پر جہنم کو حرام قرار دیدیا۔“

حاکم نے مستدرک میں متذکرہ حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس حدیث
کے تمام اسناد صحیح اور معتبر ہیں۔ (۲)

۱۔ ابن شہر آشوب نے مناقب ج ۲ ص ۲۲ (ج ۳ ص ۴۰۹) پر ان اشعار کو نقل کیا ہے۔

۲۔ مستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۱۵۲ (ج ۳ ص ۱۶۵ ح ۲۶/۴۷)

حدیث: ”ان فاطمة احصنت فرجها فحرم الله ذریعتها علی النار“ کی

تکذیب، ابن تیمیہ کے توسط سے:

وہ کہتا ہے:

”جس حدیث کو اس (علامہ حلی) نے رسول اسلامؐ سے نقل کیا ہے کہ ان فاطمة احصنت فرجها فحرمها الله و ذریعتها علی النار ”فاطمہ نے پاکدامنی کا مظاہرہ کیا تو خداوند عالم نے ان پر اور ان کے فرزندوں پر جہنم کو حرام قرار دے دیا“ یہ اہل حدیث کے اتفاق کے مطابق جھوٹی ہے، اور دوسروں کے لئے بھی اس کا جھوٹ ابھی آشکار ہو جائے گا؛ یہ کلام کہ فاطمہ نے پاکدامنی کا مظاہرہ کیا تو خدا نے ان پر اور ان کے فرزندوں پر آتش جہنم کو حرام قرار دے دیا، یہ قطعی باطل ہے، اس لئے کہ سارہ بھی پاکدامن تھیں لیکن خدا نے آتش جہنم کو ان کے تمام فرزندوں پر حرام نہیں کیا، اسی طرح رسول خداؐ کی پھوپھی ”صفیہ“ اپنی پاکدامنی کے باوجود ان کے بعض فرزند نیک اور بعض ظالم و ستمگر تھے۔

خلاصہ یہ کہ پاکدامن عورتیں بے شمار ہیں، ان کی تعداد بھی صرف خدا ہی کو معلوم ہے اور ان کے فرزند بھی بعض نیک اور بعض فاسد ہیں، بعض مومن ہیں تو بعض کافر۔ لہذا فاطمہ کی برتری ان کی پاکدامنی کی وجہ سے نہیں ہے، اس لئے کہ وہ اس خصوصیت میں دوسری بہت سی مومن عورتوں کے مساوی ہیں“۔ (۱)

جواب: اس شخص پر حیرت ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ اجماع و اتفاق اس کے ارادے کے پابند ہیں کہ جب اسے کوئی آیت، حدیث اور عقیدہ پسند نہ آئے تو وہ علمی معاشرے کو

حکم دیتا ہے کہ اس پر اتفاق کر لیں اور مردہ و زندہ تمام افراد فوراً بیک بیک کہہ کر اس پر اجماع کر لیتے ہیں پھر وہ ان کے اجماع سے استدلال کرتا ہے، خدا کی قسم! اگر انسانوں کو جھوٹ اور بیہودہ گوئی سے منع کیا گیا ہوتا تب بھی وہ اس سے بڑا جھوٹ نہیں بول سکتے تھے۔

اے کاش! میں جان پاتا کہ جس حدیث کو بہت سے حفاظ و محدثین مثلاً حاکم، خطیب بغدادی، بزاز، ابویعلیٰ، عقیلی، طبرانی، ابن شہین، ابو نعیم، محب طبری، ابن حجر، سیوطی، متقی ہندی، پیشی، زرقاتی، صبان اور بدخشی وغیرہ (۱) نے نقل کر کے صحت و اعتبار کی تائید کی ہے، اس کے جھوٹ و بطلان پر اجماع کیسے ہو سکتا ہے؟! اے کاش! وہ اس حدیث پر کذب و افترا کا فتویٰ دینے والوں میں سے بعض کی جانب اشارہ کرتا اور ہم ان کے آثار اور اقوال سے آشنا ہو سکتے؟!

کیا یہ پاگل پن نہیں کہ جس حدیث کی صحت ثابت ہے اسے اپنے نجی خیالات و توہمات کے ذریعہ مورد نقد و انتقاد قرار دیا جائے؟ جی ہاں! اہل بیت کے فضائل و مناقب کے سامنے اس کی پرانی دشمنی اور خاندانی عادت یہی ہے۔

اس سے پوچھنا چاہئے کہ عفت و پاکدامنی اور ان کے فرزندوں پر آتش کے حرام ہونے میں کیا ملازمہ اور ارتباط پایا جاتا ہے کہ سارہ، صفیہ اور دوسری مومنہ عورتوں کو وسیلہ بنا کر اس کی رد اور اس پر تنقید کرے؟ یہ فضیلت تو سیدۃ النساء العالمین ”جناب فاطمہ“ سے

۱۔ ملاحظہ ہو: مستدرک حاکم (ج ۳ ص ۱۵۲)؛ تاریخ بغداد (ج ۳ ص ۵۴)؛ مسند بزاز (ج ۵ ص ۲۲۳ ح ۱۸۲۹)؛ ابویعلیٰ نے بھی اس روایت کو اپنی مسند کبیر میں نقل کیا ہے (جیسا کہ المطالب العالیہ ج ۴ ص ۷۰ ح ۳۹۷۸ میں موجود ہے)؛ معجم کبیر طبرانی (ج ۲۲ ص ۴۰۶ ح ۱۰۱۸)؛ وائغور الباسمہ سیوطی ص ۴۶۔۔۔

مخصوص ہے اور ایسے فضائل تو بہت ہیں جو فاطمہ زہراؑ سے مخصوص ہیں، دوسری بافضیلت عورتیں جیسے سارہ، مریم اور حواء وغیرہ ان سے محروم ہیں۔ بنابریں اگر ان کے فرزندوں کو اختصاصی فضیلت سے نوازا گیا ہے تو یہ کوئی مشکل امر نہیں ہے۔

علامہ زرقانی مالکی اپنی کتاب ”شرح مواہب“ میں اس خیالی اور من گھڑت ملازمہ و ارتباط کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ابویعلیٰ، طبرانی اور حاکم نے اس حدیث کو ابن مسعود سے نقل کیا ہے، حاکم نے اسے صحیح تسلیم کیا ہے اور اس کے بہت سے دلائل ذکر کئے ہیں۔ جناب مریم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عفت و پاکدامنی کی صفت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جناب فاطمہؑ کی ذریت پر آگ کو حرام قرار دینے کی علت یہ ہے کہ اولاً ان کی پاکدامنی اور عفت کی برتری کو بیان کیا جائے، ثانیاً: صفت عفت کی ستائش کرتے ہوئے اس کی اہمیت کو بیان کیا جائے۔ ورنہ نصوص قرآن کے مطابق خود بی بی پر آتش حرام ہے“۔ (۱)

دوسری بہت سی احادیث سے متذکرہ حدیث کی تائید ہوتی ہے:

ابن مسعود سے منقول ہے: انما سمیت فاطمة لان الله قد فطمها و ذریتها عن النار يوم القيامة ”ان کا نام فاطمہ اس لئے پڑا کیونکہ خداوند عالم نے ان کو اور ان کے فرزندوں کو قیامت کے دن آتش سے جدا کر رکھا ہے (خدا نے ان پر اور ان کے فرزندوں پر آتش کو حرام قرار دیا ہے)۔ (۲)

۱۔ شرح مواہب زرقانی ج ۳ ص ۲۰۳؛ زرقانی کا مکمل کلام کتاب ’الصرار بین الاسلام والوشیہ‘ کے نقد و انتقاد میں پیش کیا جائے گا۔

۲۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۷ ص ۷۰؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۲۶ ص ۲۶)؛ صواعق محرقة (ص ۱۶۰)

رسول خدا نے جناب فاطمہؑ کو مخاطب کر کے فرمایا: ان اللہ غیر معذبک و لا احد امن ولدک ”خداوند عالم تمہیں اور تمہارے فرزندوں میں سے کسی کو عذاب نہیں کرے گا“۔ (۱)

آنحضرتؐ نے امیر المومنین سے فرمایا: ان اللہ قد غفر لک و لذریعتک ”خداوند عالم نے تمہیں اور تمہاری ذریت کو بخش دیا“۔ (۲)

آپؐ نے فرمایا: وعدنی ربی فی اہل بیتی من اقر منہم بالتوحید و لی بالبلاغ انه لا یعذبہم ”خداوند عالم نے مجھ سے وعدہ لکھا ہے کہ میرے اہل بیت کو اس وقت تک عذاب نہیں کرے گا کہ جب تک وہ خدا کی وحدانیت اور میری تبلیغ کا اقرار کرتے رہیں گے“۔ (۳)

کتاب ”اسلام اور بت برستی کی معرکہ آرائی“ میں قصیبی کے قول پر تنقید:

شیعوں کے عقائد گناتے ہوئے لکھتا ہے:

”شیعی عقائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ذریت رسولؐ پر آگ حرام ہے، وہ سب معصوم ہیں۔ منہاج الشریعہ کے مؤلف نے دوسرے حصے میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ خداوند عالم نے فاطمہ بنت رسولؐ کے فرزندوں پر آگ کو حرام قرار دیا ہے، ہر غیر معصوم جس

۱۔ اس حدیث کو طبرانی نے مؤثق راویوں کی سند سے معجم الکبیر ج ۱۱ ص ۲۱۰ ح ۱۱۶۸۵ پر نقل کیا ہے؛ اور ابن حجر نے صواعق ص ۹۶، ۱۴۰ (ص ۱۶۰، ۲۳۵) پر اس کی تائید کی ہے

۲۔ ملاحظہ ہو: صواعق محرقہ ص ۹۶، ۱۳۹، ۱۴۰ (ص ۱۶۱، ۲۳۲، ۲۳۵)

۳۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۵۰ (ج ۳ ص ۱۶۳ ح ۱۸۱۸)؛ جامع الصغیر سیوطی ج ۲ ص ۱۶ ح ۹۶۲۳؛ کنز العمال ج ۱۲ ص ۹۶ ح ۳۲۱۵۶

سے گناہ سرزد ہوتا ہے، اسے خداوند عالم پہلے تو موت سے قبل توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے اور ثانیاً: قیامت کے دن اس کی شفاعت ہو جاتی ہے۔“

جواب: شیعہ صرف رسولؐ کی ذریت میں بارہ خلفاء اور حضرت فاطمہؑ کی عصمت کے قائل ہیں، خود خداوند عالم نے آیہ تطہیر میں پانچ افراد جن میں خود جناب فاطمہؑ زہراؑ بھی تھے، اس زینت سے آراستہ فرمایا ہے، اور بقیہ ذریت بھی اس آیت اور بہت سی متواتر روایات کی بنا پر اس دائرہ میں شامل ہوتی ہے۔

تمام شیعہ اور ان کے علماء کا ہر عہد میں اس کے علاوہ کچھ اور عقیدہ نہیں تھا، اگر کوئی عام یا مطلق کلام پایا جاتا ہے تو وہ صرف انہیں متذکرہ افراد پر حمل ہوتا ہے، اور اہل بیت کے درمیان ان متذکرہ افراد کے علاوہ ایسے بہت سے صادق اور پاک و پاکیزہ افراد موجود ہیں، جن پر یہ کلام حمل کیا جاسکتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی کوئی شیعہ انہیں معصوم نہیں سمجھتا۔

اس شخص نے صاحب منہاج الشریعہ کا جو حوالہ دیا ہے اس میں کہیں بھی عصمت کا اشارہ نہیں ملتا۔ بلکہ اس کی باتوں کے خلاف صراحت پائی جاتی ہے اور اس سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اہل بیت میں بعض ایسے ہیں جو معصوم نہ تھے اور گناہ انجام دیتے تھے لیکن وفات سے قبل توبہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور قیامت کے دن بھی شفاعت کے محتاج ہیں اور ان کی شفاعت بھی ہو جاتی ہے، اور یہ بات بھی واضح ہے کہ جو گناہ کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے اور شفاعت کے ذریعہ بخش دیا جاتا ہے وہ معصوم نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ہر مومن کی خصوصیت ہے کہ وہ توبہ کے ذریعہ اپنے گزشتہ افعال اور گناہوں کی بھرپائی کر لیتا ہے۔

لیکن ذریت رسولؐ کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر حال میں توبہ کی توفیق پیدا کر لیتی ہے، قسطلانی نے مواہب اور زرقانی نے اس کی شرح میں لکھا ہے:

”ابن مسعود سے مرفوعاً منقول ہے کہ انما سمیت فاطمة (بے شک فاطمہ کا نام فاطمہ اُس لئے پڑا کہ خدا کی طرف سے شاید رسول گواہام ہوا ہو، اگر ان کی ولادت نبوت سے قبل ہوئی ہوگی اور نبوت کے بعد ہوئی تو وحی ہوئی گی“ لا ن اللہ قد فطمہا (کیونکہ خداوند عالم نے ان کی حفاظت کی ہے) کلمہ ”فَطَمَ“ مادہ ”فَطَمَ“ سے منع کرنے کے معنی میں مستعمل ہے، اور جملہ ”فطم الصبی“ (بچہ کو دودھ سے منع کیا گیا) اسی مادہ ”فطم“ سے مأخوذ ہے، ”ذریعتها عن النار يوم القيامة“ (یعنی انہیں آتش جہنم سے منع کیا گیا ہے)، البتہ فاطمہ اور ان کے دو فرزند۔ ان کی اور ان کے دونوں فرزندوں کو مطلق طریقے سے آتش دوزخ سے روک دیا گیا ہے۔ لیکن فاطمہ کی دوسری اولاد کو بخاطر آیہ تطہیر جہنم سے روکا گیا ہے، لہذا یہ روایت آل محمد کو بشارت دیتی ہے کہ ان کی اسلام پر موت ہوگی، ان کی عاقبت بخیر ہوگی اور ان میں کسی کی عمر کفر پر ختم نہیں ہوگی، یہ بات سمہودی کی اس روایت کے مانند ہے جس میں کہا گیا ہے کہ مدینہ میں مرنے والے کی شفاعت ہوگی، اس کے علاوہ رسول خدا کی روایت ہے کہ مدینہ میں جو بھی حالت اسلام پر مرتا ہے اس کی شفاعت کریں گے۔ اس حدیث کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ خداوند عالم نے جناب فاطمہ اور ان کے والد بزرگوار کے احترام و اکرام کا ارادہ کیا ہے کہ ان کے اور ان کے فرزندوں کے گناہوں کو خدا بخش دے گا۔ یا پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم ہر حال میں توبہ نصوح کی توفیق مرحمت فرماتا ہے اور وہ ان کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔“ (۱) اس حدیث کو حافظ دمشقی یعنی ابن عساکر نے بھی نقل کیا ہے۔ (۲)

۱۔ مواہب اللدنیہ (ج ۲ ص ۶۲): شرح مواہب ج ۳ ص ۲۰۳

۲۔ تاریخ مدینہ دمشق (ج ۵ ص ۴۶ نمبر ۱۷۷)

غسانی اور خطیب نے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ انما سمیت فاطمة لان الله فطمها و محبها عن النار ”جناب فاطمہؑ کا نام اس لئے فاطمہؑ پڑا کیونکہ خداوند عالم نے ان کو اور ان کے فرزندوں کو آتش جہنم سے دور رکھا ہے“۔ (۱)

حافظ دمشقی نے اپنی سند سے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے: قال رسول الله لفاطمة -رضی الله عنها- يا فاطمة تدرين لم سميت فاطمة؟ قال على لم سميت؟ قال:- ان الله عز وجل قد فطمها و ذريتها عن النار يوم القيامة ”رسول خداؐ نے جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے فاطمہؑ جانتی ہو تمہارا نام فاطمہ کیوں پڑا؟ علیؑ نے پوچھا: کس لئے؟ حضرتؑ نے فرمایا: اس لئے کہ خداوند عالم نے قیامت کے دن اس پر اور اس کے فرزندوں پر آتش جہنم کو حرام قرار دیا ہے“۔

کیا قصیدی اب بھی یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ شیعوں نے ایسی بات بیان کی جسے اس کے بزرگوں نے نقل نہیں کیا ہے؟ یا ایسی حدیث بیان کی ہے کہ اس کے مذہب کے حفاظ نے اس کی روایت نہیں کی ہے؟ یا پھر ان کی بات دین حنیف کے اصول کے برخلاف ہے؟ کیا ابن حجر، زرقانی اور اس جیسے دوسرے علماء و حفاظ جو ذریت فاطمہ کی فضیلت کے سلسلے شیعوں کے ہم آواز ہیں، انہیں وہ متہم کر سکتا ہے؟! اور تمام ذریت فاطمہؑ کی عصمت کے اعتقاد کے سلسلے میں ان پر تہمت لگا سکتا ہے؟!!

یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کہ خداوند عالم ایک خاص گروہ پر فضل و کرم کر کے انہیں گناہوں سے دور رکھے، انہیں توبہ کی توفیق دے اور اس کے بعد شفاعت کرے۔

۱۔ مجمع البیوخ (ص ۳۵۹ نمبر ۳۴۴)؛ تاریخ بغداد (ج ۲ ص ۳۳۱ نمبر ۶۷۷)

اور یہ عدالت اور اصول دین کے مسلمات کے منافی نہیں ہے، اس لئے کہ خداوند عالم کی رحمت اس کے غضب پر مقدم ہے اور اس کی رحمت تمام غلطیوں کی پردہ پوشی کر لیتی ہے، یہ بات جو بہت سی روایتوں سے ثابت ہے، وہ تمام صحابہ کی عدالت کے قول سے نئی نہیں ہے۔ حالانکہ خداوند عالم نے قرآن کی بہت سی آیات میں بعض کی منافق اور مرتد کی حیثیت سے نشانہ ہی کی ہے، نیز صحاح و مسانید میں موجود بے شمار روایات کو بھی فراموش نہ کریں، جن میں ایک صحیح بخاری کی یہ روایت ہے: ان اناسا من اصحابہ یوخذ بہم ذات الشمال، فیقول: اصحابی اصحابی؛ فیقال: انہم لم یزالوا مرتدین علی اعقابہم منذ فارقتہم ”جب بعض اصحاب رسول کو جہنم کی طرف لے جایا جائے گا تو رسول خدا فرمائیں گے: یہ میرے اصحاب ہیں؟ جواب دیا جائے گا: یہ آپ کے بعد ہمیشہ دین سے منحرف رہے اور مرتد ہو گئے۔“

ایک دوسری صحیح میں ہے: اقول اصحابی، فیقول: لا تدری ما احدثوا بعدک ”میں کہوں گا: یہ بیچارے میرے اصحاب ہیں؟ جواب میں کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا کارنامے انجام نہیں دیئے۔“

ان تمام باتوں کے علاوہ آپ خود بھی اچھی طرح واقف ہیں کہ صحابہ کے درمیان کتنے اختلافات ظاہر ہوئے اور یہ اختلافات کتنی دشمنی، کینہ توزی، گالم گلوں، جنگ و قتال اور خونریزی کا موجب بنے۔ بے شک یہ حوادث اور اس طرح کے واقعات ایک طرف سے انہیں دائرہ عدالت سے خارج کر دیتے ہیں۔ آپ ان گناہوں سے چشم پوشی کر لیں کہ جو بعض صحابہ انجام دیتے تھے اور ان فسادات سے بھی صرف نظر لیں کہ جو بعض صحابہ کی کارستانیوں کا نتیجہ تھے! ان باتوں کے باوجود جب عدالت صحابہ کا عقیدہ اس کے اور اس

کی قوم کے نزدیک لائقِ مذمت نہیں ہے تو اس تفصّل و احسان کا عقیدہ رکھنے میں کون سی قباحت ہے جو خداوندِ عالم کی سنت کے پیش نظر بعض بندوں کے شامل حال ہوا ہے ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا﴾ ”تم کبھی خداوندِ عالم کی سنت میں تبدیلی نہیں پاؤ گے۔“ (۱)

۲۔ رسولِ خداؐ نے اپنی بیٹی کو ”صدیقہ“ کا لقب عطا کیا:

رسولِ خداؐ نے اپنی بیٹی فاطمہؓ کو صدیقہ کا لقب عطا فرمایا، ابو سعید نے ”شرف النبوة“ میں رسولِ خداؐ سے منقول روایت میں اس لقب کی نشاندہی کی ہے، آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: اوتیت ثلاثا لم یوتھن احد ولا انا اوتیت صھرا مثلی و لم اوت انا [مثلك] (۲) و اوتیت زوجة صدیقة مثل ابنتی و لم جاوت مثلھا زوجة و اوتیت الحسن و الحسین من صلبک و لم اوت من صلبی مثلھما و لکنکم منی و انا منکم ”تمہیں تین فضیلتیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھے بھی نہیں دی گئیں: میرے جیسا سر تمہیں نصیب ہوا، لیکن مجھے نہیں، زوجہ کے طور پر فاطمہ جیسی میری بیٹی تمہیں ملی لیکن مجھے ایسی زوجہ نہیں ملی، تمہارے صلب سے حسن و حسین تمہیں ملے جو مجھے نہیں ملے، لیکن تم سب مجھ سے ہو اور میں تم سب سے ہوں۔“ (۳)

۱۔ فاطر ۴۳

۲۔ اصل کتاب الغدیر میں لفظ ”مثلی“ ہے لیکن ہم نے ماخذ کی جانب رجوع کر کے اس کی تصحیح کی ہے۔

۳۔ ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۰۲ (ج ۳ ص ۱۵۲)

۳۔ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کا غضب، خدا کا غضب اور ان کی رضایت

خدا کی رضایت:

رسول خدا نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا: ان الله يغضب لغضبك و يرضى لرضاك ”اے فاطمہ! بے شک خداوند عالم تمہارے غضب سے غضبناک ہوتا ہے اور تمہاری خوشنودی سے خوش ہوتا ہے“۔ (۱)

جناب فاطمہؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا: من عرف هذه فقد عرفها و من لم يعرفها فهي بضعة مني، هي قلبي و روحی التي بين جنبي فمن آذاها فقد آذانی ”جو اسے پہچانتا ہے، وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ وہ (فاطمہ) میرے جگر کا ٹکڑا ہے، میرا دل اور میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان میری روح ہے لہذا جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی ہے“۔ (۲)

آپؑ نے فرمایا: فاطمة بضعة مني يربني ما رابها و يوذني ما آذاها ”فاطمہ میرا گوشہ دل ہے جس نے اسے خوش حال کیا اس نے مجھے خوش حال کیا اور جس نے اسے اذیت پہونچائی اس نے مجھے اذیت پہونچائی ہے“۔ (۳)

۱۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۵۴ (ج ۳ ص ۱۶۷، حدیث نمبر ۴۷۳۰)؛ ذخائر العقبیٰ ص ۳۹؛ تذکرۃ الخواص ص ۱۷۵ (۳۱۰)؛ مقتل خوارزمی، ج ۱ ص ۵۲؛ کفایۃ الطالب، ص ۲۱۹ (باب ۹۹ ص ۳۶۲)؛ صواعق المحرقة ص ۱۰۵ (ص ۱۷۵)

۲۔ الفصول المهمۃ، ص ۱۵۰ (ص ۱۴۴) نزہۃ المجالس، ج ۲ ص ۲۲۸، نور الابصار، ص ۴۵ (ص ۹۶)
۳۔ صحیح بخاری (ج ۵ ص ۲۰۰ ج ۴ ص ۴۹۳)؛ صحیح مسلم (ج ۵ ص ۵۳ ج ۴ ص ۹۳ کتاب فضائل الصحابہ)؛ صحیح ترمذی (ج ۵ ص ۶۵۵ ج ۶ ص ۳۸۱)؛ مستدرک ج ۴ ص ۳۲۸ (ج ۵ ص ۴۳۰ ج ۶ ص ۱۸۴۷)

فرمایا: فاطمة بضعة منی، فمن اغضبها فقد اغضبنی ”فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا۔“ (۱)

فرمایا: فاطمة بضعة منی یقبضنی ما یقبضها و یسطنی ما یسسطها ”فاطمہ میرے تن کا حصہ ہے جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا اور جس نے اسے خوش حال کرے اس نے مجھے خوش حال کیا۔“ (۲)

جناب فاطمہؑ سے بیان کی گئی حدیث رسولؐ: ”یا فاطمة! ان الله یغضب لغضبک و یرضی لرضاک“ کے بارے میں ابن تیمیہ کی تکذیب اور اس پر تنقید: وہ کہتا ہے:

”رسول خدا سے منقول روایت: یا فاطمة ان الله یغضب لغضبک و یرضی لرضاک“ اے فاطمہ! خداوند عالم تیرے غضب سے غضبناک اور تیری خوشنودی سے راضی ہوتا ہے“ یہ حدیث جھوٹی ہے، راویوں نے اس حدیث کو رسول خداؐ سے نقل نہیں کیا ہے اور نہ ہی کسی معتبر کتاب میں دیکھا جاسکتا ہے۔ اس کی سند بھی صحیح اور مقبول نہیں ہے جس کی سند رسول پر مبنی ہو۔“ (۳)

جواب: اے کاش! میں جان پاتا کہ اس شخص کو کس چیز نے ضلالت و گمراہی کی گہری کھائی میں گرا دیا ہے؟ کیا حدیث کی کتابوں سے بے پناہ جہالت و نادانی نے، کہ جو

۱۔ صحیح بخاری (ج ۳ ص ۱۳۶۱/ج ۳۵۱۰)؛ خصائص نسائی ص ۳۵ (خصائص امیر المومنین ص ۱۴۷/ج ۱۳۵، سنن الکبریٰ ج ۵ ص ۹۷/ج ۸۳۷ کتاب المناقب)

۲۔ مسند احمد ج ۴ ص ۳۲۳، ۳۲۴ (ج ۵ ص ۲۲۳/ج ۱۸۲۲۸؛ ص ۲۳۵/ج ۱۸۲۵۱) صواعق محرقہ ص ۱۱۲ (ص ۱۸۸)

۳۔ منہاج السنۃ ج ۲ ص ۱۷۰

حدیث اسے نظر نہ آئے اس کی تکذیب کر دے؟ یا اہل بیت رسول کی دشمنی و کینہ تو زی نے، جو ان کے فضائل و مناقب کو مورد نقد و انتقاد قرار دینے کا سبب بن رہی ہے؟! میری نظر میں یہ دونوں ہی بیماری اس کے وجود میں سما چکی ہیں۔

جہاں تک متذکرہ حدیث کا سوال ہے تو یہ حدیث علماء و حفاظ کے نزدیک ان مشہور و معروف احادیث میں سے ہے جنہیں بعض نے صحیح اور بعض نے حسن تسلیم کر کے اسے رسول اسلامؐ سے نقل کیا ہے۔ جیسے:

۱۔ امام ابوالحسن علی بن موسی الرضا نے اپنے مسند میں؛ (۱)

۲۔ حافظ عبداللہ حاکم نیشاپوری (متوفی ۴۰۵ھ) نے مستدرک میں صحت حدیث کی تائید کے ساتھ؛ (۲)

۳۔ حافظ ابوالقاسم ابن عساکر (متوفی ۵۴۵ھ) نے تاریخ شام میں؛ (۳)

۴۔ حافظ ابوالعباس محب طبری (متوفی ۶۲۹ھ) نے ذخائر میں؛ (۴)

۵۔ حافظ ابوالفضل ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) نے اصابہ میں؛ (۵)

۴۔ صدیقہ طاہرہ ”محدثہ“ ہیں:

کریمہ رسول اعظم حضرت فاطمہ زہراؑ محدثہ تھیں، جناب سلمان فارسی بھی محدث تھے۔ جی ہاں! عترت رسولؐ کے تمام ائمہ محدث ہیں لیکن ہر محدث امام نہیں ہوتا۔

۱۔ ذخائر ۳۹ ۲۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۵۴ (ج ۳ ص ۱۶۷ ح ۳۰/۴۷۳)

۳۔ تاریخ مدینہ دمشق (ج ۱ ص ۴۳۴)؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۲۶۹

۵۔ الاصابہ ج ۲ ص ۳۷۸

۴۔ ذخائر ۳۹

اور محدث اس کو کہتے ہیں جس کے پاس ان تین راستوں کے ذریعہ مختلف اشیاء کا علم ہوتا ہے جنہیں احادیث میں بیان کیا گیا ہے۔

یا محدث اس شخص کو کہتے ہیں جس کے ظرف وجود میں مبداء اعلیٰ سے الہام و مکاشفہ کی صورت میں علم عطا ہوتا ہے۔

یا دوسرے افراد جن حقائق سے محروم ہوتے ہیں، وہ اس (محدث) کے قلب میں داخل کر دیا جاتا ہے۔

لہذا تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اس امت میں بعض لوگ اس خصوصیت کے حامل تھے، ہاں! ان کے تعیین و تشخیص میں اختلاف ہے؛ شیعہ امیر المومنینؑ اور ائمہ کو محدث سمجھتے ہیں اور اہل سنت عمر بن خطاب کو محدثین میں شمار کرتے ہیں۔

یہاں دونوں فرقوں کی روایات کے بعض نمونے پیش نظر ہیں:

روایات اہل سنت:

بخاری نے باب مناقب عمر بن خطاب میں ابو ہریرہ سے اور انہوں نے رسول خدا سے روایت کی ہے:

لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن من امتی منهم احد فعمرو ”بے شک بنی اسرائیل میں بعض ایسے لوگ تھے جو انبیاء نہ ہونے کے باوجود بھی ملائکہ سے باتیں کرتے تھے، اگر اس امت میں بھی کوئی ہوتا تو وہ عمر ہوتے“۔ (۱)

قسط لانی لکھتے ہیں:

”آنحضرت کا کلام ”فان یکن“ تردید کے لئے نہیں ہے بلکہ تاکید کے لئے ہے جیسے آپ کا یہ قول: ان یکن لی صدیق ففلان ”اگر میرا کوئی دوست ہے تو فلاں شخص ہے“۔ اس لئے کہ آپ کا مقصد یہ ہے کہ یہ شخص کمال صداقت سے مخصوص ہے، نہ یہ کہ آپ یہ کہنا چاہتے ہوں: میرا کوئی دوست ہی نہیں۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ سابقہ امت میں جن کی فضیلت اس امت سے کم تھی، محدث موجود تھے تو پھر اس امت میں بھی ایسے افراد کا وجود لازمی اور مناسب ہے“۔ (۱)

بخاری حدیث غار کے بعد ابو ہریرہ سے مروی نقل کرتے ہیں: انہ قد کان فیما مضی قبلکم من الامم محدثون ان کان فی امتی ہذہ فانہ عمرو بن الخطاب ”بے شک سابقہ امتوں میں محدث افراد تھے، اگر میری امت میں بھی ایسا کوئی ہے تو وہ عمر بن خطاب ہیں“۔ (۲)

قسط لانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

”مؤلف کہتا ہے: (محدث) وہ ہے جو پیغمبر نہ ہو لیکن اپنی زبان پر صحیح نظریہ جاری کرے۔ اور خطاب کا کہنا ہے: جس کے ظرف وجود میں مطلب (علم) ڈال دیا گیا ہو، وہ جو خیال کرتا ہے، اس کا خیال صحیح ہوتا ہے، جو اس کے ذہن میں آتا ہے وہی واقع ہوتا ہے۔ یہ اولیاء کے منازل کی بلند منزل ہے“۔ (۳)

۱۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری (ج ۶ ص ۹۹)

۲۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۷۱ (ج ۳ ص ۱۲۷ ح ۲۲۸۲)

۳۔ ارشاد الساری ج ۵ ص ۴۳۱ (ج ۷ ص ۴۸۲ ح ۳۴۶۹)

قسطلانی نے رسول خدا کے قول ”ان کان فی امتی“ کے متعلق لکھا ہے:

”آنحضرت نے یہ جملہ توقع اور انتظار کی شکل میں بیان فرمایا گویا آپ اس کے وقوع سے مطلع نہیں تھے۔ (۱) لیکن یہ واقعہ رونما ہوا، اس سلسلے میں واقعہ ”یاساریۃ الجبل“ (۲) اور دوسرے واقعات مشہور ہیں۔

مسلم نے باب فضائل عمر میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: تم سے قبل امتوں میں محدث افراد تھے اگر میری امت میں بھی کوئی ہے تو وہ عمر بن خطاب ہیں۔ (۶)

ابن وہب کہتے ہیں کہ محدث: یعنی جس پر الہام ہوتا ہے۔

اگر کوئی کتب سیر کا مطالعہ کرے تو معلوم ہوگا کہ بہت سے ایسے افراد تھے جن سے فرشتوں نے گفتگو کی ہے، ان میں بعض یہ ہیں:

۱۔ اس جملہ اور اس جملہ میں جس میں اس نے کہا کہ ”ان“ تاکید کے لئے ہے تردید کے لئے نہیں ہے کتنا متناقض پایا جاتا ہے۔

۲۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جمعہ کے دن عمر مبر پر خطبہ دے رہے تھے، اسی وقت ذہن میں آیا اور مکاشفہ کی کیفیت طاری ہوئی کہ ساریہ کی قیادت و سرداری میں فارس کی جانب روانہ کئے گئے لشکر سے ایک درہ میں مدبھڑ ہوئی ہے اور وہ شکست کھانا ہی چاہتے ہیں، حالانکہ نزدیک ہی ایک پہاڑ ہے اگر وہ اس میں پناہ گزریں ہو جائیں تو شکست سے نجات حاصل کر سکتے ہیں، اسی لئے عمر نے اثنائے خطبہ میں چلا کر ساریہ کو اس پہاڑ کی جانب متوجہ کیا اور خداوند عالم نے عمر کی آواز کو فارس میں موجود ساریہ کے کانوں تک پہنچایا۔ چنانچہ اس نے اپنے لشکر کو اس پہاڑ کی جانب موڑ دیا جس سے وہ دشمنوں پر کامیاب ہوئے۔ ملاحظہ کریں: کشف الحقائق، عجولی ج ۲ ص ۳۸۰، (۳۸) تلخیص الغدیر بحث مناقب عمر ص ۳۴ پر بیان کیا گیا کہ واقعہ ”یاساریۃ الجبل“ جعلی اور جھوٹا ہے۔

۳۔ صحیح مسلم، (ج ۵ ص ۱۶ کتاب فضائل الصحابة)

۱۔ عمران بن حصین خزاعی (متوفی ۵۲ھ)؛ (۱)

۲۔ ابوالمعالی صالح (متوفی ۴۲ھ)؛ (۲)

۳۔ ابو عثمان مغربی؛ (۳)

۴۔ حوریہ کے ساتھ ابویحییٰ ناقد کا کلام بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ (۴)

روایات شیعہ

ثقة الاسلام کلینی نے اصول کافی (۵) میں ”باب الفرق بین الرسول والنبی والمحدث“ کے عنوان کے تحت چار حدیثیں نقل کی ہیں:

ان میں سے یہ ہیں:

برید نے امام باقر اور امام صادق (علیہما السلام) سے خداوند عالم کے ارشاد ”و ما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی“ ﴿۶﴾ کو لا محدث“ کے متعلق نقل کیا ہے: برید کا بیان ہے: میں نے عرض کی: قربان جاؤں! ہم اس طرح تلاوت نہیں کرتے (۷)، ایسی صورت میں رسول و نبی اور محدث کون ہیں؟

فرمایا: الرسول الذی یظهر له الملك فيكلمه و النبی هو الذی یری فی منامه و ربما اجتمعت النبوة و الرسالة لواحد و المحدث الذی یسمع

۱۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۴۵۵ (القسم الثالث ۲۰۸ نمبر ۱۹۶۹)

۲۔ البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۱۶۳ (ج ۱۲ ص ۲۰۰ حوادث ۴۹۶ھ)

۳۔ تاریخ بغداد (ج ۹ ص ۱۱۳) ۴۔ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۶۶۲ (نمبر ۴۵۷)

۵۔ اصول کافی ص ۸۴ (ج ۱ ص ۱۷۷)

۶۔ ج ۲ ص ۵۲ ۷۔ اس سے قبل بیان کیا گیا کہ یہ ابن عباس کی قرأت ہے

الصوت ولا يرى الصورة ”رسولؐ وہ ہے جس پر فرشتے ظاہر ہوتے ہیں اور وہ اس سے گفتگو کرتے ہیں، نبی وہ ہے جو خواب میں (فرشتوں کو) دیکھتا ہے، ممکن ہے نبوت و رسالت ایک ہی شخص میں جمع ہو جائے۔ اور محدث وہ ہے جو فرشتہ کی آواز کو سنتا ہے لیکن اس کا چہرہ نہیں دیکھتا۔“

میں نے عرض کی: خدا آپ کو سلامت رکھے! وہ کیسے سمجھ سکتا ہے کہ خواب میں جس کا مشاہدہ کیا وہ حقیقت ہے اور فرشتے کی جانب سے ہے؟

فرمایا: یوفق لذلك حتی يعرفه و لقد ختم الله عز وجل بکتابکم الکتب و ختم نبیکم الانبیاء ”مدد کی جاتی ہے (اور خدا اس کو توفیق دیتا ہے) تاکہ اسے سمجھ سکے، بے شک خداوند عالم نے کتابوں کو تمہاری کتاب پر اور نبیوں کو تمہارے نبی پر ختم کر دیا ہے۔“

دوسری حدیث میں بھی اسی طرح رسول و نبی اور محدث کا فرق بیان کیا گیا ہے اور دو دوسری حدیث بھی اسی طرح مروی ہیں لیکن محدث کی جگہ امام مذکور ہے۔ (۱)
نیز کلینیؒ نے ”باب ان الائمة محدثون مفہمون“ کے ذیل میں پانچ حدیثیں نقل کی ہیں:

پہلی حدیث حمران بن اعین سے منقول ہے کہ امام باقرؑ نے فرمایا: ان علیا کان محدثاً ”حضرت علیؑ محدث تھے۔“

دوسری حدیث کا خلاصہ یہ ہے: ان علیا امیر المومنین کان يعرف قاتله و

يعرف الامور العظام التي كان يحدث بها الناس بقول عز ذكره ﴿و ما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبى﴾ ولا محدث ”امير المؤمنين عليؑ اپنے قاتل کو پہچانتے تھے، نیز جن اہم امور کے متعلق لوگ گفتگو کرتے تھے ان سے بھی واقف تھے خداوند عالم کے اس فرمان کے مطابق کہ ”ہم نے تم سے قبل کسی رسولؐ، نبیؐ (اور محدث) کو نہیں بھیجا ہے۔“ (۱) دوسری احادیث؛ جن میں سے ایک کا متن یہ ہے: ان او صياء محمد محدثون ”محمدؐ کے اوصیاء محدث ہیں۔“

دوسری حدیث کا متن یہ ہے: الائمة علماء صادقون مفہمون محدثون ”ائمہ طاہرین، عالم، صادق، فہمیدہ اور محدث ہیں۔“ (۲) پانچویں حدیث میں محدث کا مطلب بیان کیا گیا ہے کہ وہ (فرشتے) کی آواز کو سنتا ہے لیکن کسی کو دیکھتا نہیں۔ اس سلسلے میں ان متذکرہ احادیث کے علاوہ کوئی دوسری حدیث کتاب کافی میں مذکور نہیں ہے۔

شیخ الطائفہ نے امالی میں اپنی سند سے امام صادقؑ سے نقل کیا ہے: کان علی محدثاً و کان سلمان محدثاً، قلت: فما آية المحدث؟ قال: ياتيہ ملک فينكت في قلبه كيت كيت ”علیؑ محدث تھے، سلمان محدث تھے، راوی کا بیان ہے: میں نے پوچھا: محدث کی علامت کیا ہے؟ فرمایا: اس کے پاس فرشتہ آتا ہے اور اس کے قلب میں الہام کرتا ہے اور اس طرح، اُس طرح۔“ (۳)

یہ محدث کے متعلق شیعہ احادیث ہیں، اس سلسلے میں شیعہ کتابوں میں بہت سی روایتیں مذکور ہیں لیکن جو ذکر کی گئیں وہ اساس روایات کی حیثیت رکھتی ہیں اور یہی شیعوں کا عقیدہ بھی ہے خواہ وہ پہلے کے شیعہ ہوں یا ابھی کے۔ (۱)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

گذشتہ امتوں کی طرح اس امت میں بھی کچھ لوگ محدث ہیں، وہ امیر المؤمنینؑ، ان کے فرزند، ائمہ طاہرینؑ اور علماء ہیں، اگرچہ وہ پیغمبر نہیں تھے۔ یہ خصوصیت منصب امامت کی مخصوص خصوصیات میں سے نہیں تھی اور انہیں میں منحصر نہیں تھی بلکہ کریمہ رسولؐ حضرت فاطمہؑ بھی محدث تھیں، سلمان فارسی بھی محدث تھے، ہاں! تمام ائمہ اہل بیتؑ محدث تھے لیکن ہر محدث امام نہیں ہے۔ اور محدث کا مطلب: متذکرہ احادیث میں بیان کئے گئے ہیں تینوں راہوں میں سے کسی کے ذریعہ مختلف امور کا علم رکھنے والا محدث ہوتا ہے۔

یہ ہے دونوں فرقوں کا نظریہ اور محدث کے متعلق ان کی روایات۔ جیسا کہ آپ نے مشاہدہ فرمایا ان دونوں فرقوں میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ شیعوں نے اس سلسلے میں دوسرے اسلامی فرقوں کی بہ نسبت کوئی نادر و نایاب بات نہیں پیش کی ہے۔ ہاں! وہ عمر بن خطاب کو محدثین میں شمار نہیں کرتے اور یہ بھی تاریخ میں موجود ان کی علمی سیرت کی وجہ سے ہے۔ یہاں اس بیان کی گنجائش نہیں ہے۔ (۲)

۱۔ علامہ مجلسیؒ نے ان روایتوں کو بحار الانوار (ج ۲۶ ص ۶۶، بان انہم محدثون مفہمون، ج ۴ ص ۱۴۰

۱۴۲، ج ۴ ص ۴۳، ۴۴) میں جمع کی ہے۔

۲۔ ملاحظہ ہو: تلخیص الغدیر (فارسی) ص ۵۱۱-۵۸۱

لہذا محدث کے متعلق سب کی نظر میں قابل قبول اس گفتگو کے پیش نظر، کیا یہ معقول ہے کہ یہی چیز بعض لوگوں کے لئے فضیلت محسوب ہو اور بعض کے لئے گمراہی اور نقص کا باعث ہو؟ انہیں خدا کی قسم! نہیں آئیے! حجاز کے جھوٹے، منافق اور معاشرے میں باعث فساد ”عبداللہ قصیمی“ سے سوال کریں کہ اس نے اپنی کتاب ”الصراع بین الاسلام والوثنیہ“ میں کیسے لکھ دیا: ”شیعوں کے نزدیک، ائمہ اہل بیت، انبیاء ہیں، ان پر وحی ہوتی ہے، فرشتے ان کے لئے وحی لاتے ہیں۔ شیعہ، فاطمہؑ اور ان کی نسل کے اماموں کے لئے بالکل وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو عقیدہ انبیاء کے لئے رکھتے ہیں“۔ (۱)

اس نے اس کو اس کو اصول کافی کے نقل کے مطابق حسن بن عباس کے خط سے استناد کیا ہے۔

کیا یہ جاہل و نادان نہیں جانتا کہ اس کی یہ افترا پردازی اور تہمت بہت سے ان لوگوں کو ملزم قرار دے سکتی ہے جن کے صحیح نظریات تمام دنیا پر چھائے ہوئے ہیں۔ یہ کہو اس صرف ائمہ اہل بیتؑ اور ان کی والدہ محترمہ جناب فاطمہؑ کو مورد الزام قرار دینے کے لئے کی گئی ہے حالانکہ تمام مسلمان اس عقیدے میں برابر ہیں۔

کیا شیعہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ: اہل سنت کے نزدیک عمر بن خطاب اور دوسرے وہ افراد جو محدث ہیں، وہ بھی انبیاء ہیں اور ان پر بھی وحی نازل ہوتی ہے؟ لیکن شیعہ عالم و حکیم ہیں، وہ جھوٹ، بہتان اور بیہودہ کہو اس سے اپنے جذبات و احساسات کو دغا نہیں کرتے۔

کیا شیعوں کی صریح روایتیں جن میں کہا گیا ہے کہ ائمہ عالم ہیں، رسول نہیں، وہ اس شخص کے پیش نظر نہیں تھیں؟! کیا جس کافی کے باب کو شیعوں کے خلاف پیش کیا ہے، اسی کافی میں امام باقر اور امام صادق علیہما السلام کی یہ حدیث نہیں ہے؟! جس میں آپ نے فرمایا: لَقَدْ خَتَمَ اللَّهُ بَكْتَابِكُمُ الْكِتَابَ وَخَتَمَ نَبِيِّكُمْ الْأَنْبِيَاءَ ”بے شک خداوند عالم نے تمہاری کتاب کے ذریعہ کتابوں کو اور تمہارے نبی کے ذریعہ نبیوں کے سلسلہ کو اختتام بخشا ہے“۔

﴿ إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴾
 ”یقیناً غلط الزام لگانے والے صرف وہی افراد ہوتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے ہیں اور وہی جھوٹے بھی ہوتے ہیں“۔ (۱)

پانچواں باب

رسول خدا کی نظر میں حضرت زہرا (س) کی منزلت

۱۔ وہ رسول خداؐ کے نزدیک عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب تھیں:

عائشہ کہتی ہیں: یا عائشہ کی روایت ہے: واللہ ما رایت احدا احب الی رسول اللہ من علی ولا فی الارض امراة کانت احب الیہ من امراته ”خدا کی قسم! میں نے مردوں میں کسی کو نہیں دیکھا جو علیؑ سے زیادہ رسول خداؐ کی نظر میں محبوب ہو اور نہ عورتوں میں کسی کو دیکھا جو ان کی زوجہ سے زیادہ محبوب ہو“۔ (۱)

بریدہ اور ابی کہتے ہیں: احب الناس الی رسول اللہ من النساء فاطمة و من الرجال علی ”رسول اسلامؐ کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب عورتوں میں فاطمہ اور مردوں میں علیؑ تھے“۔ (۲)

یا جمیع بن عمیر کی حدیث: دخلت مع عمتی علی عائشہ ، فسالت : ای الناس احب الی رسول اللہ ؟ قالت : فاطمة فقيل : من الرجال ؟ قالت زوجها ، ان کان ما علمت صواما قواما ”میں اپنی پھوپھی کے ساتھ عائشہ کے یہاں گیا، ان سے پوچھا: کون رسولؐ کو سب سے زیادہ محبوب تھا؟ فرمایا: فاطمہ۔ پوچھا:

۱۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۵۴ (ج ۳، ص ۱۶۷، ح ۴۷۳۱) عقد الفرید، ج ۲، ص ۲۷۵ (ج ۴، ص ۱۲۳)
۲۔ خصائص نسائی، ج ۲۹، (۱۲۸، ح ۱۱۳۶، سنن کبریٰ، ج ۵، ص ۱۲۰، ح ۸۲۹۸) مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۵۵ (ج ۳، ص ۱۶۸، ح ۴۷۳۵) جامع ترمذی، ج ۲، ص ۲۲۷ (ج ۵، ص ۶۵۵، ح ۳۸۵۸)

مردوں میں؟ فرمایا: ان کے شوہر۔ میری دانست میں ان سے بڑا کوئی روزہ دار اور نماز گزار نہیں ہے۔“ (۱)

رسول خدا ہمیشہ فرماتے: فاطمة احب الناس الی ”فاطمہ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔“

وہ فرماتے: احب الناس الی من النساء فاطمة ”میرے نزدیک عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب ”فاطمہ“ ہے۔“

وہ فرماتے: احب اہلی الی فاطمة ”میرے نزدیک میرے اہل بیت میں سب سے زیادہ محبوب ”فاطمہ“ ہے۔“

عمر جناب فاطمہ (س) سے کہتے تھے: واللہ ما رایت احدا احب الی رسول اللہ منک ”خدا کی قسم! میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو رسول خدا کے نزدیک آپ سے زیادہ محبوب ہو۔“ (۲)

۲۔ رسول خدا جب جنت کے مشتاق ہوتے تو جناب فاطمہ کا بوسہ لیتے تھے:

رسول خدا سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: فاطمة حوراء انسیة کلما اشتقت الی الجنة قبلتها ”فاطمہ انسیہ حوراء ہے، میں جب بھی جنت کا مشتاق ہوتا ہوں اس کا بوسہ لیتا ہوں۔“ (۳)

۱۔ جامع ترمذی، ج ۲، ص ۲۲۷ (ج ۵، ص ۶۵۸، ج ۴، ص ۳۸۷) متدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۵۷ (ج ۳، ص ۱۶۷، ج ۳۱، ص ۴۷)

۲۔ متدرک حاکم ج ۳، ص ۱۵۰ (ج ۳، ص ۱۶۸، ج ۳۶، ص ۳۷۲)

۳۔ تاریخ خطیب، ج ۵، ص ۸۷ (نمبر ۴۲۸)

۳۔ جناب فاطمہ کی رضایت رسول خدا کی رضایت ہے اور ان کا غضب رسول کا غضب ہے:

جناب فاطمہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا: من عرف هذه فقد عرفها و من لم يعرفها فهي بضعة مني، هي قلبي و روحی التي بين جنبي فمن آذاها فقد آذاني ”جو اسے پہچانتا ہے، وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ وہ (فاطمہ) میرے جگر کا ٹکڑا ہے، میرا دل اور میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان میری روح ہے لہذا جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی ہے۔“ (۱)

آپ نے فرمایا: فاطمة بضعة مني يربني ما رابها و يوذيني ما آذاها ”فاطمہ میرا پارہ تن ہے جس نے اسے خوش حال کیا اس نے مجھے خوش حال کیا اور جس نے اسے اذیت پہونچائی اس نے مجھے اذیت پہونچائی ہے۔“ (۲)

فرمایا: فاطمة بضعة مني، فمن اغضبها فقد اغضبني ”فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا۔“ (۳)

فرمایا: فاطمة بضعة مني يقبضني ما يقبضها و يبسطني ما يبسطها ”فاطمہ میرا گوشہ دل ہے جس نے اسے غضبناک کرے اس نے مجھے غضبناک کیا اور جس نے اسے

۱۔ الفصول المهمة، ص ۱۵۰ (ص ۱۴۴) نزہۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۲۸، نور الایصار، ص ۴۵ (ص ۹۶)
 ۲۔ صحیح بخاری (ج ۵ ص ۲۰۰ ج ۴ ص ۹۳۲)؛ صحیح مسلم (ج ۵ ص ۵۳ ج ۴ ص ۹۳ کتاب فضائل الصحابة)؛ صحیح ترمذی (ج ۵ ص ۶۱۵ ج ۴ ص ۳۸۶)؛ مسند احمد ج ۴ ص ۳۲۸ (ج ۵ ص ۴۳۰ ج ۴ ص ۱۸۴)
 ۳۔ صحیح بخاری (ج ۳ ص ۱۳۶۱ ج ۴ ص ۳۵۱)؛ خصائص نسائی ص ۳۵ (خصائص امیر المومنین ص ۱۴۷ ج ۱۳۵)، سنن الکبری ج ۵ ص ۹۷ ج ۸ ص ۸۳۷ کتاب المناقب

خوش حال کیا اس نے مجھے خوش حال کیا۔ (۱)

ایک دردناک کلام پر ایک نظر

ہم خلیفہ کے دفاع میں ایسی کوئی بات نہیں کہہ سکتے جیسا ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں
کہا ہے۔ (۲)

۱۔ مسند احمد ج ۴ ص ۳۲۳، ۳۲۴ (ج ۵ ص ۲۲۳ ح ۱۸۴۲۸؛ ص ۳۳۵ ح ۱۸۴۵۱) صواعق محرقة ص ۱۱۲ (ص

چھٹا باب

امیر المومنینؑ کی ولایت اور بعد رسولؐ اُن پر ہونے والے
مظالم کے سلسلے میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی حمایت

بنت رسولؐ کا حدیث غدیر سے استدلال و احتجاج

شمس الدین ابوالخیر جزری دمشقی مقرئ شافعی نے اپنی کتاب ”اسنی المطالب (۱)“ فی مناقب علی ابن ابی طالب“ (۲) میں اپنی سند (جس سند کو لطیف اور انتہائی عجیب و غریب طریق حدیث سے تعبیر کیا ہے) سے فاطمہ بنت رسولؐ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا: انسیتم قول رسول اللہ یوم غدیر خم : من کنت مولاه فعلی مولاه ، و قوله : انت منی بمنزلة ہارون من موسیٰ ”کیا تم لوگ غدیر خم میں ارشاد رسولؐ ”من کنت مولاه فعلی مولاه“ اور آنحضرت کا ارشاد: ”انت منی بمنزلة ہارون من موسیٰ“ کو بھول گئے۔“

جناب فاطمہؑ کی حیات میں لوگوں کے نزدیک حضرت علیؑ کی منزلت:

ابن جوزی نے ”صفة الصفوة“ میں حسن کے طریق سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: لما قبض رسول اللہ نظرنا فی امرنا فوجدنا النبی قد قدم ابابکر فی

۱۔ اسنی المطالب (ص ۳۹)

۲۔ اس حدیث کو سخاوی نے الضوع الامع ج ۹ ص ۲۵۶ (نمبر ۸۰۶) اور شوکانی نے البدور الطالع ج ۲ ص ۲۹۷

(نمبر ۵۱۳) ان سے نقل کیا ہے

الصلوة فرضينا لدنيانا من رضى رسول الله لدينا فقد منا ابابكر ”جب رسول خدا کی وفات ہوگئی تو ہم نے اپنے بارے میں غور و فکر کیا، اچانک ہم نے رسول خدا کو یاد کیا کہ انہوں نے ابوبکر کو نماز میں مقدم فرمایا تھا؛ لہذا جس طرح رسول خدا نے ہمارے دین کے بارے میں رضایت دی تھی، اسی طرح ہم نے اپنی دنیا کے بارے میں رضایت دے دی اور ابوبکر کو مقدم کر دیا“۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ حفاظ بڑے بڑے جھوٹ بولنے اور امت کے ان افراد کو دھوکہ دینے میں کس قدر گستاخ ہو گئے ہیں جو اپنی جہالت کی وجہ سے ضعیف اور کمزور ہیں، حالانکہ وہ لوگ اس فن کے ماہرین میں سے ہیں اور ان میں سے کسی پر ان جھوٹی روایتوں میں پایا جانے والا عیب اور مرض پوشیدہ نہیں ہے۔

جی ہاں! ایک محقق ہماری کتاب ”تلخیص الغدیر“ کے متعدد مقامات پر امیر المومنینؑ کے کلمات سے مربوط صحیح احادیث اور صریح روایات نیز متفق علیہ تاریخی شواہد دیکھ سکتا ہے جو اس جھوٹ کی تکذیب کرتے ہیں؛ اس کلام اور ابوبکر کی بیعت کے سلسلے میں حضرت علیؑ کی مخالفت کے متعلق حفاظ و تاریخ نگاروں کے کلمات میں کتنا فرق ہے؛ جیسے قرطبی کا قول جنہوں نے ”المفہم شرح صحیح مسلم“ میں صحیح مسلم کی ایک حدیث اور اس عبارت ”کان لعلى من الناس جهة حياة فاطمة“ کے ضمن میں لکھا ہے:

”جہت“، یعنی جاہ و حشم اور احترام۔ لوگ جناب فاطمہؑ کی حیات میں ان کی کرامت کی وجہ سے حضرت علیؑ کا احترام کرتے تھے، گویا جناب فاطمہؑ رسول خدا کی پارہٴ تن تھیں اور

حضرت علیؑ ان سے بہت زیادہ قریب تھے؛ جب فاطمہؑ کی وفات ہوگئی اور حضرت علیؑ نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی تو لوگوں نے ان کا احترام کرنا چھوڑ دیا، تاکہ لوگوں کے ساتھ وہ بھی داخل ہو جائیں اور ان کی جماعت کو پراگندہ نہ کریں۔“

جناب فاطمہؑ کی شہادت تک امیر المومنینؑ کا ابوبکر کی بیعت سے پرہیز:

صحیح بخاری کی کتاب مناقب میں محمد بن حنفیہ سے منقول ہے: قلت لابی ای الناس خیر بعد رسول اللہ قال ابوبکر، قلت ثم من؟ قال: ثم عمر. و خشیت ان یقول ثم عثمان. قلت: ثم انت؟ قال ما انا الا رجل من المسلمین ”میں نے اپنے والد سے پوچھا: رسول خداؐ کے بعد بہترین انسان کون ہے؟ کہا: ابوبکر۔ میں نے پوچھا: ان کے بعد کون؟ کہا: عمر۔ میں خوف زدہ ہوا کہ کہیں ان کے بعد عثمان کا نام نہ لے لیں، میں نے کہا: ان کے بعد آپ بہترین انسان ہیں؟ کہا: میں تو صرف مسلمانوں کی ایک فرد ہوں۔“ (۱)

تاریخ خطیب میں ہے: قلت یا ابا بکر من خیر الناس بعد رسول اللہ؟ قال یا بنی او ماتعلم؟ قال قلت لا قال ابوبکر. قال قلت: ثم من؟ قال یا بنی او ماتعلم؟ قال قلت: لا. قال ثم عمر. قال: ثم بدرتہ فقلت یا ابا بکر ثم انت الثالث قال فقال لی: ای بنی ابوبکر رجل من المسلمین له ما لهم و علیه ما علیہم ”میں نے کہا: والد گرامی! رسول خداؐ کے بعد سب سے بہتر انسان کون ہے؟ فرمایا: بیٹے! کیا تم نہیں جانتے؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: ابوبکر ہیں۔ میں نے پوچھا: پھر کون ہے؟ فرمایا: بیٹے! کیا تم نہیں جانتے؟

میں نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: عمر ہیں۔ محمد حنفیہ کا بیان ہے کہ پھر میں نے ان پر سبقت کرتے ہوئے کہا: والد گرامی پھر آپ تیسرے شخص ہیں۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا: بیٹے! میں تو مسلمانوں کی ایک فرد ہوں ان کا فائدہ میرا فائدہ ہے اور ان کا نقصان میرا نقصان ہے۔“ (۱)

علامہ یحییٰ فرماتے ہیں: یہ بخاری کی پہلی لغزش نہیں ہے، جو بھی امیر المؤمنین پر سبقت کا مظاہرہ کرنے والوں کے بارے میں حضرت کے عقیدہ و نظریہ سے آگاہ ہے وہ شک نہیں کرے گا کہ حضرت سے جو بات منسوب کی گئی ہے وہ ایک عظیم بہتان ہے۔ ان کے فرزند حنفیہ ایسے نہیں ہیں کہ تمام حالات کے بعد ان افراد کے متعلق اپنے والد کے نظریہ سے واقف نہ ہوں اور ان کے بارے میں سوال کریں اور پھر اس بات سے خوف زدہ ہو جائیں کہ کہیں تیسری مرتبہ عثمان کا نام نہ لے لیں۔ وہ عثمان کو ان کے تمام تر ظاہری و باطنی عیوب کے ساتھ پہچانتے تھے اور جانتے تھے کہ عثمان بنی ابوعاص کے ان تیس فرزندوں میں سے ہیں جن کے بارے میں رسول خداؐ سے صحیح حدیث مروی ہے: **اِذَا بَلَغَ بَنُو ابِي الْعَاصِ ثَلَاثِينَ رَجُلًا جَعَلُوا مَالَ اللَّهِ دُولًا وَ عِبَادَهُ خِيَالًا وَ دِينَهُ دَخَلُ** ”جب ابو العاص کے فرزند تیس تک پہنچ جائیں گے تو مال خدا کو اپنے درمیان پھرائیں گے، خدا کے بندوں کو غلام بنائیں گے اور دین خدا کو حیلہ و فریب کا ذریعہ قرار دیں گے۔“ (۲)

امیر المؤمنینؑ نے اپنے اس نظریہ کو عثمان کے قتل کے دن اپنے فرزند حنفیہ سے اس وقت کیوں پوشیدہ رکھا جب وہ ان کی طرف جا کر ان کی مدد کرنا چاہتے تھے، لیکن ابو حنفیہ نے ان کے دونوں بازو، ان کے دونوں کف دست یا پھر ان کی کمر کے دونوں طرف کے حصہ کو پکڑ لیا اور اس کام سے روکا۔

فرزند حنفیہ کا اس بات سے جاہل رہنا بعید ہے جو رسول خداؐ سے ان کے والد گرامی

بارے میں مروی ہے، کہ آنحضرت نے فرمایا: انه خیر البریة و انه خیر البشر و انه خیر امن اترکہ بعدی انه خیر الناس و انه خیر الرجال و انه احد الخیرتین ”بے شک وہ بہترین مخلوق، بہترین انسان، باقی ماندہ لوگوں میں بہترین شخص اور منتخب شدہ دو افراد میں سے ایک ہیں۔“

محمد بن حنفیہ وہی ہیں جن کے پاس ایک شاعر نے یہ شعر پڑھا تھا:

انت ابن خیر الناس من بعد النبی یابن علی سر و من مثل علی
تم بعد رسول بہترین انسان کے فرزند ہو، اے فرزند علی! آگے بڑھو۔ علی کی طرح
کون ہے؟“۔ (۱)

حضرت علیؑ سے ایسی بات منسوب کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے جب کہ کئی طرق سے ان سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول خدا نے میرے سینہ پر ٹیک لگائے ہوئے فرمایا:
ای علی الم تسمع قوله الله تعالى ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾ (۲) انت و شیعہ تک ”اے علی! کیا تم نے ارشاد
خداوندی (جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اعمال صالح انجام دیا وہ بہترین مخلوق خدا
ہیں) کو نہیں سنا؟ (اس آیت سے مراد) تم اور تمہارے شیعہ ہیں۔“

اور جابر سے منقول ہے: ان اصحاب النبی کانوا اذا قبل علی قالوا قد جاء خیر البریة ”بے شک جب بھی علیؑ تشریف لاتے تو اصحاب رسولؐ کہتے تھے: خیر البریہ (بہترین مخلوق) تشریف لائے۔“۔ (۳)

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۷۹ (ج ۵ ص ۱۰۷)

۲۔ بیہر

۳۔ ملاحظہ ہو: المناقب، خوارزمی ص ۶۶ (ص ۱۱۱ ج ۱ ص ۱۲۰؛ ص ۲۶۵ ج ۲ ص ۲۴۷)

اگر امیر المؤمنین کا یہ عقیدہ تھا کہ ابوبکر بہترین انسان ہیں تو انہوں نے سیدۃ النساء جناب فاطمہ کی وفات تک بخاری کے نقل کے مطابق: ابوبکر کی بیعت کیوں نہ کی؟ (۱) جناب فاطمہ کی زندگی میں حضرت علیؑ لوگوں کی نظر میں بہت عزیز و محترم تھے، بنی ہاشم بزرگ صحابہ اور امت کے محترم افراد اس عمل میں ان کے موافق تھے، کیا ان میں کوئی ایسا نہیں تھا جو صدیق کی اس منزلت سے واقف ہو؟ حضرت علیؑ راتوں رات صدیقہ طاہرہ کو اپنے کاندھے پر اٹھا کر انصار کی مجلسوں میں کیوں لے جاتے تھے اور جناب زہراءؑ بہترین انسان کی بیعت کے لئے ان سے مدد کی درخواست کیوں فرما رہی تھیں؟! (۲) سقیفہ اور اس کے بعد بھی لوگوں کو ابوبکر کی بیعت کی دعوت دیتے وقت اس بات کی طرف اشارہ کیوں نہ کیا گیا کہ وہ بہترین انسان ہیں؟! بلکہ سب کی زبان پر یہ تھا کہ وہ سابق، سن رسیدہ اور رسول خداؐ کے یار غار تھے۔ اور ان سب کو دھونس دھمکی سے منوایا جا رہا تھا۔

﴿أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ أَمْ جَاءَهُمْ مَا لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمُ الْأَوَّلِينَ﴾ ”کیا ان لوگوں نے ہماری بات پر غور نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی چیز آگئی ہے جو ان کے باپ دادا کے پاس بھی نہیں آئی تھی؟“۔ (۳)

جناب زہرا سلام اللہ علیہا کے خطبہ پر ایک نظر:

صدیقہ طاہرہؑ نے اپنے خطبہ میں ابوبکر اور ان کے ساتھیوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

كُنْتُمْ تَشْرَبُونَ الطَّرِيقَ وَتَقْتَاتُونَ الْوَرَقَ أَذِلَّةَ خَاشِعِينَ تَخَافُونَ أَنْ

۲۔ الامامة والسياسة ج ۱ ص ۱۲ (ج ۱ ص ۱۹)

۱۔ صحیح بخاری (ج ۲ ص ۱۵۴۹ ح ۳۹۹۸)

یتخطفکم الناس من حولکم فانقذکم اللہ برسولہ ”تم طرق (۱) آلودہ پانی پیتے تھے اور درخت کے پتے چباتے تھے، تمہیں ڈر تھا کہ کہیں لوگ تمہارے اموال کو اچک نہ لیں تو خدا نے رسولؐ کے ذریعہ تمہیں نجات دی۔“ (۲)

واقعہ مذکور

علم خلیفہ کا نمونہ: ابن حجر کے نزدیک صحابہ کے درمیان علی الاطلاق خلیفہ کی اعلیت کی دلیل، وہ روایت ہے جو صواعق میں بطور مرسل عائشہ سے منقول ہے؛ ان کا بیان ہے: لما توفی رسول اللہ... قالوا: این ندفن رسول اللہ؟ فما وجدنا عند احد فی ذلک علما؛ فقال ابو بکر، سمعت رسول اللہ يقول: ما من لبی یقبض الا دفن تحت مضجعه الذی مات فیہ واختلفوا فی میراثہ؛ فما وجدنا عند احد فی ذلک علما؛ فقال ابو بکر: سمعت رسول اللہ يقول: انا معشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقة ”جب رسول خدا کی وفات ہوئی... کہا گیا: ہم رسول کو کہاں دفن کریں؟ کسی کے پاس کوئی جواب نہیں تھا، ابو بکر نے کہا: میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: جو نبی بھی وفات کرتا ہے وہ اسی بستر کے نیچے دفن ہوتا ہے جس پر اس کی وفات ہوتی ہے۔ لوگوں میں آنحضرت کی میراث کے متعلق بھی جب اختلاف ہوا تو اس سلسلے میں سب لاعلم تھے، ابو بکر نے کہا: میں نے رسول خدا کو فرماتے

۱۔ طرق: گندے پانی کو کہتے ہیں؛ لسان العرب (ج ۸ ص ۱۵۱)

۲۔ بلاغۃ النساء ج ۱۳ (ص ۲۴) اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۰۸ (ج ۴ ص ۱۱۷)؛ مکمل خطبہ کے مطالعہ و تحقیق کے لئے بحار الانوار ج ۲۹ ص ۲۲۰-۳۳۳ ملاحظہ فرمائیں۔

ہوئے سنا ہے: ہم گروہ انبیاء میراث نہیں چھوڑتے جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ (۱)
 علامہ امینی فرماتے ہیں: ان دونوں مرسل روایت سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ کہ
 ابو بکر نے رسولؐ سے ان دونوں حدیث کی روایت کی ہے اور ان دونوں مقامات (تدفین
 اور تقسیم میراث) پر جو لوگ موجود تھے انہوں نے ان دونوں روایتوں کو نقل نہیں کیا۔ اب اگر
 ابو بکر ان دونوں روایتوں کو نقل کرنے کی وجہ سے علی الاطلاق تمام صحابہ سے اعلم ہیں تو پھر
 جس نے ہزاروں حدیثیں جمع کی ہیں اور جن کو ابو بکر نے نقل نہیں کیا ہے، ان میں اس شخص
 کی کیا منزلت ہے؟! اس کے باوجود بھی کوئی بھی اس شخص کو تمام صحابہ یا کم از کم ابو بکر سے
 اعلم نہیں سمجھتا! کیا وجہ ہے کہ ”اب“ و ”کلالہ“ دادی و نانی کی میراث وغیرہ کے متعلق
 ابو بکر نے نادر و نایاب کلمات اپنی زبان سے جاری نہیں کئے؟! (۲)

کیا انہوں نے مغیرہ بن شعبہ، محمد بن سلمہ، عبدالرحمن بن سہیل اور دوسرے عام لوگوں
 سے سنت کی تعلیم حاصل نہیں کی ہے؟!

گویا ابن حجر نے لوگوں کو اپنے اوپر قیاس کیا اور گمان کیا کہ لوگ پتھر کی اولاد ہیں جو
 کچھ سمجھتے نہیں صرف سنتے ہیں۔

کیا وہ اپنے آپ سے نہیں کہتے کہ صحابہ رسول خداؐ کے ان ارشادات سے کیا سمجھتے ہیں:

۱۔ ما بین قبری و منبری روضة من ریاض الجنة ”میری قبر اور میرے منبر

کے درمیان جنت کا ایک باغ ہے۔“ (۳)

۱۔ الصواعق المحرقة ص ۱۹ (ص ۳۴)

۲۔ ملاحظہ ہو: تلخیص الغدیر ص ۵۱۷، ۵۲۲، ۵۲۶، ۶۲۶

۳۔ مسند احمد (ج ۳ ص ۲۷۲ ح ۱۱۲۱۶)

۲۔ مابین بیتی و منبری روضة من رياض الجنة ”میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کا ایک باغ ہے۔“ (۱)

۳۔ مابین حجرتی الی منبری روضة من رياض الجنة ”میرے کمرے اور میرے منبر کے درمیان جنت کا ایک باغ ہے۔“ (۲)

۴۔ مابین المنبر و بیت عائشة روضة من رياض الجنة ”میرے منبر اور عائشہ کے گھر کے درمیان جنت کا ایک باغ ہے۔“ (۳)

۵۔ من سره ان یصلی فی روضة من رياض الجنة فلیصل بین قبری و منبری ”جو بھی جنت کے باغ میں نماز پڑھنا پسند کرتا ہے، اسے چاہئے کہ وہ میری قبر اور منبر کے درمیان نماز پڑھے۔“ (۴)

ابن ابی الحدید اپنی شرح میں لکھتے ہیں:

”میں کہتا ہوں انہوں نے آنحضرت کی جائے تدفین میں اختلاف کیسے کیا حالانکہ آنحضرت نے ان سے فرمایا تھا: فضعنی علی سریری فی بیتی هذا علی سفیر قبری ”مجھے اسی گھر میں میرے تخت کے اوپر، میری قبر کی بائیں جانب رکھو“۔ (۵) یہ اس

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب فضل ما بین القبر والمنبر؛ کتاب الحج (ج ۱ ص ۳۹۹ ح ۱۱۳۷،

۱۱۳۸ ح ۲ ص ۶۶۷ ح ۱۷۸۹)

۲۔ مسند احمد (ج ۳ ص ۳۵۲ ح ۱۰۵۲۵)؛ کنز العمال (ج ۱۲ ص ۲۶۰ ح ۳۴۹۴۸)

۳۔ ارشاد الساری ج ۳ ص ۴۱۳ (ج ۴ ص ۴۲۹ ح ۱۸۸۸)؛ وفاء الوفاء ج ۳ ص ۳۰۳ (ج ۲ ص ۴۷۷)

۴۔ کنز العمال ج ۶ ص ۲۵۴ (ج ۱۲ ص ۲۶۰ ح ۳۴۹۵۰)

۵۔ طبقات کبری (ج ۲ ص ۲۵۷)؛ مستدرک حاکم (ج ۳ ص ۶۲ ح ۳۴۹۹)

بات کی تصریح ہے کہ آنحضرت عائشہ کے گھر میں اسی جگہ دفن ہوں گے جہاں اصحاب جمع تھے۔ (۱)

کیا ابن حجر سوچتے ہیں کہ صحابہ ان احادیث کے بعد بھی اس روضہ مقدس سے ناواقف تھے جس کی رسول خداؐ نے نشاندہی کی تھی اور وہاں نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا؟! کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ صحابہ قبر و منبر اور ان دونوں کے درمیان موجود روضہ سے ناواقف تھے؟! انہوں نے قریب سے رسول خداؐ کے ذریعہ اس کے حدود کو سمجھ لیا تھا اس کے بعد جائے تدفین میں اختلاف کیا اور ابو بکر نے جائے تدفین کی نشاندہی کی اور اس کام کی وجہ سے وہ تمام صحابہ میں سب سے بڑے عالم ہو گئے!؟

پھر یہ کہ اگر دفن کی روایت صحیح ہو تو پھر رسول خداؐ اسی کو تدفین کی جگہ کی نشاندہی کریں گے جس سے انہوں نے غسل و کفن اور تدفین کی وصیت کی تھی (۲)، اور جو ان کے غسل و کفن کا ذمہ دار تھا۔ (۳) اور اسی کو بتائیں گے کہ جس کے بارے میں جانتے تھے کہ وہ آدھی رات کو قریبی افراد (۴) کے علاوہ دوسرے لوگوں کی غیر موجودگی میں انہیں دفن کرے گا۔ نہ کہ اس سے بتائیں گے جو اس وقت غائب تھا اور خواب غفلت نے اسے اپنی پلیٹ میں لے رکھا تھا۔ اور بات فقط سید البشر رسول اکرمؐ سے مخصوص نہیں ہے بلکہ سب کے لئے اپنی قبر کی جگہ کا تعین ان اہم ترین چیزوں میں سے ہے کہ جس کی وصیت کی جاتی ہے۔

۱۔ شرح نہج البلاغہ ج ۳ ص ۱۹۳ (ج ۱۳ ص ۳۹ خطبہ ۲۳۰)

۲۔ طبقات بن سعد، نمبر مسلسل ۷۹۸، ۸۰۱ (ج ۲ ص ۲۷۸، ۲۸۰، ۲۸۱)؛ خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸ (ج ۲ ص ۲۸۲، ۲۸۳)

۳۔ ملاحظہ ہو: اسی کتاب کا ص ۱۳۹

۴۔ طبقات بن سعد ص ۷۹۸ (ج ۲ ص ۲۷۸)

تیسرا نمونہ: روایت میراث: ابن حجر کتنی جلدی اپنی بات سے اپنی بات کو رد کر دیا ہے اور تناقص گوئی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ (۱) وہ صفحہ ۱۹ پر اس روایت کے نقل کو صرف ابو بکر سے مخصوص سمجھتے ہیں اور اسے ان کی اعلیت کی واضح دلیل سمجھتے ہیں۔ اور صفحہ ۲۱ پر معتقد ہیں کہ علی، عباس، عثمان، عبدالرحمن بن عوف، زبیر، سعد اور رسول خدا کی ازواج نے اس روایت کو نقل کیا ہے، اس کے بعد وہ لکھتے ہیں: سب ہی واقف تھے کہ رسول خدا نے یہ حدیث بیان فرمائی ہے لیکن ابو بکر نے سب سے پہلے اس کا تذکرہ کیا اس کے بعد دوسروں نے اسے نقل کیا، یہ تناقص گوئی کیا معنی رکھتی ہے؟!

ان کو اختتام کلام میں ابتدائی باتوں سے کس چیز نے غافل کر دیا؟! کیا اعلیت، جلدی یاد آنے پر منحصر ہے؟! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ علم کے سلسلے میں ان دونوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے، صرف حفظ میں اس کی اہمیت ہو سکتی ہے۔

ثانیاً: اگر رسول خدا نے یہ حدیث بیان فرمائی ہوتی تو پہلے وراثت کا دعویٰ کرنے والے اہل و عیال سے بیان فرماتے تاکہ میراث کے سلسلے میں آیات و روایات کی عمومی دلیلوں سے ان کا تمسک باطل ہو جاتا، ایسی صورت میں نزاع و اختلاف اور کینہ و دشمنی بھی عالم وجود میں نہیں آتی اور ان کی عزیز بیٹی اپنے والد کے اصحاب سے ناراض ہو کر اس دنیا سے نہ جاتیں (۲) اور اس طرح دونوں فرقوں میں اتنے اختلاف اور دشمنی و کینہ ایجاد نہ ہوتا۔ پھر یہ کہ رسول خدا بھی امت اور افراد امت کے درمیان موجود اختلافات اور کینہ و دشمنی کو ختم کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔

۱۔ صواعق محرقہ ص ۱۹، ۲۱، (ص ۳۲، ۳۹)

۲۔ اس مطلب کی تفصیل ص ۱۳۳-۱۳۴ آئے گی: نیز ملاحظہ فرمائیں: ج ۱۵۵-۱۶۰

کیا آنحضرت ان فتنوں سے بے خبر اور لاعلم تھے کہ جو ان کی وفات کے بعد برپا ہونے والا تھا اور ان کے اہل و عیال سے مخصوص احکام خاص کہ جس سے حکم ارث کی تخصیص ہوتی ہے جب کہ رسول کا علم کہیں اس سے بلند و بالاتر ہیں اس لئے کہ وہ اموات، بلائیں، مصیبتیں، فتنہ و فساد اور جنگوں سے باخبر تھے۔

کیا آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ صدیق اکبر امیر المومنینؓ اور ان کی زوجہ صدیقہ کبریٰؓ کا اس مال کے متعلق دعویٰ لغو تھا جسے انہوں نے اپنے بعد چھوڑا تھا اور جسے ابو بکر نے ہتھ لیا تھا۔ حالانکہ ان دونوں حضرات نے یہ دعویٰ اس وقت کیا جب وہ جانتے تھے کہ رسول خداؐ نے یہ روایت بیان فرمائی ہے لیکن مال کی لالچ سے پہلو تہی اختیار کرتے ہوئے اس سے چشم پوشی کی یا نہیں جانتے تھے کہ آنحضرت نے یہ روایت بیان فرمائی ہے؟!

ہم کتاب و سنت کے استفادہ سے ان دونوں حضرات کے دامن کو سنت سے چشم پوشی اور ان پر عارض ہونے والی جہالت سے پاک و پاکیزہ سمجھتے ہیں، کیوں کہ ابو بکر کے اس دعوے کی تصدیق کی گئی کہ جو کتاب و سنت کے خلاف تھا (اس لئے کہ اس سلسلے میں علم و یقین صرف آنحضرت کے وارثوں اور ان کے اس وصی کی طرف سے پیدا ہو سکتا ہے جن کی وصایت کی آغاز دعوت کی مجالس و اجتماعات (۱) میں تصریح ہو چکی ہے) لیکن صدیقہ طاہرہ اور ان کے پاکیزہ شوہر جو یہ کہہ رہے تھے کہ رسول خداؐ کی طرف سے فدک ان کو ہبہ کیا گیا ہے، ان کے اس دعویٰ کو کسی نے نہیں سنا حالانکہ اس دعویٰ کی صحت صرف انہیں دونوں حضرات کی طرف سے سمجھ میں آ بھی سکتی ہے۔ مالک بن جعونہ نے اپنے والد سے

نقل کیا ہے: فاطمہ نے ابوبکر سے کہا: ان رسول اللہ جعل لی فדک فاعطنی ایہا ”رسول خدا نے فدک کو میرے لئے قرار دیا ہے لہذا اسے مجھے دے دو“۔ علی بن ابی طالب نے فاطمہ کی طرف سے گواہی دی، ابوبکر نے دوسری گواہی کا مطالبہ کیا تو پھر ام ایمن نے گواہی دی۔ پھر ابوبکر نے کہا: قد علمت یا بنت رسول اللہ انہ لا تجوز الا شہادۃ رجلین او رجل و امرأتین ”اے بنت رسول! آپ جانتی ہیں کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ہی جائز اور صحیح ہے“۔ یہ سنکر جناب فاطمہ اپنے دعویٰ سے منصرف ہو گئیں اور واپس چلی گئیں۔ (۱)

ثالثاً: حضرت فاطمہ کی ناراضگی (جن کے بارے میں ان کے والد سے مروی روایت ہے: ان اللہ یرضی لرضایا و یغضب لغضبہا) کی علت اور وجہ کیا ہے؟ کیا اس حکم کی وجہ سے کہ جسے ان کے والد نے بیان فرمایا تھا؟! جس باپ کی زبان پر ﴿وما ینطق عن الہوی﴾ کا پہرہ لگا ہوا اس سے ایسا فعل بعید ہے۔ یا اس لئے کہ اس حکم کو ایک صادق و امین شخص نے نقل کیا ہے اور چاہتا ہے کہ حکم شریعت کی تبلیغ کے ذریعہ اس حکم کو محکم کرے اور بی بی نے بھی اس کی تصدیق کی (لیکن اس کے باوجود بھی وہ اس کی مخالفت کر رہے تھے)؟!

ہم جگر گوشہ رسول حضرت فاطمہ کو آیۂ تطہیر کی نص اور صراحت کی وجہ سے، اس ننگ و عاریات سے پاس سمجھتے ہیں۔ لہذا صرف تیسری صورت رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ وہ راوی کو جھوٹا سمجھتی ہیں یا یہ سمجھتی ہیں کہ اس کی روایت میں خلل ہے اور اس حکم کو کتاب و سنت کے برخلاف سمجھتی ہیں۔ اسی بات نے بی بی کو مجبور کیا کہ وہ سر پر چادر ڈال کر بنی ہاشم کی عورتوں

اور خادموں کے درمیان جائیں، اس وقت بی بی اس عالم میں گھر سے نکلیں کہ سر سے پیر تک چادر میں ڈھکی ہوئی تھیں اور چادر زمین پر خط دے رہی تھی (۱)، خاندان کی عورتوں کے ساتھ یوں قدم اٹھا رہی تھیں کہ رسولؐ کی یاد تازہ ہو رہی تھی، لوگ چیخ مار کر رونے لگے، اس وقت ابو بکرؓ گروہ مہاجرین و انصار اور دوسرے افراد کے درمیان بیٹھے تھے۔ بی بی وہاں وارد ہوئیں ان کے لئے پردہ لگایا گیا، دختر رسولؐ نے گریہ کیا جس کی وجہ سے تمام لوگ رونے لگے اور مجلس منقلب ہو گئی، آپ نے تھوڑی دیر توقف کیا، جب لوگوں کی آواز رک گئی، اس وقت حمد الہی اور رسولؐ کے اوپر درود و سلام سے اپنے خطبہ کو شروع کیا، اس خطبہ میں یہ کلمات بھی شامل تھے: انتم الآن ترعمون ان لا ارث لنا؛ ﴿أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾ بیان ابی قحافہ! اثرث اباک ولا ارث ابی، لقد جئت شیئا فریا فدونکھا مخطومة مرحولة تلقاک یوم حشرک فنعلم الحکم اللہ والزعیم (۲) محمد والوعد القیامة وعند الساعة یخسر المبطون ”تم لوگ کہتے ہو کہ ہم میراث نہیں لے سکتے“ کیا یہ لوگ حکم جاہلیت کا تم سے مطالبہ کر رہے ہیں جب کہ صاحبان یقین کے لئے اللہ کے فیصلہ سے بہتر کس کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔“ (۳) اے ابو قحافہ! تم اپنے والد کے وارث بنو اور میں اپنے باپ کی وارث نہ بنوں! بے شک تم نے بہت بڑا جھوٹ بولا ہے۔ تم فدک کو سواری کی مہار طرح پکڑ لو (۴)

۱۔ عبارت ”نسطا ذیولھا“ کا یہ مطلب ہے کہ: بی بی کا لباس بڑا تھا اس طرح کہ بی بی اپنا پیر بھی چھپائے ہوئے تھیں اور راستہ چلتے وقت اپنے پیر انہیں پر رکھ رہی تھیں، کلمہ ”ذیول“ کو جمع استعمال کرنا لباس کے اجزاء کے اعتبار سے ہے یا پھر ممکن ہے لباس کی تعداد کی وجہ سے؛ بحار ج ۲۹ ص ۲۳۸

۲۔ بعض نسخوں میں اس طرح مذکور ہے: الغریم: یعنی حق کا مطالبہ کرنے والا ۳۔ مائتہ ۵۰۶

۴۔ (بی بی کا حکم دھمکی کے عنوان سے ہے، اس معنی میں کہ مہیا شدہ اور سواری کے لئے امادہ اونٹ کی طرح اسے لے لو اور اس سے حرام طریقہ سے استفادہ کرو تا کہ قیامت میں خدا حساب و کتاب کرے، بحار ج ۲۹ ص ۲۸۰-۲۸۱)

پھر قیامت کے دن خدا کے سامنے ملاقات ہوگی جو بہترین حاکم ہے اور بہترین سرپرست محمد اور بہترین وعدہ گاہ قیامت ہے، قیامت کے دن باطل افراد نقصان کا سامنا گے۔“

اسی بات نے انہیں اپنے مخالف سے ناراض کیا اور آپ اپنی وفات تک ہر نماز کے بعد اس پر نفرین کرتی رہیں؛ اس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔ (۱)

کیا یہ حکم تمام انبیاء کے لئے ہے یا صرف رسول خداؐ سے مخصوص ہے؟! پہلے احتمال کی قرآن نے نفی کی ہے؛ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾ ”اور سلیمان، داؤد کے وارث ہوئے۔“ (۲)

زکریا کے حوالے سے خدا فرماتا ہے: ﴿فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا﴾ ☆ ”یَرْثِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ“ ”تو اب مجھے ایک ایسا ولی اور ایسا وارث عطا کر دے، جو میرا وارث یعقوب کا وارث ہو۔“ (۳)

یہ بات واضح ہے کہ میراث کی حقیقت، خدا کے حکم سے موت کے بعد وارثوں تک ملکیت کا انتقال اور تبادلہ ہے؛ اس اعتبار سے اس آیہ مبارکہ کو علم و نبوت پر حمل کرنا جیسا کہ اہل سنت دعویٰ کرتے ہیں، خلاف ظاہر ہے؛ اس لئے کہ نبوت اور علم موروثی نہیں ہے، ”نبوت“ مصلحت عامہ کی تابع ہے، پہلے ہی دن سے خدا کے نزدیک وہ (نبوت) اس کے اہل کا مقدر ہو چکی ہوتی ہے، خدا جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دے، اس میں حسب و نسب کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی، دعا اور اس بات کی درخواست کرنا کہ فلاں کسی کو رسول قرار

دے، یہ بھی موثر نہیں ہے، اسی طرح زیور علم سے بھی وہی آراستہ ہوتا ہے جو اس کی تلاش میں جاتا ہے اور تعلیم حاصل کرتا ہے۔

اس کے علاوہ جناب زکریا نے اپنی اولاد میں سے ایک ولی کی درخواست کی تھی تاکہ وہ دوسرے رشتہ داروں یعنی چچیرے بھائیوں اور پردی رشتہ داروں کی میراث سے مانع ہو اور یہ بات صرف اموال سے مناسبت رکھتی ہے، نبوت یا علم سے محبوب اور ممنوع ہونے کا کوئی معنی ہے۔

پھر یہ کہ ولی وارث کی رضایت کو شرط قرار دینا، جیسا کہ آیہ مبارکہ ﴿وَجَعَلَهُ رَبِّ رَضِيًّا﴾ ”اُسے مورد رضایت قرار دے“۔ (۱) ہے یہ خود نبوت سے سازگار نہیں ہے؛ کیونکہ عصمت و قداست، انبیاء کے اخلاق و کردار اور ان کی طینت سے جدا نہیں ہے اس لئے درخواست کی بات کسی ایک اعتبار سے بھی صحیح نہیں سمجھ میں آتی، ہاں! یہ بات اموال سے متعلق ہے اور اس شخص پر صادق آتی ہے جو وارث ہو رہا ہے؛ اس لئے کہ مال کا وارث کبھی راضی ہے اور کبھی نہیں۔

جہاں تک دوسرے احتمال کا سوال ہے، وہ یہ کہ حکم رسول خدا سے مخصوص تھا: اس احتمال سے میراث کی عمومی آیات کی تخصیص لازم آتی ہے؛ جیسے یہ آیات:

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْاُنْثَىٰ﴾ ”اللہ تمہیں تمہاری

اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہوگا“۔ (۲)

﴿وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ

عَلَيْمٌ ﴿۱﴾ اور قرابتدار کتاب خدا میں سب آپس میں ایک دوسرے سے زیادہ اولیت اور قربت رکھتے ہیں بیشک اللہ ہر شے کا بہترین جاننے والا ہے۔ (۱)

﴿۲﴾ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ﴿۳﴾ اگر کسی کوئی مال چھوڑا ہے تو اپنے ماں باپ اور قرابتداروں کے لئے وصیت کر دے۔ (۲)

قرآن کی تخصیص صرف ثابت شدہ قطعی دلیل کے ذریعہ جائز ہے، اس خبر واحد کے ذریعہ نہیں کہ جس کی عمومیت کو سیرت انبیاء کی مخالفت کی وجہ سے قبول نہیں کیا جاسکتا، نہ اس خبر واحد کے ذریعہ جسے امت کی صدیقہ اور اس صدیق نے قبول نہیں کیا جو علم رسول کا وارث ہے اور قرآن مجید نے اسے نفس رسول کہا ہے، نہ اس خبر واحد کے ذریعہ جس نے امت میں کینہ و دشمنی ایجاد کی، پوری طرح دشمنی کا دروازہ وا کیا، آنے والے زمانے میں نفرت و عداوت کی آگ شعلہ ور کی، مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا اور ان کی سلامتی و وحدت کا خاتمہ کیا۔ خداوند عالم اس خبر واحد کی روایت کرنے والے کو جزائے خیر دے۔

علاوہ بریں اگر ابو بکر کو اپنی حدیث پر اطمینان تھا تو پھر انہوں نے حضرت فاطمہ (س) کے لئے فدک کے بارے میں لکھے گئے خط کے ذریعہ اس کی رد کیوں کی؟! اگر چہ عمر بن خطاب نے ان کے پاس پہنچ کر پوچھا: یہ کیا ہے؟ جواب دیا: کتاب کتبہ لفاطمہ بمیراثھا من ابیھا ”وہ خط ہے جسے میں نے فاطمہ کے والد کی طرف سے ان کی میراث کے متعلق لکھا ہے۔“ عمر نے کہا: مما ذاتنفق علی المسلمین وقد حاربک العرب کما تری؟ ثم اخذ عمر الكتاب فشقہ ”ایسی صورت میں

مسلمانوں پر کہاں سے انفاق کرو گے، چنانچہ تم دیکھ رہے ہو کہ عرب پوری طرح جنگ کے لئے آمادہ اور تیار ہے، پھر عمر نے خط لے کر پھاڑ دیا۔“ (۱)

﴿فَمَالِ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا﴾ ”یہ لوگ کوئی بات سمجھنے کے لئے تیار کیوں نہیں ہیں۔“ (۲)

خليفة نے عائشہ سے اجازت لی

عمر بن ميمون سے منقول ہے: عمر بن خطاب نے اپنے فرزند ”عبداللہ“ سے کہا: ام المؤمنین عائشہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ عمر نے آپ کو سلام کہا ہے، تم امیر المؤمنین نہ کہنا اس لئے کہ آج سے میں مومنوں کا امیر نہیں اور کہو کہ عمر بن خطاب اپنے دورِ فیق رسول خدا اور ابوبکر کے ہمراہ دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔ عبداللہ بن عمر نے جا کر سلام کیا اور اجازت کے بعد گھر میں داخل ہوئے، دیکھا کہ عائشہ بیٹھی ہوئی گریہ کنایاں ہیں۔ انہوں نے کہا: عمر نے آپ کو سلام کہا ہے اور اپنے دورِ فیق رسول خدا اور ابوبکر کے ہمراہ دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔

عائشہ نے کہا: میں خود وہاں دفن ہونے کی خواہشمند تھی لیکن میں نے آج عمر کو اپنے اوپر مقدم کیا۔ جب عبداللہ واپس ہوئے تو لوگوں نے کہا: عبداللہ بن عمر واپس آ رہے ہیں، یہ سن کر عمر نے کہا: مجھے اٹھاؤ، ایک شخص نے سہارا دے کر انھیں بٹھایا، عمر نے کہا: تیرے پاس کیا ہے؟ کہا: امیر المؤمنین کی خواہش کے مطابق عائشہ نے اجازت دے دی ہے۔

عمر نے کہا: الحمد لله ما كان شئى اهم الى من ذلك المضجع فاذا انا قضيت فاحملونى وان ردونى الى مقابر المسلمين ”خدا کا شکر! میرے نزدیک اس سے اچھی اور اہم آرام گاہ کوئی نہیں تھی لہذا جب میں مرجاؤں تو مجھے روضہ رسولؐ کی طرف سے لے جانا اور اگر عائشہ اس کی ممانعت کریں تو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا“۔ (۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اے کاش! خلیفہ عائشہ سے اجازت لینے کی دلیل بیان کرتے، کیا وہ میراث کے ذریعہ حجرہ رسولؐ کی مالک ہو گئی تھیں؟! اگر ایسا ہے تو پھر رسول خدا سے منسوب اس جعلی اور خیالی حدیث کا کیا ہوگا: نحن معاشر الانبياء لا وارث تركناه صدقة ”ہم انبیاء میراث نہیں چھوڑتے، جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے“۔

اسی جھوٹی حدیث کا سہارا لے کر صدیقہ طاہرہؓ سے فدک کو زبردستی چھین لیا گیا۔ اسی جعلی حدیث کے سہارے ابو بکر نے عائشہ اور تمام بیویوں کو ۱/۸ میراث سے محروم کیا جب انہوں نے اس کا مطالبہ کیا تھا۔ (۲)

اگر عمر اس وقت سمجھ گئے تھے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور انہوں نے پہلے والے نظریہ سے صرف نظر کر لیا تھا تو ایسی صورت میں رسول خداؐ کی دختر نیک اختر حصول اذن کے لئے زیادہ مناسب اور بہتر تھیں اس لئے کہ وہی حقیقی مالک تھیں۔

عائشہ تو صرف ۱/۹ کی مالک تھی اس لئے کہ وفات رسولؐ کے وقت آپ کی ۹ بیویاں

۱۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۶۳؛ ج ۵ ص ۲۲۶ (ج ۱ ص ۴۶۹ ح ۱۳۲۸؛ ج ۳ ص ۱۳۵۵ ح ۳۴۹۷)

۲۔ سیرۃ الحلبيہ ج ۳ ص ۳۹۰ (ج ۳ ص ۳۶۱)

تھیں گویا رسول خداؐ کے حجرہ شریفہ سے عائشہ کے حصہ میں صرف نواں حصہ آتا ہے۔ اس اعتبار سے وہ ایک بالشت یا دو بالشت سے کم کی حقدار تھیں اور اتنی کم جگہ پر خلیفہ کا جسم دفن نہیں ہو سکتا۔ بالفرض ان کی بیٹی ”حفصہ“ کا حصہ بھی اس میں شامل کر لیا جائے پھر بھی ان کا جنازہ دفن نہیں ہو سکتا۔ بنا بریں اس حجرہ شریفہ میں اس کے حقیقی مالک ”خاندان رسالت“ کی اجازت کے بغیر دست درازی کرنا شرعی نقطہ نظر سے جائز نہیں ہے۔

ممکن ہے قارئین نے ابن بطال کی بات پڑھی ہو، چنانچہ اس نے بکواس کی ہے کہ:

”حضرت عمرؓ نے عائشہ سے اس لئے اجازت لی کیوں کہ وہاں ان کا گھر تھا اور ان کو اس میں حق تصرف حاصل تھا“۔ (۱)

اور قارئین اس قول سے یہ گمان کریں کہ اس حجرے میں عائشہ کا حق تھا اسی لئے ان سے اجازت لینا ضروری تھا؛ لیکن یہ جاننا چاہئے کہ اس گھر میں عائشہ کو صرف حق سکونت حاصل تھا اور وہ گھر صرف انہیں سے منسوب نہیں تھا، جو بہر حال مالکیت کا موجب نہیں بن سکتا۔

ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں:

”اثبات کے لئے یہ استدلال کرنا کہ عائشہ گھر کی مالکہ تھیں، اسی لئے عمرؓ نے دفن کی اجازت مانگی تھی؛ یہ استدلال مردود اور باطل ہے، اس لئے کہ سکونت کے ذریعہ صرف منفعت کا حق ثابت ہوتا ہے اور حق منفعت میراث کا باعث نہیں ہوتا (جس کی وجہ سے وہ اسے ابو بکر کے حوالے کر دیں) رسول خداؐ کی دوسری بیویوں کا حکم، صاحب عدت عورتوں کی طرح ہے؛ اس لئے کہ وہ رسول خداؐ کے بعد شادی کے حق سے محروم ہیں (اس اعتبار

سے عام عورتوں کی طرح وہ عدت کی حالت میں صرف اپنے شوہر کے گھر میں سکونت کا حق رکھتی تھیں) لہذا ام المؤمنین بھی صاحب عدت عورتوں کی طرح رسول خداؐ کے گھر میں صرف حق سکونت رکھتی ہیں، مالکوں کی طرح حق تصرف نہیں رکھتی، (۱)

اس سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ اہل سنت کے حفاظ اس اجازت اور واقعہ دفن کو خلیفہ کے فضائل و مناقب میں شمار کرتے ہیں حالانکہ وہ اسلام کے عمومی قانون سے قطعی غافل ہیں کہ لوگوں کے اموال پر تصرف جائز نہیں! میں نہیں جانتا کہ سبط رسولؐ امام حسنؑ نے کس حق کے تحت یہ وصیت فرمائی کہ وہ اس حجرہ شریفہ مدفون ہوں؟!

کیا عائشہ نے وہاں دفن ہونے کی اجازت دی یا اس کی ممانعت کی اگر اجازت دی ہوتی تو اس کی پیروی کی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ بنی امیہ مسلح ہو کر کہنے لگے: ہم رسول کے پاس نہیں دفن ہونے دیں گے، قریب تھا کہ عظیم فتنہ و فساد برپا ہو جاتا۔ یہ تمام باتیں کیوں؟ میں نہیں جانتا۔ (۲)

خلیفہ نے فدک کو مروان سے مخصوص کیا

ابن قتیبہ نے ”المعارف“ میں اور ابوالفداء نے اپنی تاریخ میں، فدک (جو رسول خداؐ کا صدقہ تھا) کو مروان کے حوالے کرنے کا واقعہ بھی عثمان کے جملہ عیوب میں شمار کیا ہے؛ چنانچہ ابوالفداء لکھتے ہیں:

”فدک جو رسول خداؐ کا صدقہ تھا اور جسے فاطمہؑ نے بعنوان میراث طلب کیا تھا اور

۱۔ فتح الباری ج ۷ ص ۵۳ (ج ۷ ص ۶۱)

۲۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۴۴ (ج ۸ ص ۴۸ حوادث ۴۹ھ)

ابوبکر نے رسول خدا کی حدیث نقل کی کہ ہم انبیاء میراث نہیں چھوڑتے، جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ اس فدک کو عثمان نے مروان کے حوالے کر دیا۔ فدک ہمیشہ مروان اور اس کے بیٹوں کے قبضہ میں رہا، یہاں تک جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوا تو اس نے وہ لے کر صدقہ قرار دے دیا“۔ (۱)

بیہقی نے سنن کبریٰ میں مغیرہ کے طریق سے فدک کے بارے میں ایک حدیث نقل کی ہے، اس میں ہے کہ جب عمر کی وفات ہوئی تو عثمان نے فدک مروان کے حوالے کر دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ شیخ نے کہا: عثمان بن عفان کے زمانہ خلافت میں فدک مروان کے حوالے کر دیا گیا، گویا عثمان نے اس سلسلے میں رسول خدا سے مروی روایت کی تفسیر کی ہے: اذا اطعم الله نبياً طعمه فہی للذی يقوم من بعده وکان مستغنيا عنها بماله فجعلها لا قربائہ و وصل بها رحمہم ”جب خداوند عالم کسی رسول کو رزق دیتا ہے تو وہ رزق اس شخص کے لئے ہو جاتا ہے جو رسول کے بعد ان کے امر کا ذمہ دار ہوتا ہے، اگر وہ ان اموال سے بے نیاز ہو تو وہ اسے اپنے رشتہ داروں کے سپرد کر کے صلہ رحم کرتا ہے“۔ (۲)

ابن ابی الحدید اپنی شرح میں لکھتے ہیں:

عثمان نے فدک مروان کے حوالے کر دیا اور جناب فاطمہؓ نے اپنے والد کے انتقال کے بعد کبھی بعنوان میراث تو کبھی بعنوان بخشش اس کا مطالبہ کیا لیکن انہیں نہ دیا گیا۔ (۳)

۱۔ المعارف ص ۸۴ (ص ۱۹۴-۱۹۵)؛ تاریخ ابوالفداء ج ۱ ص ۱۶۸

۲۔ سنن کبریٰ ج ۶ ص ۳۰۱

۳۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۶۷ (ج ۱ ص ۱۹۸-۱۹۹ خطبہ ۳)

علامہ امینی فرماتے ہیں: میں اس بخشش کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہوں؛ اس لئے کہ اگر فدک مسلمانوں کا مال غنیمت تھا (جیسا کہ ابو بکر نے دعویٰ کیا ہے) تو پھر کس دلیل کے تحت مروان سے مخصوص ہو گیا؟!

اور اگر خاندان رسول کی میراث تھی (جیسا کہ جناب فاطمہؑ نے اپنے خطبہ میں فرمایا اور تمام ائمہ طاہرین علیہم السلام بالخصوص حضرت علیؑ نے دلیل پیش کی) تو ایسی صورت میں مروان اس خاندان کے زمرے میں نہیں آتا اور خلیفہ کو ذرا بھی حق نہیں ہے کہ وہ اس کے بارے میں کوئی حکم صادر کرے۔

اگر یہ بخشش رسول خداؐ کی طرف سے اپنے گوشہ دل جناب فاطمہؑ کے لئے تھی (جیسا کہ جناب فاطمہؑ نے یہ دعویٰ کیا اور امیر المومنینؑ، ان کے دو امام فرزند اور ام ایمن نے ان کے حق میں گواہی دی، ان کی گواہی ایسی دلیل سے رد کی گئی جس سے خدا اور رسولؐ کبھی راضی نہ ہوں گے تعجب کی بات ہے کہ جن کے متعلق آیہ تطہیر نازل ہوئی ہو اگر ان کی گواہی رد ہو جائے تو پھر کون سی گواہی قابل اطمینان ہو سکتی ہے اور کس دلیل پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے؟!

ان دام هذا و لم يحدث به غير لم يبك ميت و لم يفرح بمولود
اگر یہ صورت حال ایسے ہی جاری رہی اور زمانہ ان امور میں سے کسی بات کو نقل نہ کرے تو پھر کسی مردے پر گریہ نہیں کیا جائے گا اور کسی نومولود بچے پر خوشی و مسرت کا اظہار نہیں کیا جائے گا“ تو ایسی صورت میں مروان سے کیا ربط ہے؟! اور عثمان کو کون سا حق پہنچتا ہے کہ وہ کسی اور کے حوالے کر دیں؟!

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ فدک کے سلسلے میں تینوں خلفاء کا عمل ایک دوسرے سے مخالف تھا، ابو بکر نے اہل بیت سے چھین لیا، عمر نے اسے واپس کرنا چاہا اور عثمان نے اسے

مروان کے حوالے کر دیا پھر معاویہ سے لے کر بعد کے زمانے میں، مسند حکومت پر بیٹھنے والوں کا یہ رد عمل تھا کہ اہل بیت سے کبھی فداک لے لیا جاتا اور کبھی واپس کر دیا جاتا تھا۔ وہ ہوی و ہوس میں گرفتار ہو کر اس کے بارے میں جو چاہتے انجام دیتے تھے۔ (۱)

خليفة اس امت کے سب زیادہ رحم دل انسان:

۱۔ بلاذری نے انساب میں خلف بزار سے، اس نے ابوشہاب حناط (۲) سے، اس نے خالد حذاء بصری سے، اس نے ابو قلابہ بصری سے، اور اس نے انس سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: ارحمکم ابو بکر و اشد کم فی الدین عمر، اقرئو کم ابی و اصدقکم حیاء عثمان، و اعلمکم بالحلل و الحرام معاذ بن جبل و افرضکم زید بن ثابت و ان لكل امة امینا و امین هذه الامة ابو عبیدہ جراح ”تم میں سب سے زیادہ رحم دل ابو بکر، دین کے معاملے میں سب زیادہ سخت گیر عمر، قرأت قرآن کے سلسلے میں سب سے زیادہ جانکار ابی، حیا کے اعتبار سے سب سے زیادہ سچے عثمان، سب سے زیادہ حلال و حرام کے واقف کار معاذ بن جبل اور سب سے زیادہ احکام ارش کے عالم زید بن ثابت ہیں، بے شک ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابو عبیدہ جراح ہے“۔ (۳)

۱۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں: فتوح البلدان، بلاذری ص ۳۹، ۴۱ (ص ۴۶، ۴۷)؛ تاریخ یعقوبی ج ۳ ص ۴۸ (ج ۲ ص ۳۰۵)؛ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۰۳ (ج ۱ ص ۲۷۸ مکتوب ۴۵)۔ رجوع کریں: الغدير جلد ۱ ص ۲۔ عبد ربہ بن نافع کنانی: یہ بیوقوف ہے لیکن قوی نہیں، اس کی حدیث میں غلطی کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔

۳۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۵ (ج ۶ ص ۱۰۵)

علامہ مینی فرماتے ہیں: کیا آپ کو خلف بن بزار کی لچر باتوں پر تعجب نہیں ہے کہ جو مثنوق، امین عابد و فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ پکا شرابی تھا؟! ابو جعفر نفیلی کہتے ہیں: اگر شراب خواری کی لت میں مبتلا نہ ہوتا تو وہ رواۃ حدیث میں سے ہوتا۔ امام حمد بن حنبل کے سامنے خلف کا نام لیا گیا اور کہا گیا کہ اسے ابو عبد اللہ! وہ شرابی تھا؟ احمد نے کہا: قد انتھی الینا علم هذا عنه و لكن هو والله عندنا الثقة الامین شرب اولم یشرب ”مجھے اس کی خبر ملی ہے لیکن خدا کی قسم! وہ ہمارے نزدیک ثقہ و امین ہے، چاہے شراب پیئے یا نہ پیئے“۔ (۱)

خود یہی روایت اس بات کی بہترین گواہ ہے کہ خلف کے شرابی ہونے کی اطلاع امام احمد بن حنبل تک پہنچی تھی، جن لوگوں نے اس سے یہ روایت اخذ کی ہے اور نقل کیا ہے، انہیں والہانہ وابستگی اور مستی عشق نے بے باکانہ اور غور و فکر کے بغیر اس روایت کو نقل کرنے پر مجبور کیا ہے، مستی شراب نے نہیں۔ (خلف بزاز نے اس روایت کو شراب کی مستی میں گڑھا ہے اور اسے نقل کرنے والوں نے عشق کی مستی میں بے باکانہ نقل کر دیا ہے)۔

خطیب بغدادی نے اس امانتدار ثقہ سے شراب کی پلیدی کو پاک کرنے کے لئے محمد بن احمد بن رزق، محمد بن حسن بن زیادہ نقاش سے ایک روایت نقل کی ہے کہ اس نے کہا: میں نے ادریس بن عبد الحکیم حداد کو کہتے ہوئے سنا: خلف بن ہشام شراب پیتا تھا اور اسکی توجیہ کرتا تھا، ایک دن اس کے بھانجے نے سورۃ انفال کی آیت کی تلاوت کی، جب اس آیت تک پہنچا: ﴿لَيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ﴾ ”خدا چاہتا ہے کہ وہ ناپاک کو پاک سے جدا کر دے“۔ (۲) اس نے کہا: اے ماموں! جب خدا ناپاک کو پاک سے الگ

کر دے گا تو یہ شراب کس حصے میں آئے گی؟ یہ سن کر خلف نے کافی دیر تک اپنا سر نیچے کرنے کے بعد کہا: ناپاک حصے میں۔ اس نے کہا: کیا آپ راضی ہوں گے کہ آپ کا شمار اصحاب خبیث میں ہو؟ کہا: بھانجے گھر جاؤ اور گھر میں جتنی شراب ہے اسے بہا دو۔ اس کے بعد اس نے شراب پینا ترک کر دیا؛ اور پھر خداوند عالم نے نیکوں کے اجر کے لئے روزہ رکھنے کی توفیق عنایت فرمائی، وہ پوری عمر روزہ رہا یہاں تک کہ مر گیا۔ (۱)

اگر یہ خیالی باتیں صحیح ہوں تب پھر پاک و منزه ہونا کتنا اچھا ہے۔ اگرچہ یہ بات معقول ہے اور احمد کے نظریہ کے مطابق بہتر ہے کہ انہوں نے کہا: وہ ثقہ و امانت دار ہے چاہے شراب پئے یا نہ پئے۔ لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ یہ نظریہ قطعی باطل اور بے بنیاد ہے کیونکہ دلیل و برہان سے ہم آہنگ نہیں ہے اور عقل و منطق اور شریعت اس کی موافقت نہیں کرتے اس لئے کہ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا﴾ اے ایمان والو! اگر فاسق شخص تمہارے لئے کوئی خبر لائے تو تم اس کی تحقیق و جستجو کرو۔ (۲)

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ محمد بن حسن نقاش کی وجہ سے اس کی سند باطل اور ضعیف ہے؛ اس لئے کہ طلحہ بن محمد اسے جھوٹا سمجھتے ہیں۔ دارقطنی نے اسے سست اور ضعیف شمار کیا ہے۔ ابوبکر اسے تدلیس (۳) کرنے (غیر معتبر اور جھوٹی حدیث گڑھنے) والا سمجھتے ہیں۔

۳۔ روایت میں تدلیس کا مطلب یہ ہے کہ راوی اپنے ہم عصر سے اس روایت کو نقل کرے جسے اس نے اس سے نہیں سنا ہے، تاکہ دوسروں کو یہ باور کرا سکے کہ اس نے اپنے ہم عصر سے یہ حدیث سنی ہے۔ جیسے راوی ان الفاظ میں روایت کرے: ”سمعت فلانا“، ”قال لی فلان“، حالانکہ اس نے اس سے یہ روایت نہیں سنی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تدلیس کذب و افتراء ہے۔

برقانی کہتے ہیں: اس کی تمام احادیث منکر (خلاف واقع اور قابل انکار) ہیں۔
میں اس شخص کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس پر یہ جھوٹی حدیث منتہی ہوئی ہے کہ اس نے
ان لوگوں کے ساتھ مولا امیر المومنین حضرت علیؑ کا ذکر نہیں کیا جو اس جعلی حدیث میں مذکور
تمام صفات میں ان سب سے برتر اور بہتر ہیں؛ اس لئے کہ وہ اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ
ہیں کہ ان کا کوئی مثل و نظیر ذکر کیا جائے۔

ہم یہاں متن روایت اور اس میں مذکور اوصاف کے بارے میں کوئی بحث نہیں
کریں گے کیونکہ اس روایت میں شاید کوئی ایسی بات ہو جسے دلیل و برہان کے ساتھ پیش
کیا گیا ہے۔ لہذا ہم اس بات کے چند شواہد و نظائر پیش کر رہے ہیں کہ وہ امت کے سب
سے زیادہ رحم دل انسان ہیں: فجاءہ (۱) کو نذر آتش کرنا (۲)؛ خالد بن ولید کے قبیح عمل سے
چشم پوشی کرنا جب اس نے بنی حنیفہ، مالک بن نویرہ اور ان کی زوجہ کے ساتھ گھناؤنا فعل
انجام دیا، صدیقہ طاہرہ کے دعویٰ کو نظر انداز کرنا؛ حالانکہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ
وہ موجودہ صورت حال کے پیش نظر مسلمانوں کو راضی کریں اور ان سے مطالبہ کریں کہ وہ
فدک میں اپنے حصہ سے صرف نظر کر لیں البتہ یہ اس صورت میں ہوگا جب ہم اس جھوٹی
روایت سے چشم پوشی کر لیں جس میں کہا گیا ہے کہ ہم انبیاء میراث نہیں چھوڑتے۔ پھر یہ کہ
کیا جناب فاطمہؑ اور ان کے شوہر اس روایت سے جاہل تھے جسے صرف ابو بکرؓ نے نقل کیا تھا

۱۔ ابو بکر نے حکم دیا کہ فجاءہ سلمیٰ کو چوری اور مسلمانوں کی ایک جماعت پر یورش و حملہ کے جرم میں نذر آتش
کر دیا جائے تاکہ دوسروں کے لئے درس عبرت ہو؛ چنانچہ اسے نذر آتش کر دیا گیا یہاں تک کہ وہ کوئلے ہو گیا
حالانکہ وہ مسلمان تھا، اپنی زبان سے کلمہ شہادتین جاری کیا تھا اور پھر یہ کہ اسلام میں آگ کی سزا نہیں ہے۔

اور دلالوں اور زر خرید غلاموں نے ان کی ہمراہی کی ہے۔ امیر المومنینؑ ایک بہترین حاکم اور شہر علم رسول کے دروازہ تھے، جناب فاطمہ زہراؑ رسول خداؐ کے وجود کا ٹکڑا تھیں، رسول خداؐ نے ان کے ظرف و وجود میں علم و احکام اور کم از کم ان سے مربوط علوم کے القاء کرنے میں کنجوسی سے کام نہیں لیا تھا، رسول جانتے تھے کہ فاطمہ عنقریب فدک کو زبردستی ہتھیانے والے ان کے بعض اصحاب پر دعویٰ کریں گی لیکن ان سے فدک چھین لیا جائے گا اور دونوں فریق میں مباحثہ و مناظرہ کا بازار گرم ہوگا، جس کی وجہ سے امت میں قیامت تک کے لئے درار پڑ جائے گی، بعض فاطمہ کا ساتھ دیں گے اور بعض ان لوگوں کے ساتھ مل جائیں گے جنہوں نے فدک کو چھیننا ہے۔ لہذا رسول خداؐ پر واجب تھا کہ وہ ابوبکر سے پہلے ہی اس واقعہ کی وضاحت و تفصیل اپنی بیٹی کے گوش گزار کر دیں۔

کیا ابوبکر کو یہ اختیار حاصل نہیں تھا کہ وہ فدک کو بی بی کے حوالے کر دیں تاکہ امت پر فتنہ کا دروازہ نہ ہو؟! جیسا کہ عمر نے اسے رسولؐ کے ورثاء کے حوالے کر دیا تھا اور پھر عثمان نے مروان کے حوالے کر دیا اور اس کے بعد معاویہ نے مروان، عمرو بن عثمان اور یزید بن معاویہ کے درمیان فدک کو تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد بھی خلفاء نے اسی طرح اپنے اختیارات دکھائے جیسے کوئی مالک اپنی ملکیت میں دکھاتا ہے۔

ابوبکر کی اس صفت کے بارے میں جناب فاطمہ سے سوال کریں، جس دن آپ اپنے گھر سے باہر نکلیں اور گریہ کنان بلند آواز سے کہہ رہی تھیں: یا ابا! یا رسول اللہ! ماذا لقینا بعدک من ابن الخطاب و ابن ابی قحافہ ”اے والد گرامی! اے رسول خداؐ! آپ کے بعد ابن خطاب اور ابن ابی قحافہ نے مجھ پر مصیبتوں کے کیسے کیسے پہاڑ توڑے“۔ (۱)

ان کی اس صفت (بہت زیادہ رحم دل) کے بارے میں جناب فاطمہ سے سوال کریں، جس دن آپ اپنے سر پر چادر ڈالے بنی ہاشم کی عورتوں اور خادموں کے ہمراہ باہر آئیں، ان کا لباس زمین پر خط دے رہا تھا، وہ رسول خدا کے مانند راستہ طے کر رہی تھیں، پھر وہ مہاجرین و انصار کے درمیان بیٹھے ہوئے ابوبکر کے پاس آئیں اور اس طرح گریو زاری فرمایا کہ وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ (۱) اس صفت کے بارے میں انہیں سے سوال کریں کہ جس دن آپ نے ابوبکر سے فرمایا: واللہ لادعون علیک بعد کل صلاة اصلہا ”خدا کی قسم! میں ہر نماز کے بعد تم پر لعنت و نفرین کروں گی“۔ اس صفت کے بارے میں انہیں سے سوال کریں کہ جس دن آپ کی وفات ہوئی تو آپ ابوبکر سے ناراض تھیں حالانکہ خداوند عالم نے انہیں آیہ تطہیر میں پاک و پاکیزہ قرار دیا تھا، ان کے بارے میں رسول خدا کی صحیح روایت مروی ہے کہ فاطمہ بضعة منی فممن اغضبہا اغضبنی یو ذینی ما آذاھا و یغضبنی ما اغضبہا ”فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، لہذا جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا، جس نے اسے اذیت پہونچائی اس نے مجھے پہونچائی اور جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا ہے۔“

فرمایا: فاطمہ قلبی و روحی التی بین جنبی فمن آذاھا فقد آذانی ”فاطمہ میرا قلب اور میرے دونوں پہلوؤں میں موجود روح ہے لہذا جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔“

فرمایا: ان اللہ یغضب لغضب فاطمہ و یرضی لرضاہا ”بے شک خداوند عالم فاطمہ کے غضب پر غضبناک ہوتا ہے اور اس کی رضایت پر راضی و خوشنود ہو جاتا ہے۔“

ابوبکر کی اس صفت کے بارے میں صدیق اکبر امیر المومنین سے پوچھئے جنہیں بیعت کے لئے خشوش اونٹ کی طرح کشاں کشاں پھرایا گیا جس کے برے اثرات نے پورے عالم اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ (۱) بیعت لینے والوں کے دلوں میں گناہوں کا بیج بویا گیا جس کے نتیجے میں سلمان کو آزدہ خاطر کیا گیا، مقداد و ابوذر کو جلاوطن کیا گیا، عمار کا پیٹ چاک کیا گیا، قرآن کی تحریف کی گئی احکام میں رد و بدل کیا گیا، حدود معطل کئے گئے، آزد شدہ لوگوں پر نفس کو حلال کیا گیا، مردود و مطرود بنی امیہ کو مسلمانوں کے جان و مال پر مسلط کیا گیا، حلال و حرام کو باہم مخلوط کیا گیا، ایمان و اسلام کی تحقیر کی گئی، کعبہ کو ویران کیا گیا (۲)،

۱۔ یہ عبارت زیارت جامعہ امیر المومنین کے بعض فقرات کا ترجمہ ہے: بیرة عم شومها الاسلام و زرعت فی قلوب اهلها الآثام، و عنفت سلمانها و طردت مقدادها و نفخت ضنبها و فتقت بطن عمارها و حرقت القرآن و بدلت الاحکام و غیرت المقام و اباحت الخمس للطلقات و سلطت اولاد اللعناء علی الفروج و الدماء و خطت الحلال بالحرام و اسخفت بالایمان و الاسلام و هدمت الکعبة و اغارت علی دار الهجرة يوم الهجرة يوم الحرة و ابرست بنات المهاجرین و الانصار للنکال و السواء و البستهن ثوب العار و الفضيحة و رخصت لاهل الشبهة فی قتل اهل بیت الصفوة و ابدت نسله و استیصال شافته و سبی حرمه و قتل انصاره و کسر منبره و اخفاء دینه و قطع ذکره۔ (ملاحظہ ہو: بحار الانوار ج ۹۹ ص ۱۶۶؛ ملخصات مفتاح الجنان)

۲۔ یزید ملعون نے تین سال حکومت کی، پہلے سال اولاد رسول کو شہید کیا، دوسرے سال مدینہ پر حملہ کیا اور واقعہ حرار و نما ہوا تیسرے سال کعبہ کو ویران کیا اور اس میں آگ لگائی؛ پھر عبداللہ بن زبیر نے قیام کیا اور بعض لوگوں نے اس کی بیعت کی، یزید نے مکہ میں ان کا محاصرہ کیا اور مختلق پھینکنے کی وجہ سے کعبہ ویران ہو گیا۔ ملاحظہ ہو: السیرة الحلیبہ ج ۱ ص ۲۹۰

واقعہ حرہ (۱) میں مدینہ پر یورش کی گئی، انصار و مہاجرین کی ناموس اور بیٹیوں کی عفت دری اور مجازات کے لئے باہر کھینچا گیا، انہیں ذلت و رسوائی کا لباس پہنایا گیا، اہل شبہ کو اجازت دی گئی کہ اہل بیت کرام کو قتل کر دیں، ان کی نسل کو ختم کر دیا جائے، ان کے اہل حرم کو اسیر کیا جائے اور ان کا نام و نشان مٹا دیا جائے ﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾۔

۱۔ ”واقعہ حرہ“ کو شیعہ و سنی دونوں نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، یہ واقعہ یزید ملعون کی موت سے ڈھائی مہینہ پہلے ۶۲ھ ذی الحجہ ۶۳ھ کو پیش آیا، جس کا خلاصہ یہ ہے: جب یزید اور اس کے ساتھیوں اور اہل کاروں کی ظلم و بربریت پوری دنیا پر چھا گئی اور لوگوں کے سامنے اس کافق و فجور ظاہر ہوا نیز ۶۰ھ میں امام حسین کی شہادت کے بعد مدینہ کے بعض لوگ شام گئے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ یزید ملعون ہمیشہ شراب خوری، قمار بازی، لہو و لعب اور ناچ گانے میں مشغول و مست رہتا ہے اور انہوں نے واپسی پر مدینہ کے لوگوں کو یزید کی حرکتوں سے آگاہ کیا تو انہوں نے یزید کا نمائندہ عثمان بن محمد بن ابوسفیان کو مران بن حکم اور دوسرے امویوں کے ہمراہ مدینہ سے نکال باہر کر دیا، وہ لوگ کھلے عام یزید پر لعن و نفرین کرنے لگے اور کہنے لگے: جو اولاد رسول کا قاتل ہے، محارم سے نکاح کو جائز سمجھتا ہے، اور تارک الصلاۃ اور شراب خور ہے، وہ خلافت کے لائق نہیں ہے۔ اسی لئے انہوں نے خسیل ملائکہ ”عبداللہ بن حظلہ“ کی بیعت کر لی۔ جب یزید کو یہ بات معلوم ہوئی تو مسلم بن عقبہ مری (جسے لوگ مجرم و مسرف کہتے تھے) کو عظیم لشکر کے ساتھ شام سے مدینہ روانہ کیا، لشکر مدینہ کے نزدیک پہونچا اور مسجد النبی سے ایک میل کے فاصلہ پر واقع ”حرہ و اقم“ نامی جگہ پر اہل مدینہ سے شدید جنگ ہوئی، اس میں بہت سے اہل مدینہ قتل ہوئے، مروان مسلسل مسرف کو اہل مدینہ کے قتل پر ابھارتا رہا، یہاں تک ان میں مقاومت کی تاب نہ رہی اور انہوں نے مدینہ کی طرف فراغت یاری کی اور روضہ رسول میں پناہ گزین ہو گئے لیکن مسرف کے لشکریوں نے روضہ رسول کا بھی خیال نہ کیا اور اپنے گھوڑوں سمیت روضہ میں داخل ہو گئے، وہاں لوگوں کو اس طرح قتل کیا کہ پورا روضہ خون سے لال ہو گیا اور خون قبر مطہر تک پہونچ گیا، ان کے گھوڑوں نے روضہ نبوی (قبر رسول اور ان کے منبر کے درمیان جو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے) میں پیشاب کیا اور گندگی پھیلائی۔ انہوں نے مدینہ میں اتنے لوگوں کو قتل کیا کہ مدائین نے زہری سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بزرگان قریش اور انصار و مہاجرین میں سے سات سو افراد کو قتل کیا اور عام مرد و عورت اور بچوں کے قتل کی تعداد دس ہزار ہے۔ ملاحظہ ہو: منتہی الآمال ج ۲ ص ۸۳-۸۵ باب ششم از ابواب تاریخ امام سجاد

اس صفت کے بارے میں امیر المومنین سے سوال کریں کہ وہ اپنے بھائی (رسول خداؐ) کی قبر پر گریہ کتناں یہ فرما رہے تھے: ﴿يَا بْنَ اِمَّانِ الْقَوْمِ اسْتَضَعْفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي﴾ ”اے میرے بھائی! اس قوم نے مجھے ضعیف و ناتوان کر دیا تھا، نزدیک تھا کہ مجھے قتل کر دیتے“۔ (۱)

اور بھی دوسرے بہت سے دلائل ہیں کہ جو اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ ابوبکر امت کے سب سے زیادہ رحم دل انسان ہیں۔

عمر دینی امور میں سب سے زیادہ سخت گیر تھے: یہ بات واضح ہے کہ دین کی تقویت صرف خشونت اور سنگدلی سے نہیں ہوتی بلکہ قرآن و سنت سے وابستہ ہونے کی کوشش، ان دونوں پر عمل اور ان دونوں میں موجود حدود کو قائم کرنے سے ہوتی ہے۔ لیکن انہوں نے کتنی ہی مرتبہ ان دونوں کی مخالفت کی، انہیں پس پشت ڈالا اور ان دونوں (قرآن و سنت) سے منحرف اپنے نظریہ کے مطابق زندگی بسر کی۔ قرآن و سنت میں موجود جن باتوں سے جاہل تھے انہیں چھوڑ دیا۔ علم کے بغیر سنگدلی اور سخت گیری کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے؟! اصول دین سے دور رہ کر، شعائر اور آداب اسلام سے خارج ہو کر اور خواہشات نفسانی سے وابستہ ہو کر سخت گیری اور سنگدلی کا کیا فائدہ؟! اس سے قبل پیش کی گئی ”علم عمر کے نایاب کارناموں“ کی بحث کی جانب رجوع کریں (۲) آپ کو اس صفت کو ثابت کرنے والے بہت سے قوی دلائل دستیاب ہوں گے لہذا آپ خود ہی پڑھئے اور فیصلہ کیجئے۔

۱۔ الامامة والسياسة ج ۱ ص ۱۴ (ج ۱ ص ۲۰)

۲۔ ملاحظہ ہو: تلخیص الغدیر ص ۶۳۹-۶۴۰

عثمان حیا کے اعتبار سے سب سے سچے: اس پر دلیل قائم کرنے کے لئے آٹھویں اور نویں جلد کافی ہے (۱)، ان دونوں جلدوں کا ہر صفحہ عثمان کی اس صفت کی نشاندہی کر رہا ہے نیز اس سے قبل پیش کی گئی حیا کی بحث بھی ملاحظہ فرمائیے۔ (۲)

باقی تین افراد: جو کچھ ان کے بارے میں کہا گیا ہے ہم ان پر بحث نہیں کریں گے اس لئے کہ یہ تضييع اوقات اور اہم مطالب سے دوری کا سبب ہے۔ جو بھی تلخیص الغدیر کا دقت نظر سے مطالعہ کرے گا سمجھ جائے گا کہ علم امت، ارث و واجبات کا سب سے زیادہ جانکار اور امین ان تینوں افراد کے علاوہ کوئی اور ہے، امت کی حقیقت ان جیسے بے وقعت لوگوں سے قطعی سازگار نہیں ہے، اس لئے کہ خود رسول خدا ایسے افراد سے مشوش اور خوف زدہ تھے چنانچہ آپ فرماتے ہیں: اخاف علی امتی من بعدی ضلالة الاهواء و اتباع الشهوات و الغفلة بعد المعرفة ”میں اپنے بعد اپنی امت سے ہوی و ہوس کی گمراہی، خواہشات کی پیروی اور معرفت کے بعد غفلت سے خوف زدہ ہوں“۔ (۳)

واقعہ سقیفہ

ایک انسان کے لئے مشکل نہیں کہ وہ ایک صحابی کی خصوصیات اور اس کی حقیقت کو سمجھ سکے، اس لئے کہ تاریخ میں بے پناہ تحریفات کے باوجود حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک واقف کار ناقد، خالص و غیر خالص اور سالم و غیر سالم کی وجہ سے مشکوک نہیں ہوتا، وہ

۱۔ اس کا خلاصہ تلخیص الغدیر (اردو) کے ص ۸۷-۸۸-۱۱۳۵ پر موجود ہے۔

۳۔ اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۰۸ (ج ۱ ص ۱۲۷ نمبر ۲۰۵)

۲۔ ملاحظہ ہو: تلخیص الغدیر ص ۱۱۲۲-۱۱۲۸

غور و خوض کے بعد خالص سے واقفیت حاصل کر کے حقائق کو درک کر سکتا ہے اور اس کے ذریعہ لوگوں کی خصوصیات اور گزشتہ افراد و امت کے میزان شناخت کو درک کر کے انہیں پہچان سکتا ہے۔

ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم گزشتہ اور موجودہ اسلام کی بزرگ شخصیتوں کے حالات زندگی کو اہمیت کی نگاہ سے دیکھیں، تحقیر و تنگ نظری کی نگاہ سے نہ دیکھیں، خاص طور سے وہ افراد جو دینی معاشرے میں خلافت راشدہ کی حیثیت سے پہچانے گئے ہیں چاہے ان کی خلافت قانونی انتخاب (البتہ میزان عدل اور بازار اعتبار میں ایسے انتخاب کی کوئی اہمیت نہیں) کے ذریعہ انجام پذیر ہوئی ہو: ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ﴾ اور آپ کا پروردگار جسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور پسند کرتا ہے، ان لوگوں کو کسی کا انتخاب کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، (۱) ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾ اور کسی مومن مرد و عورت کو اختیار نہیں ہے کہ جب خدا و رسول کسی امر کے بارے میں فیصلہ کر دیں تو وہ بھی اپنے امر کے بارے میں صاحب اختیار بن جائے۔ (۲) ﴿لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ﴾ اللہ ہی کے لئے اول و آخر ہر زمانے کا اختیار ہے۔ (۳) ﴿لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ان لوگوں کے لئے پروردگار کے نزدیک دارالسلام ہے اور وہ ان کے اعمال کی بنا پر ان کا سرپرست ہے۔ (۴) ﴿وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُسْتَقَرٌّ﴾ اور انہوں نے تکذیب کی اور اپنے خواہشات کا اتباع کیا اور ہر بات کی ایک منزل ہوا کرتی ہے۔ (۵)

ان باتوں کے پیش نظر رسول اکرمؐ کے یار غار اور ہجرت میں سبقت کا مظاہرہ کرنے والے مہاجرین میں ان کے تہار فنیق کی اہمیت و عظمت کا جاننا ضروری ہے، ان سے حق تلفی، ان کے راسخ عقیدہ و اخلاق کی شناخت میں کوتاہی اور ان کے بارے میں عدل و انصاف کا دامن چھوڑنا قطعاً صحیح نہیں، یہ عظیم ظلم و جنایت میں محسوب ہوگا۔

خلافت کیسے انجام پائی؟ کیسے ہوئی؟ کیسے قیام پذیر ہوئی؟ کیسے جاری و ساری رہی؟ کیا اس میں لوگوں کو آزادی حاصل تھی؟ کیا رسول خداؐ کی سفارشات اور وصیتوں پر عمل کیا گیا؟ یا اس دن خواہشات نفسانی حکومت چلا رہی تھی؟ یہ وہی تھے جنہوں نے الٹ پھیر کا تماشا کیا اور دینی امور کے زمام کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اس کے ساتھ کھلواڑ کرتے رہے..... ہم خلافت سے متعلق ان تمام موضوعات پر بحث نہیں کرنا چاہتے۔

اس سقیفہ کی دھماچو کڑی کے بعد یہ تمام باتیں ہمارے لئے اہمیت کی حامل نہیں جہاں بہت سے افراد جمع ہوئے تھے۔ اس عظیم سانحہ نے مہاجرین و انصار کے درمیان نقصان دہ اختلاف ایجاد کیا: ﴿إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ، لَيْسَ لَوْقَعَتِهَا كَاذِبَةٌ، خَافِضَةٌ رَافِعَةٌ﴾ ”جب قیامت برپا ہوگی، اور اس کے قائم ہونے میں ذرا بھی جھوٹ نہیں ہے، وہ الٹ پلٹ کر دینے والی ہوگی۔“ (۱)

میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ حالانکہ تاریخ محقق کی نگاہوں کے سامنے ہے اور اسے درس دے رہی ہے کہ اس وقت تمام لوگ اپنی سلامت و کامیابی اس میں محسوس کر رہے تھے کہ ان میں سے کسی گروہ میں شامل نہ ہوں اور اپنے آپ کو اس بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل

نہ کریں؛ اس لئے کہ اگر وہ اپنی مخالفت کا اظہار کریں یا کسی ایک گروہ سے وابستہ ہو جائیں تو قتل کر دیا جائے گا۔

وہ بے چارے کیا کریں کہ ان کی آنکھوں نے ایک شمشیر برہنہ کو نیام سے باہر آتے ہوئے دیکھا اور ان کی سماعت نے ایک سخت مزاج انسان کی کرخت آواز سنی: لا اسمع رجلا يقول: مات رسول الله الا ضربته بسيفي ”میں کسی کو کہتا ہوں کہ رسول فوت ہو گئے اگر ایسا ہوا تو میں اسے اپنی شمشیر سے قتل کر دوں گا“۔ یا وہ کہتا: من قال: انه مات علوت راسه بسيفي و انما ارتفع الى السماء ”اگر کسی نے کہا کہ رسول خدا مر گئے ہیں تو میں اس کا سر بدن سے جدا کر دوں گا، ہاں! وہ تو آسمان کی جانب گئے ہیں“۔ (۱)

يصيح من قال نفس المصطفى قبضت علوت هامته بالسيف ابريها (۲)
 ”وہ چیخ رہے تھے: جو بھی کہے کہ مصطفیٰ کی روح پرواز کر چکی ہے تو میں اپنی تلوار سے اس کا سر بلند کر کے اس کے بدن سے جدا کر دوں گا“۔

میں اس وقت کے حالات کے متعلق کیا کہوں جب امت بری طرح پراگندہ ہو گئی تھی، مار پیٹ کی نوبت آ گئی تھی، باتوں کا تبادلہ بری طرح ہو رہا تھا پھر وہ دونوں ضعیف مرد بلند ہوئے اور ایک دوسرے کا نظریہ دریافت کرنے سے پہلے دوسرے کے لئے اپنی بیعت پیش کر دی۔ ایسا لگتا ہے جیسے یہ پروگرام پہلے ہی سے طے شدہ تھا ”کان الامر

۱۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۸ (ج ۳ ص ۲۰۱، حوادث ۱۱ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۲۸ (ج ۲ ص ۲۰ خطبہ

۲۶)؛ تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۲۴۲ (ج ۵ ص ۲۶۳، حوادث ۱۱ھ)؛ تاریخ ابوالفداء ج ۱ ص ۱۵۶

۲۔ یہ شعر مصری شاعر حافظ ابراہیم کے قصیدہ ہمریہ کا ہے: دیوان حافظ ابراہیم ج ۱ ص ۸۱

دبر بلیل“:- چنانچہ ایک نے دوسرے سے کہا: ابسط یدک فلا باعک ”اپنا ہاتھ پھیلاؤ تاکہ میں تمہاری بیعت کروں“۔ دوسرے نے کہا: بل انت ”نہیں تم (اپنا ہاتھ پھیلاؤ تاکہ میں تمہاری بیعت کروں)“۔ دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے تھے۔ مدینہ کا گورکن ”ابوعبیدہ جراح“ (۱) ان دونوں کے ساتھ ہو گیا تھا اور لوگوں کو ان دونوں کی بیعت کی دعوت دے رہا تھا۔ (۲)

وصی رسول، اہل بیت اطہار اور بنی ہاشم، رسول خدا کے دفن و کفن میں مشغول تھے، رسول خدا کا جنازہ سامنے رکھا ہوا تھا اور آنحضرت کے اہل بیت نے دروازہ بند کر لیا تھا، (۳) اصحاب نے آنحضرت اور ان کے اہل بیت کو تنہا چھوڑ دیا تھا اور صرف انہیں لوگوں نے دفن کے فرائض انجام دیئے، (۴) رسول خدا کا جسم مطہر تین روز (۵) (بقولے: سواموار سے بدھ یا اس کی رات) (۶) تک دفن کے بغیر زمین پر پڑا رہا پھر ان کے اہل

۱۔ وہ مکہ کا رہنے والا تھا جو مدینہ میں قبر کھودتا تھا، مکہ و مدینہ میں دو گورکن رہتے تھے: ابوعبیدہ، ابوطلحہ

۲۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۹ (ج ۳ ص ۲۰۳ حوادث ۱ھ)

۳۔ سیرہ ابن ہشام ج ۴ ص ۳۳۶ (ج ۴ ص ۳۰۷)؛ ریاض النضرہ ج ۱ ص ۱۶۳ (ج ۱ ص ۲۰۳)

۴۔ طبقات ابن سعد ص ۸۲، طبع لندن ج ۲، قسم دوم: ص ۷۶ (ج ۲ ص ۳۰۱)

۵۔ تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۲۷۱ (ج ۵ ص ۲۹۲ حوادث ۱ھ)؛ تاریخ ابوالفداء ج ۱ ص ۱۵۲

۶۔ طبقات ابن سعد، طبع لندن ج ۲ ص ۵۸، ۷۹ (ج ۲ ص ۲۷۳، ۲۷۵، ۳۰۵)؛ سیرہ ابن ہشام ج ۴ ص ۳۴۳، ۳۴۴

ج ۴ ص ۳۱۴)؛ مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۲ (ج ۷ ص ۳۰۹/ج ۷ ص ۲۵۸۱)؛ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۴۹۹ (ج ۱ ص ۵۲۱،

ج ۱ ص ۱۶۲۸)؛ تاریخ ابوالفداء ج ۱ ص ۱۵۲؛ وہ کہتے ہیں: قول صحیح یہ ہے کہ آنحضرت بدھ کے دن مدفون ہوئے؛

تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۲۷۱ (ج ۵ ص ۲۹۱ حوادث ۱ھ)؛ وہ کہتے ہیں: یہ قول اکثر کے نزدیک مشہور ہے، نیز وہ یہ

بھی کہتے ہیں: قول صحیح یہ ہے کہ آنحضرت بدھ کی رات کو مدفون ہوئے۔

بیت نے دفن کیا اور صرف قریبی افراد ہی دفن و کفن میں شریک ہوئے۔ (۱) اور آنحضرت کو شب کے آخری حصے میں دفن کیا گیا۔ (۲)

قوم کو دفن کی قطعی اطلاع نہیں تھی، جب شب کے سناٹے میں پہلچے کی آواز سنی تب جا کر متوجہ ہوئے۔ (۳) حالانکہ وہ اپنے گھروں میں تھے اور عمر و ابو بکر دفن میں شریک نہیں تھے۔ (۴)

میں اس کے بعد کیا کہوں کہ لوگ عمر بن خطاب کو ابو بکر کے پاس ہمیشہ رفت و آمد کرتے ہوئے دیکھتے تھے، وہ اتنے بلند اور سخت لہجے میں گفتگو کرتے تھے کہ منہ سے جھاگ نکلنے لگتی تھی۔ (۵)

اس کے بعد اس عظیم بدری صحابی ”حباب بن منذر“ کی آواز سنائی دی حالانکہ وہ اپنی شمشیر ابو بکر کی طرف تانے ہوئے کہہ رہے تھے: واللہ لا یرد علی احد ما اقول الا

۱۔ طبقات ابن سعد ص ۸۲۲؛ طبع لندن ج ۲ قس دوم ص ۷۸ (ج ۲ ص ۳۰۴)

۲۔ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۹۹ (ج ۱ ص ۵۲۱/ج ۱۶۲۸)؛ مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۲ (ج ۷ ص ۳۹۰/ج ۲۵۸۱)

۳۔ طبقات ابن سعد ص ۸۲۲، طبع لندن ج ۲ قس دوم ص ۷۸ (ج ۲ ص ۳۰۴)؛ مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۲ (ج ۷ ص ۳۹۰/ج ۲۵۸۱)؛ سیرہ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۴۴ (ج ۲ ص ۳۱۴)؛ تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۲۷۰ (ج ۵ ص ۲۹۱)

حوادث ۱۱ھ

۴۔ یہ مطلب ابن ابی شیبہ نے (المصنف ج ۱۴ ص ۵۶۸/ج ۱۸۸۹۲) میں کنز العمال ج ۳ ص ۱۴۰ (ج ۵ ص ۶۵۲/ج ۱۴۱۳۹) کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے

۵۔ طبقات ابن سعد ص ۷۸، طبع لندن ج ۲ قس دوم ص ۵۳ (ج ۲ ص ۲۶۷)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۵ ص ۱۳۳ (ج ۲ ص ۵۶ خطبہ ۲۶)

حطمت انفه بالسيف ، انا جذي لها المحمك (۱) و عذيقها المرجب
 انسا ابو شبل في عرينة الاسد يعزى الى الاسد ”خدا کی قسم! کوئی میری تردید نہیں
 کرے گا ورنہ میں تلوار سے اس کی ناک توڑ دوں گا، میں ایسا درخت ہوں جس کے ذریعہ
 اونٹ اپنے بدن کو ملتا ہے، میں خرے کا ایسا درخت ہوں جس کے اطراف میں ستون قائم
 ہیں (تاکہ بہت زیادہ پھلوں کے بار سے اس کی شاخیں گر نہ جائیں)، میں ایسا شیر ہوں
 جس کی پرورش شیر کے ماند میں ہوئی ہے اور شیر ہی کی طرف اس کی نسبت دی جاتی
 ہے۔“ ان سے کہا گیا: اذن يقتلك الله ”ایسی صورت میں خدا تمہیں قتل کرے“
 انہوں نے کہا: بل اياك يقتل ، او بل اراك تقتل ”بلکہ خدا تمہیں قتل کرے، یا کہا:
 میں تمہیں قتل ہوتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔“ (۲) یہ سن کر لوگوں نے انہیں پکڑا اور ان کے پیٹ پر
 لات ماری اور ان کے منہ میں مٹی بھر دی گئی۔ (۳)

۱۔ ”جذل“، یعنی درخت کی جڑ، اور ایسی لکڑی جسے بیماری میں مبتلا اونٹ کے لئے نصب کی جاتی ہے تاکہ اپنے
 آپ کو اس سے رگڑ کے بیماری سے نجات حاصل کرے۔ جذل اس کا مصغر ہے، افادۃ تعظیم کے لئے اس کی تصغیر
 بنائی گئی ہے۔ یہ عبارت اس شخص کے لئے محاورہ ہے جس کا نظریہ شفا بخش اور قابل اعتماد ہے۔ (ملاحظہ ہو: مجمع
 الامثال ج ۱ ص ۵۲ نمبر ۱۲۵)

عبارت ”عذيقها المرجب“ اسی معنی میں ہے، عنق: پھلدار خرما کا درخت۔ ترجیب: یعنی خرما کے درخت
 کے اطراف میں ستون لگانا تاکہ اس کی شاخیں بہت زیادہ پھل سے ٹوٹ نہ جائیں۔

۲۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵ (ج ۶ ص ۶۵۰، ۶۴۲، ۶۴۳)؛ مسند احمد ج ۱ ص ۵۶ (ج ۱ ص ۹۰، ۹۳، ۹۴)؛ سیرۃ ابن
 ہشام ج ۴ ص ۳۳۹ (ج ۴ ص ۳۱۰)؛ تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۰۹، ۲۱۰ (ج ۳ ص ۲۲۰، ۲۲۳، حوادث ۱۱ھ)؛

شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۲۸ (ج ۲ ص ۳۸ خطبہ ۲۶)؛ ج ۲ ص ۴ (ج ۶ ص ۹ خطبہ ۶۶)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۶ (ج ۶ ص ۴۰ خطبہ ۶۶)

میں اس کے بعد کیا کہوں کہ (دنیا) نے عظیم انسان مقداد کو دیکھا کہ ان کے سینہ پر لاتوں گھونسوں کی بارش کی جارہی ہے، یا حباب بن منذر کو دیکھا کہ ان کی ناک توڑ دی گئی ہے اور شدت سے ان کے ہاتھ پر کوڑے مارے جارہے ہیں۔

یا ان افراد کو دیکھا جو خانہ نبوت، امت کی پناہ گاہ، خانہ علی وفاطمہ میں پناہ گزین تھے حالانکہ خوف و وحشت نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ (۱) ابو بکر نے عمر بن خطاب کو ان کی جانب بھیجتے ہوئے کہا: ان ابو افساقتلہم ”اگر وہ بیعت سے انکار کریں تو ان سے جنگ کرو“ عمر آگ لے کر آئے تاکہ گھر میں آگ لگا کر گھر کے ساتھ انہیں بھی دفن کر دیں۔ جناب فاطمہ نے یہ دیکھ کر فرمایا: یا بن خطاب اجئت لتحرق دارنا ”اے خطاب کے بیٹے! میرے گھر میں آگ لگانے کے لئے آئے ہو“۔ کہا: نعم اوتدخلوا فیما دخل فیہ الامۃ ”ہاں! مگر یہ کہ اس میں داخل ہو جائیں جس میں تمام امت داخل ہوئی ہے (بیعت کر لیں)“۔ (۲)

اس کے بعد (میں کیا کہوں) کہ (دنیا) نے ان سیاسی افراد کو خانہ وحی پر جمع ہوتے ہوئے دیکھا، جناب فاطمہ کے گھر کے پردہ کو کھینچتے ہوئے دیکھا اور آگ اور لکڑی منگواتے ہوئے ان کے رہبر کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا: واللہ لتحرقن علیکم او لتخرجن الی البیعة، او لا حرقنہا علی من فیہا ”خدا کی قسم! تمہارے ساتھ گھر کو آگ لگا دوں گا ورنہ بیعت کے لئے باہر نکلو، یا کہا: گھر کو اس میں موجود تمام لوگوں کے ساتھ جلا دوں گا“۔

۱- تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۱۰ (ج ۳ ص ۲۲۳ حوادث الہیہ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۵۸ (ج ۱ ص ۷۴ خطبہ ۳)

۲- العقد الفرید ج ۳ ص ۲۵۰ (ج ۳ ص ۸۷)؛ تاریخ ابوالفداء ج ۱ ص ۱۵۶؛ اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۰ (ج ۳ ص ۱۱۴)

ان سے کہا گیا: ان فیہا فاطمة ”اس گھر میں فاطمہ ہیں“۔ کہا: و ان ”چاہے فاطمہ ہی کیوں نہ ہوں“۔ (۱)

ابن شحنے کے قول کے بعد (میں کیا کہوں): ان عمر جاء الی بیت علی لیحرقة علی من فیہ فلفقیته فاطمة فقال : ادخلوا فیما دخلت فیہ الامة ”عمر حضرت علیؑ کے گھر کی طرف آئے تاکہ گھر اور اس میں موجود تمام لوگوں کو جلادیں، اچانک جناب فاطمہ نے انہیں دیکھا، عمر نے ان سے کہا: جس میں امت کے افراد موجود ہیں اس میں داخل ہو جاؤ“۔ (۲)

اس کے بعد کہ رسول خدا کے گوشہ دل کی ٹمگین اور دلخراش نالہ و شیون کی آواز سنائی دی، وہ گھر سے باہر آ کر گریہ کنناں تھیں اور فریاد کر رہی تھیں: یا ابت یا رسول اللہ ! ما ذا لقینا بعدک من ابن الخطاب و ابن ابی قحافة ”بابا، اے رسول خدا! آپ کے بعد خطاب اور ابو قحافہ کے بیٹے نے مجھ پر کیا کیا مصیبتیں نہیں ڈھائیں“۔ (۳)

اس کے بعد کہ حضرت فاطمہ بنی ہاشم کی عورتوں کے ہمراہ گریہ کنناں تھیں، وہ بلند بانگ گریہ کی آواز میں فریاد کر رہی تھیں: یا ابا بکر ! ما اسرع ما اغترم علی اهل

۱۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۸ (ج ۳ ص ۲۰۲ حوادث ۱۱ھ): الامامة والسیاسة ج ۱ ص ۱۳ (ج ۱ ص ۱۹): شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۳۲: ج ۲ ص ۱۹ (ج ۲ ص ۵۶ خطبہ ۲۶: ج ۶ ص ۶۸ خطبہ ۶۶): اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۰۵ (ج ۴ ص ۱۱۴)

۲۔ تاریخ ابن شحنے، حاشیہ کامل ج ۷ ص ۱۶۴ (روضۃ المناظر ج ۱ ص ۱۸۹ حوادث ۱۱ھ)

۳۔ الامامة والسیاسة ج ۱ ص ۱۳ (ج ۱ ص ۲۰): اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۰۶ (ج ۴ ص ۱۱۵): الامام علیؑ، عبدالفتاح عبدالمنصور ج ۱ ص ۲۵۵ (مجلد ۱ ج ۱ ص ۱۹۱)

بیت رسول اللہ ، واللہ لا اکلم عمر حتی القی اللہ ”اے ابوبکر! تم کتنی جلدی رسول خدا کے اہل بیت پر حملہ آور ہو گئے، خدا کی قسم! اب میں مرتے دم تک عمر سے بات نہیں کروں گی“۔ (۱)

انہوں نے امیر المؤمنین کی بے پناہ اہمیت و عظمت کے باوجود اس اونٹ کے مانند کہ جس کی ناک میں نکیل لگی ہو (۲) حضرت علیؑ کو بیعت کے لئے کشاں کشاں پھرایا (یقاد الی البیعة کما یقاد الجمل المخشوش) ، وہ حضرت کو لوگوں کے سامنے پیچھے سے بری طرح ڈھکیلتے ہوئے کہہ رہے تھے: بایع ”بیعت کرو“۔ اور وہ فرماتے: ان انا لم افعل فمہ ”اگر نہ کروں تو کیا کر لو گے“۔

جواب دیا گیا: اذن واللہ الذی لا الہ الا هو نضرب عنقک ”اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں! ایسی صورت میں تمہاری گردن ماری جائے گی“۔ آپ نے فرمایا: اذن تقتلون عبد اللہ و اخا رسوله ”ایسی صورت میں بندہ خدا اور رسول خدا کے بھائی کو مارو گے“۔ (۳)

اس کے بعد (میں کیا کہوں) کہ دنیا نے حسب و نسب میں رسول خداؐ کے مساوی حضرت علیؑ کو دیکھا کہ قبر رسول پر پناہ گزین ہو کر فریاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ﴿ قَالَ

۱۔ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۱۳۴؛ ج ۲ ص ۱۹ (ج ۲ ص ۵۷ خطبہ ۲۶؛ ج ۶ ص ۴۹ خطبہ ۶۶)

۲۔ العهد الفرید ج ۲ ص ۲۸۵ (ج ۲ ص ۱۳۷)؛ صبح الاشی ج ۱ ص ۲۲۸ (ج ۱ ص ۲۷۳)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۴۰۷ (ج ۱ ص ۷۷ نامہ ۹)

۳۔ الامتہ والسیاستہ ج ۱ ص ۱۳ (ج ۱ ص ۲۰)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۹۰، ۸ (ج ۶ ص ۴۹ خطبہ ۶۶)؛ اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۰۶ (ج ۴ ص ۱۱۵)

ابن اُمٍّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضَعُّوْنِي وَكَادُوا يَقْتُلُوْنِي ﴿۱﴾ ”اے میرے بھائی! قوم نے مجھے کمزور بنا دیا تھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیتے۔“ (۲)

ابو عبیدہ جراح نے ایک دن حضرت علیؑ سے کہا: یا بن عم! انک حدیث السن و ہولاء مشیخۃ قومک لیس لک مثل تجربتہم و معرفتہم بالامور، ولا اری ابا بکر الا اقوی علی هذا الامر منک و اشد احتمالا و اصطلاحا بہ، فسلم لابی بکر هذا الامر؛ فانک ان تعش و یطل بک بقاء فانت لهذا الامر خلیق و بہ حقیق فی فضلک و دینک و عملک و فہمک و وسابقتک و نسبک و صہرک ”اے عم زاد! آپ جوان ہیں اور یہ آپ کی قوم کے بزرگ، آپ کو ان کے جیسی امور زندگی اور معاملات کی سوجھ بوجھ نہیں ہے، میری نظر میں ابو بکر خلافت کے لئے آپ سے زیادہ قوی اور مضبوط ترین آدمی ہیں، لہذا اس امر کو ابو بکر ہی کے حوالے کر دیجئے اور اگر زندہ رہے اور عمر طولانی ہوئی تو فضل و کرم، دین، علم و فہم، سبقت اسلام، نسب اور دامادی رسول کی وجہ سے اس امر کے لئے آپ زیادہ مناسب رہیں گے۔“ (۳)

ایسے سخت اور دشوار گزار وقت میں انصار نے اپنی گونجی گرجتی آواز میں کہا: لا نباع الا علیا ”ہم علیؑ کے علاوہ کسی اور کی بیعت نہیں کریں گے۔“ ابو بکر نے انصار سے کہا: نحن الامراء و انتم الوزراء، و هذا الامر بیننا و بینکم نصفان کشق الا بلمۃ یعنی الخوصۃ ”ہم امیر و حاکم ہیں اور تم وزیر ہو، یہ مسئلہ (خلافت) ہمارے اور

تمہارے درمیان دو ٹکڑے کی طرح ہے جیسے درخت خرما کے پتے کو چاک کر دیا جائے)
تا کہ لمبا ہو کر دو حصوں میں تقسیم ہو سکے“ (۱)۔

ممدت لها الاوس کفا کی تناو لها فمدت الخزرج الایدی تباریہا
و ظن کل فریق ان صاحبهم اولی بها و اتی الشحاء آتیہا (۲)
”قبیلہ اوس نے خلافت کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تا کہ اس تک پہنچ سکے، قبیلہ
خزرج نے بھی اپنے ہاتھ بڑھائے، اس سلسلے میں دونوں میں مقابلہ آرائی ہونے لگی، ہر
گروہ نے خیال کیا کہ اس کا دوست خلافت کے لئے زیادہ مناسب ہے اور یہی چیز دونوں
کے درمیان جنگ اور کینہ و دشمنی کا موجب قرار پائی“۔

میں اس خلافت کے بارے میں کیا کہوں جسے ابو بکر و عمر نے جاہلیت کا ہنگامی واقعہ کہا
ہے، جس کی برائیوں سے خداوند عالم نے محفوظ رکھا ہے: (فلنتہ کفلة الجاهلیة و قی
اللہ شرھا)۔ (۳)

اس کے بعد (میں کیا کہوں) کہ عمر نے حکم صادر کیا: جو اس بیعت کی تکرار کرے اسے
قتل کر دو۔ (۴)

۱۔ صحیح بخاری، در مناقب ابو بکر (ج ۳ ص ۱۳۴ ح ۳۴۶)؛ البیان والتبيين ج ۱ ص ۱۸۱ (ج ۳ ص ۱۹۹)؛ عیون
الاخبار، ابن قتیبہ ج ۲ ص ۲۳۴ (مجلد ۵ ج ۲۳۳، ۲۳۴)

۲۔ یہ اشعار مصرعے شاعر حافظ ابراہیم کے قصیدہ عمریہ سے ماخوذ ہیں (ملاحظہ ہو: دیوان حافظ ابراہیم ج ۱ ص ۸۱)

۳۔ التمهید باقلائی ص ۱۹۶؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۹ (ج ۶ ص ۷۷ خطبہ ۶۶)

۴۔ التمهید باقلائی ص ۱۹۶؛ شرح ابن الحدید ج ۱ ص ۱۲۳، ۱۲۴ (ج ۲ ص ۲۶ خطبہ ۲۶)؛ الصواعق المحرقة، ابن حجر
ص ۲۱ (ص ۳۶)

سقیفہ کے دن کہا: من بايع اميرا عن غير مشورة المسلمين فلا بيعة له و لا بيعة للذى باعه تغرة ان يقتلا ”جو مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر کسی حاکم کی بیعت کرے تو ان میں سے کسی کی بیعت صحیح نہیں، دونوں کو قتل کر دینا چاہئے۔“ (۱)

عمر نے ابن عباس سے کہا: لقد كان على فيكم اولى بهذا الامر منى و من ابى بكم ”بے شک علیؑ مجھ سے اور ابوبکر سے زیادہ اس امر (خلافت) کے مستحق ہیں۔“ (۲)

عمر نے کہا: انا والله ما فعلناه عن عداوة و لكن استصغرناه ، و حسبنا ان لا يجتمع عليه العرب و قریش لما قد و ترها ”خدا کی قسم! ہم نے یہ کام دشمنی میں انجام نہیں دیا بلکہ جب ہم نے علی کو کم سن دیکھا تو سوچا کہ عرب و قریش ان کی گردن پر موجود خون کی وجہ سے ان کی بیعت نہیں کریں گے۔“

ابن عباس نے جواب میں کہا: كان رسول الله يبعثه فينطح كبشها فلم يستصغره افتستصغره انت و صاحبك ”رسول خدا تو انہیں روانہ فرماتے تھے اور کم سن شمار نہیں کرتے تھے، تم اور تمہارے دوست انہیں کم سن شمار کرتے ہو۔“ (۳)

۱۔ صحیح بخاری ج ۱۰ ص ۴۴ (ج ۵ ص ۲۵۰ ح ۶۴۴۲) باب رجم الجلی من الزنا: مسند احمد ج ۱ ص ۵۶ (ج ۱ ص ۹۱ ح ۳۹۳)؛ سیرۃ ابن ہشام ج ۴ ص ۳۳۸ (ج ۴ ص ۳۰۹)؛ النہایۃ ابن اثیر ج ۳ ص ۱۷۵ (ج ۳ ص ۳۵۶)؛ تیسیر الوصول ج ۲ ص ۲۵ (ج ۲ ص ۵۴ ح ۴)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۲۸ (ج ۲ ص ۲۰ خطبہ ۲۶)؛ تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۲۳۶ (ج ۵ ص ۲۶۷ حوادث ۱۱ھ)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۳۲ (ج ۲ ص ۵۷ خطبہ ۲۶)؛ ج ۲ ص ۲۰ (ج ۶ ص ۵۰ خطبہ ۶۶)

۳۔ کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۱ (ج ۳ ص ۱۰۹ ح ۳۶۳۵)

عمر نے ابن عباس سے کہا: یا بن عباس ما اظن صاحبک الا مظلوما ”اے ابن عباس! تمہارے صاحب کے بارے میں میرا یہ خیال ہے کہ وہ مظلوم ہیں۔“

ابن عباس بولے: واللہ ما استصغره اللہ حین امرہ ان یاخذ سورة براءة من ابی بکر ”خدا کی قسم! خدا نے انہیں اس وقت کم سن شمار نہیں کیا جب اس نے حکم دیا کہ ابوبکر سے سورہ برأت لے لو“۔ (۱)

امیر المؤمنین نے فرمایا: انا عبد اللہ و اخو رسول اللہ انا احق بهذا الامر منکم لا ابایعکم و انتم اولی بالبيعة ”میں خدا کا بندہ اور رسول خدا کا بھائی ہوں، میں اس امر (خلافت) کا تم سے زیادہ مستحق ہوں، میں تمہاری بیعت نہیں کروں گا، تم لوگوں کو میری بیعت کرنی چاہئے“۔ عمر کہتے ہیں: لست متروک کا حتی تبایع ”جب تک بیعت نہیں کرو گے، ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے“۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: احلب یا عمر حلبا لک شطرة ”اے عمر! تھن سے دودھ نکال لو فائدہ میں رہو گے“۔ (۲)

حضرت علیؑ دختر رسول جناب فاطمہ کو اپنے کاندھے پر اٹھا کر انصار کے گھر لے جاتے تھے، وہ نصرت کا مطالبہ کرتی تھیں اور وہ لوگ کہتے تھے: اے بنت رسول! ہم نے اس شخص کی بیعت کر لی ہے، اگر آپ کے شوہر ابوبکر سے پہلے آتے تو ہم ابوبکر کی بیعت نہ کرتے۔ یہ سن کر حضرت علیؑ فرماتے: افكنت ادع رسول اللہ فی بیتہ لم ادفنہ و اخرج انازع سلطانه ”کیا رسول خدا کو میں بغیر دفن و کفن کے چھوڑ دیتا اور سلطنت کے سلسلے

۱۔ شرح نہج البلاغہ ج ۶ ص ۲۵ خطبہ ۶۶

۲۔ الامامة والسياسة ج ۱ ص ۱۲ (ج ۱ ص ۱۸): شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۵ (ج ۶ ص ۱۱ خطبہ ۶۶)

میں نزاع و اختلاف کے لئے نکل کھڑا ہوتا۔“ جناب فاطمہ فرماتی: ما صنع ابو الحسن الا ما كان ينبغي له و لقد صنعوا ما الله حسيبهم و طالبهم ”ابو الحسن نے وہی کیا جو انہیں کرنا چاہئے اور ان لوگوں نے ایسا کام انجام دیا ہے جس کا خداوند عالم انتقام لے گا اور ان سے ہمارے حق کا مطالبہ کرے گا۔“ (۱)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: اما والله لقد تقمصها ابن ابی قحافة و انه ليعلم ان محلى منها محل القطب من الوحي ينحدر عنى السيل و لا يرقى الى الطير ، فسدت دونها ثوبا و طويت عنها كشحا و طففت ارتى بين ان اصول بيد حذاء او اصبر على طخية عمياء ، يهرم فيها الكبير و يشيب فيها الصغير و يكدح فيها مومن حتى يلقي ربه فرايت ان الصبر على هاتا احجى فصبرت و فى العين قذى و فى الحلق شجى ارى تراثى نهبا، حتى مضى الاول لسبيله فادلى بها الى ابن خطاب بعده.

شتان ما يومى على كورها و يوم حيان اخى جابر
فيا عجا يستقيها فى حيا ته اذ عقد ها لآخر بعد وفاته ، لشد ما
تشطرا ضرعيها فصيرها فى حوزة خشناء يغلط (۲) كلمها و يخشن منها

۱۔ الامامة والسياسة ج ۱۲ (ج ۱ ص ۱۹)؛ شرح ابن ابی الحديد ج ۱ ص ۱۳۱؛ ج ۲ ص ۵ (ج ۲ ص ۴۷ خطبہ ۲۶)؛

ج ۶ ص ۱۳ خطبہ ۶۶)

۲۔ نہج البلاغہ کے بعض نسخوں میں کلام مہما میں کاف پر ضمہ آیا ہے جس کے معنی سخت زمین کے ہیں اور کلم کا مطلب جراحت ہے؛ گویا حضرت فرما رہے ہیں: اس کی ناراضگی سخت جراحت کا متحمل ہے (ملاحظہ ہو: شرح شیخ

محمد عبده، نہج البلاغہ ج ۱ ص ۳۳)

و یکثر العثار فیها و الاعتذار منها فصاحبها کراکب الصعبة ، ان اشتق تلون و اعتراض فصبرت علی طول المدة و شدة المحنة حتی اذا مضی لها خرم و ان اسلس لها تقحم ، فمنی الناس لعمر الله یخبط و شماس و لسبيله جعلها فی جماعة زعم انی احدهم فی الله و للشوره ، متى اعترض الريب فی مع الاول منهم حتی صرت اقرن الی هذه النظائر لکنی اسفقت اذ اسفوا و طرت اذا طاروا فصغی رجل منهم لضغنه و مال الآخر لصهره مع هن و هن الی ان قام ثالث القوم نافجا حصنیه بین نشيله و معتلفه و قام معه بنو ابيه یخضمون مال الله خضمة الابل نبتة الربیع الی ان انتکث فتلته و اجهز علیه عمله و کبت به بطنته

”آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کی قسم! ابن ابی قحافہ (۱) نے قمیص خلافت کو کھینچ تان کر کرپہن لیا ہے حالانکہ اسے معلوم ہے کہ خلافت کی چکی کے لئے میری حیثیت مرکزی کیل کی ہے، علم کا سیلاب میری ذات سے گذر کر نیچے جاتا ہے اور میری بلندی تک کسی کا طائر فکر بھی پرواز نہیں کر سکتا ہے، پھر بھی میں نے خلافت کے آگے پردہ ڈال دیا اور اس سے پہلو تہی کر لی اور یہ سوچنا شروع کر دیا کہ کٹے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کردوں یا اسی بھیانک اندھیرے پر صبر کر لوں جس میں سن رسیدہ بالکل ضعیف اور بچہ بوڑھا ہو جاتا ہے اور مومن محنت کرتے کرتے خدا کی بارگاہ تک پہنچ جاتا ہے۔

تو میں نے دیکھا کہ ان حالات میں صبر کر لینا ہی قرین عقل ہے تو میں نے اس عالم

میں صبر کر لیا جبکہ آنکھوں میں مصائب کے کاٹے تھے اور گلے میں رنج و غم کی کھر درمی ہڑی پھنسی ہوئی تھی، میں اپنی میراث کو لٹتے ہوئے دیکھ رہا تھا، یہاں تک کہ پہلے خلیفہ نے اپنا راستہ لیا اور خلافت کو اپنے بعد فلاں کے حوالے کر دیا۔ پھر اُشی کے شعر سے اس کی تمثیل بیان کی: ”کہاں وہ دن جو گذرتا تھا، میرا اونٹوں پر، کہاں یہ دن کہ میں حیان کے جوار میں ہوں۔“

حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں استعفا دے رہا تھا (۱) اور مرنے کے بعد دوسرے کے لئے طے کر گیا۔ بے شک دونوں نے مل کر شدت سے خلافت کے تھنوں کو دوہا ہے اور اب ایک ایسی درشت اور سخت منزل میں رکھ دیا ہے جس کا زخم بہت کاری ہے اور جس کو چھونے سے بھی درشتی کا احساس ہوتا ہے، لغزشوں کی کثرت ہے اور معذرتوں کی بہتات۔

اس کو برداشت کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے سرکش اونٹنی کا سوار کہ جو مہار کھینچ لے تو ناک زخمی ہو جائے اور ڈھیل دے دے تو ہلاکتوں میں کود پڑے، تو خدا کی قسم! لوگ ایک کجروی، سرکشی، تلون مزاجی اور بے راہ روی میں مبتلا ہو گئے ہیں اور میں نے بھی سخت حالات میں طویل مدت تک صبر کیا، یہاں تک کہ عمر کا زمانہ بھی ختم ہو گیا۔ (۲) لیکن وہ خلافت کو ایک جماعت میں قرار دے گیا جن میں سے اس نے ایک مجھے بھی شمار کیا، جب

۱۔ ابوبکر بارہا کہتے تھے: اقبیلونی فلسط بخریکم ”مجھے چھوڑ دو، مجھے خلافت سے معزول کر دو اس لئے کہ میں تم میں بہتر نہیں ہوں۔“

۲۔ ابوبکر ۱۱ھ میں خلیفہ ہوئے اور جمادی الآخر ۱۳ھ میں مر گئے، عمر ۱۳ھ میں خلیفہ ہوئے ذی الحجہ ۲۳ھ میں ہلاک ہو گئے۔

کہ میرا اس شوری سے کیا تعلق تھا؟ مجھ میں پہلے دن کون سا عیب و ریب تھا کہ آج مجھے ایسے لوگوں کے ساتھ ملایا جا رہا ہے لیکن اس کے باوجود میں نے انہیں کی فضا میں پرواز کی جب یہ نزدیک فضا میں اڑے تو میں وہاں بھی ان کے ساتھ رہا اور اونچے اڑے تو وہاں بھی اس میں سے ساتھ رہا مگر پھر بھی ایک (۱) شخص اپنے کینہ کی بنا پر مجھ سے منحرف ہو گیا اور دوسرا (۲) دامادی کی طرف جھک گیا اور کچھ اور بھی ناقابل ذکر اسباب و اشخاص تھے (۳) جس کے نتیجے میں تیسرا شخص سرگین اور چارہ کے درمیان پیٹ پھلائے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ اس کے اہل خاندان بھی کھڑے ہو گئے جو مال خدا کو اس طرح ہضم کر رہے تھے جس طرح اونٹ موسم بہار کی گھاس کو چر لیتا ہے یہاں تک کہ اس کی ہٹی ہوئی رسی کے بل کھل گئے اور اس کے اعمال نے اس کا خاتمہ کر دیا اور شکم پری نے اسے منہ کے بل گرا دیا۔“

۱۔ شوری کی ایک فرد ”سعد بن ابی وقاص“: یہ عبدالرحمن بن عوف کے چچیرے بھائی تھے، اور دونوں ہی قبیلہ بنی زہرہ سے تعلق رکھتے تھے، علی سے سعد کی دشمنی کی علت ان کے ماموں وغیرہ تھے: اس لئے کہ ان کی ماں حمہ بنت سفیان بن امیہ بن عبد شمس تھیں علی نے ان کے بزرگوں کو قتل کیا تھا؛ ملاحظہ ہو: شرح نہج البلاغہ، شیخ محمد عبدہ ج ص ۳۴

۲۔ عبدالرحمن بن عوف عثمان کی بہن کے شوہر تھے، جن کو شوری میں حق ”وطو“ حاصل تھا: اس لئے کہ عمر نے حکم دیا تھا کہ اگر شوری کے درمیان اختلاف ہو جائے تو عثمان کے داماد ”عبدالرحمن“ کی رائے کو ملاک و معیار حاصل ہوگا، حالانکہ علمائے اہل سنت کی تصریح کے مطابق خود عمر نے کئی مرتبہ اعتراف کیا تھا کہ: لو لا علی لہلک عمر ۳۔ طلحہ وزیر نے رذالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے امام علیؑ سے بغاوت کی جس کے نتیجے میں جنگ جمل رونما ہوئی۔

انا لله وانا اليه راجعون

صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کا گھر آگ کی لپیٹ میں

میں اس کے بعد کیا کہہ سکتا ہوں کہ عصر حاضر کا مصری شاعر (۱) دبی ہوئی چنگاریوں کو ہوا دیتا ہے اور فراموش شدہ مظالم کو دہراتا ہے، خدا کی قسم! اسے ہرگز فراموش نہ کریں کہ وہ گذشتہ لوگوں کی شناختی کرتے ہوئے اپنی آواز بلند کرتا ہے اور اپنے قصیدہ نمبر یہ میں عمر اور علیؑ کے عنوان کے ذیل میں بکواس کرتا ہے:

وقولة لعلی قالها عمر اکرم بسامعها اعظم بملقیها

حرقت دارک لا ابقى عليك بها ان لم تبایع و بنت المصطفی فیها

ماکان غیر ابی حفص بفوه بها امام فارس عدنان و حامیها

”اور بات یوں ہوئی کہ عمر نے علی سے کہا، دونوں ہی بڑے شریف و عظیم تھے، سننے والا بھی اور کہنے والا بھی: میں تمہارا گھر جلادوں گا کہ اس میں کوئی باقی نہ رہ جائے گا، اگر تم نے بیعت نہ کی، یہ اس وقت کی بات ہے جب رسول کی پارہ جگر اس گھر میں موجود تھیں، یہ بات سوائے ابو حفص (عمر) کے کوئی دوسرا عدنان (رسول کے جدِ اعلیٰ) کی اولاد کے سامنے کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔“

میں اس کے بعد کیا کہوں کہ مصر والوں نے ۱۹۱۸ء کے اوائل میں ان اشعار پر مشتمل قصیدہ عمریہ کو پڑھا اور اس کے رسالہ کو دنیا کے مختلف گوشوں میں منتشر بھی کیا۔ پھر احمد امین

احمد زین، ابراہیم ابیاری (۱)، علی جارم، علی امین (۲)، خلیل مطران (۳)، مصطفیٰ دمیاطی بک (۴) وغیرہ (۵) جیسے دانشوران مصر سامنے آکر ان اشعار پر مشتمل دیوان شائع کرتے ہیں، ایسا شعور رکھنے والے شاعر کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اس دور کے جذبات کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہیں اور اپنے نعروں سے باعث فخر و مباهات مذہبی فضا کو مکدر کر کے مسلمانوں کی جماعت کو پراگندہ کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم نیک عمل انجام دے رہے ہیں۔

شاعر کا دیوان خاص طور سے قصیدہ عمریہ کی متعدد بار اشاعت کی گئی، اس کے شارح ”دمیاطی“ اشعار کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”مقصود یہ ہے کہ اس گھر میں دختر رسول کی موجودگی بھی موجب نہ بن سکی کہ علی عمر کے ہاتھوں سے محفوظ رہ سکیں۔“
وہ یہ بھی لکھتے ہیں:

۱۔ یہ تین افراد نے ۱۹۳۷ء میں دارالکتب سے شائع ہونے والے دو جلدوں پر مشتمل دیوان کی شرح و تفسیر کی ہے، متذکرہ اشعار اس دیوان میں موجود ہے (ج ۱ ص ۸۲)

۲۔ ان دو افراد اور تیسرے صاحب نے دوسرے ایڈیشن میں تفسیر کے فرائض انجام دیئے ہیں
۳۔ انہوں نے مکتبۃ الہلال ۱۹۳۵ء، ۱۳۵۳ء میں شائع ہونے والے دیوان پر مقدمہ لکھا ہے، متذکرہ اشعار ۱۸۴ پر موجود ہیں اور صرف دوسرے شعر کے دوسرا مصرعہ میں تحریف ہوئی ہے: ان لم تبایع و بنت

المصطفیٰ فیہا

۴۔ یہ بھی قصیدہ عمریہ کے شارح ہیں جو مطبعہ سعادت مصر سے ۹۰ صفحات پر مشتمل شائع ہوا۔ متذکرہ اشعار ۳۸ پر موجود ہیں۔

۵۔ بعض دوسرے مطالع میں

”ابن جریر طبری کی روایت میں مغیرہ، زیاد بن کلیب سے منقول ہے کہ عمر بن خطاب علیؓ کے گھر کی جانب روانہ ہوئے، وہاں طلحہ و زبیر اور کچھ مہاجرین موجود تھے، عمر نے کہا: واللہ لا حرقن علیکم او لتخرجن الی البیعة“ خدا کی قسم! میں تمہارے ساتھ گھر کو جلا دوں گا ورنہ بیعت کے لئے باہر نکلو“۔ یہ سن کر زبیر تلوار لے کر حملہ آور ہوئے لیکن تلوار ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئی، لوگوں نے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ اگر سند روایت میں موجود زیاد سے مراد ”زیاد حنظلی ابو معشر کوفی“ ہے تو وہ موثق ہے اور ظاہر اطربری نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے“۔ (۱)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ شاعر اور اس کے قصیدہ کی مدح و ثنا میں کتنی مبالغہ آرائی سے کام لے رہے ہیں، ایسا لگتا ہے جیسے امت کے سامنے ایک جامع علم یا پسندیدہ اور نیا نظریہ پیش کیا ہے یا پھر امت اور رسول خدا کو خوشنود کرنے والے عمر کی کوئی عظیم فضیلت بیان کر دی ہے۔

رسول خدا کو مبارک ہو بلکہ کئی مبارک بادیں ہوں کہ یہ بات پیش کرنے والے کی نظر میں آنحضرت کے پارہ جگر جناب فاطمہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے، خداوند عالم نے جس گھر کو پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے اس گھر میں رہنے والے جلنے سے نہ بچ سکے۔ جس انتخاب کی شان یہ ہو وہ کتنا اچھا ہے، ایسی بیعت قابل مبارک باد ہے جو ایسے خوف و وحشت میں پایہ تکمیل تک پہنچی اور اس ننگ و عار کے ذریعہ مستحکم ہوئی۔

ابوبکر و عمر سے جناب فاطمہ کی ناراضگی:

اگر خلیفہ قریش کے سب زیادہ حلیم شخص ہوتے یا رسول اعظمؐ کے خلق عظیم کا ذرا بھی حصہ ان کو ملا ہوتا تو آنحضرتؐ کی گوشہ دل جناب فاطمہ زہراؑ ابوبکر سے ناراضگی کی حالت میں اس دنیا سے رخصت نہ ہوتیں۔ اس کی وجہ سے خود خلیفہ کو آخری زمانے تک افسوس رہا، آرزو کرتے تھے کہ کاش! میں نے ایسا نہ کیا ہوتا۔ اگر حلیم ہوتے تو حکم نہ دیتے کہ جو بھی فاطمہؑ کے گھر میں ہو، اس سے جنگ کرو! (۱) و....۔

بخاری باب فرض الخمس میں عائشہ سے نقل کرتے ہیں: ان فاطمة ابنة رسول الله سالت ابا بکر الصديق بعد وفاة رسول الله ان يقسم لها ميراثها ما ترك رسول الله مما افاء الله عليه ، فقال لها ابوبكر : ان رسول الله قال : لا نورث ما تركنا صدقة ، فغضب فاطمة بنت رسول الله فهجرت ابا بکر ، فلم تنزل مهاجرة حتى توفيت ”رسول خدا کی بیٹی فاطمہ نے رسول خدا کی وفات کے بعد ابوبکر سے کہا کہ رسول خدا نے جو کچھ چھوڑا ہے اس میں سے ہماری میراث ہمیں دے دو، ابوبکر نے کہا: رسول کی حدیث ہے: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، جو چھوڑتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے۔ یہ سن کر فاطمہ غضبناک ہوئیں اور ابوبکر سے مرتے دم تک ناراض رہیں“۔ (۲)

بخاری نے غزوات کے باب میں عائشہ سے نقل کیا ہے: ان فاطمة ... الى ان قالت : فابى ابوبكر ان يدفع الى فاطمة منها شيئا فوجدت فاطمة على ابى بكر فى ذلك ، فهجرتة فلم تكلمه حتى توفيت و عاشت بعد النبى

ستة اشهر فلما توفيت دفنها زوجها على ليلا ولم يؤذن بها ابوبكر و صلى عليها ” بے شک فاطمہ... ان کا بیان ہے کہ ابوبکر نے فاطمہ کو کچھ دینے سے انکار کر دیا، جس کی وجہ سے فاطمہ ابوبکر سے غضبناک ہوئیں اور ان سے دوری اختیار کر لی اور ان سے بات تک نہیں کی یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی، وہ رسول خدا کے بعد چھ مہینے زندہ رہیں، جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے شوہر علیؑ نے رات میں دفن کیا، ابوبکر کو اس کی اطلاع نہیں دی اور خود ہی نماز پڑھی۔“ (۱)

ولای الامور تدفن ليلا بضعة المصطفى و يعفى ثراها؟!

”جگر گوشہ رسول رات میں کیوں دفن ہوئیں اور ان کی قبر مخفی کیوں رہ گئی؟!“۔

بی بی کی ناراضگی اس حد تک پہنچی ہوئی تھی کہ آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے رات میں ہی دفن کیا جائے۔ ان کے جنازے میں کوئی شریک نہ ہو اور ابوبکر میری نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ اسی لئے رات میں دفن کیا گیا اور ابوبکر کو اطلاع نہیں دی۔ حضرت علیؑ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اسماء بنت عمیس کے ساتھ مل کر خود ہی غسل دیا۔ (۲)

سیرۃ حلبیہ (۳) کی نقل کے مطابق واقدی لکھتے ہیں: ثبت عندنا ان علیا کرم الله وجهه دفنها رضی الله عنهما لیلا و صلى علیها و معه العباس و الفضل و لم يعلموا بها احدا ” ہمارے لئے ثابت ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ نے جناب فاطمہ کو

۱۔ صحیح بخاری ج ۶ ص ۱۹۶ (ج ۴ ص ۱۵۴۹ ح ۳۹۹۸)؛ صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۲ (ج ۴ ص ۲۹ ح ۵۲)؛ مسند احمد

ج ۱ ص ۹۰۶ (ج ۱ ص ۱۳ ح ۲۶ ص ۵۶۱)

۲۔ طبقات بن سعد ج ۸ ص ۲۹-۳۰؛ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۶۳ (ج ۳ ص ۱۷۸ ح ۱۶۲ ص ۶۹)؛ مقتل

خوارزمی ج ۱ ص ۷۳ ۳۔ سیرۃ حلبیہ ج ۳ ص ۳۹۰ (ج ۳ ص ۶۱)

رات میں دفن کیا اور ان پر نماز پڑھی، ان کے ساتھ عباس اور فضل تھے، انہوں نے کسی کو اطلاع نہیں دی۔“

ابن حجر ”اصابہ“ (۱) میں اور زرقانی ”شرح المواہب“ (۲) میں لکھتے ہیں:

واقفی نے شعی کے حوالے سے روایت کی ہے کہ ابوبکر نے فاطمہ کے جنازے پر نماز پڑھی؛ لیکن اس کی سند ضعیف اور مقطوع ہے۔ بعض متروک افراد نے مالک سے اور اس نے جعفر بن محمد سے اور اس نے اپنے والد سے اس روایت کو نقل کیا ہے، دارقطنی اور ابن عدی نے اسے ضعیف شمار کیا ہے۔ (۳) بخاری نے عائشہ سے روایت کی ہے کہ فاطمہؓ کی وفات ہوئی تو آپ کے شوہر علیؓ نے رات میں دفن کیا اور ابوبکر کو خبر نہ کی اور خود ہی ان پر نماز پڑھی۔“

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: جعفر بن محمد (امام صادقؑ) کے حوالے سے مالک کی روایت ہے: توفیت فاطمة لیلاً فجاء ابوبکر و عمر و جماعة كثيرة فقال ابوبکر لعلى: تقدم فصل، قال: لا والله لا تقدمت وانت خليفة رسول الله فتقدم ابوبکر فصلى اربعاً ”رات کے وقت فاطمہؓ کی وفات ہوئی۔ ابوبکر و عمر اور بہت سے لوگ آئے، ابوبکر نے علیؓ سے کہا: آگے بڑھئے! نماز جنازہ پڑھائیے! علیؓ نے فرمایا: نہیں، خدا کی قسم! آپ جانشین رسولؐ ہیں، آپ ہی نماز پڑھائیے! اس وقت ابوبکر نے آگے بڑھ کر چار تکبیروں سے نماز پڑھائی۔“ اس حدیث کو عبد اللہ بن محمد قدامی مصیصی

نے گڑھا ہے، ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس حدیث کو اسی کی کارستانیوں میں شمار کیا ہے۔ (۱)

اسی غم و غصہ کی وجہ سے عائشہ کو بھی جنازہ میں شریک ہونے کی اجازت نہیں دی، ابو بکر کی تو بات ہی چھوڑیے۔ جب وہ آئیں تو اسماء نے کہا کہ اندر مت آؤ! عائشہ نے ابو بکر سے شکایت کی کہ یہ دشمنی (قبیلہ نختم سے منسوب) عورت میرے اور دختر رسول کے درمیان حائل ہو رہی ہے۔ یہ سن کر ابو بکر گھر کے دروازے پر آئے اور کہا: اے اسماء! زوجہ رسول کو بنت رسول کے غسل و کفن میں شریک ہونے سے منع کر رہی ہو۔ ان کے لئے دلہن والا کمرہ صبح کر رہی ہو؟! اسماء نے کہا: فاطمہؑ نے مجھے حکم دیا تھا کہ کسی کو میرے جنازے میں شریک نہ ہونے دینا۔ میں نے ان کے حکم پر عمل کیا ہے۔ (۲)

صدیقہ طاہرہ سے خلیفہ کی معذرت

یہ تمام روایتیں جنہیں ہم نے پیش کیا اور بعض وہ روایتیں جنہیں ہم نے پیش نہیں کیا، ان افراد کے قول کی تکذیب کر رہی ہیں جو بغیر دلیل کے ہوا میں بات کرتے ہیں اور شععی کی اس روایت کو پیش کرتے ہیں: جاء ابو بکر الى فاطمة وقد اشتد مرضها فاستاذن عليها فقال لها علي: هذا ابو بکر علي الباب يستاذن فان شئت ان تاذني له؟ قالت او ذاك احب اليك؟ قال: نعم؛ فدخل فاعتذر اليها

۱۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۷۰ (ج ۲ ص ۲۸۸ نمبر ۴۵۴)

۲۔ الاستعاب ج ۲ ص ۷۲ (التميم الرابع ۱۸۹۷-۱۸۹۸ نمبر ۴۰۵)؛ اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۲۴ (ج ۷ ص

۲۲۶ نمبر ۷۱۷)؛ تاریخ الخلفاء ج ۱ ص ۳۱۳ (ج ۱ ص ۲۷۷)؛ کنز العمال ج ۷ ص ۱۱۴ (ج ۱ ص ۶۸۶ ج ۶ ص ۵۶۶

۳۷۷)؛ اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۲۱ (ج ۴ ص ۱۳۱)

و کلمہا فرضیت عنہ ”ابوبکر فاطمہ کے پاس آئے، اس وقت وہ بہت زیادہ بیمار تھیں، انہوں نے اجازت طلب کی، فاطمہ نے علی سے کہا: دروازے پر ابوبکر کھڑے ہیں اور اجازت طلب کر رہے ہیں، اگر کہیں تو اجازت دے دوں۔ کہا: کیا میرا اجازت دینا تمہیں پسند ہے؟ کہا: ہاں۔ چنانچہ ابوبکر داخل ہوئے اور معذرت طلب کی اور ان سے بات کی اور حضرت (فاطمہ) بھی ان سے راضی ہو گئیں۔“

اوزاعی سے منقول ہے: بلغنی ان فاطمة بنت رسول اللہ غضبت علی ابی بکر فخرج ابوبکر حتی قام علی بابھا فی یوم حار ثم قال: لا ابرح حتی ترضی عنی بنت رسول اللہ فدخل علیہا علی فاقسم علیہا لترضی، فرضیت ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ فاطمہ بنت رسول ابوبکر سے ناراض تھیں، ایک دن ابوبکر شدید گرمی میں گھر سے نکلے اور حضرت کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور کہا: یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک رسول خدا کی بیٹی مجھ سے راضی نہ ہو جائیں، یہ سن کر علی، فاطمہ کے پاس آئے اور انہیں قسم دی کہ ان سے راضی ہو جائیں چنانچہ وہ راضی ہو گئیں۔“ (۱)

ان صحیح روایتوں کے مقابلے میں اس روایت کی کیا اہمیت ہے، جو روایت کسی بھی حافظ اور امام حدیث کی مستند کتابوں میں دستیاب نہیں ہے، صرف اوزاعی (متوفی ۱۷۵ھ) سے موصول ہوئی ہے اور شعبی (متوفی ۱۰۴ھ، یا ۱۰۶ھ یا ۱۰۹ھ یا ۱۱۰ھ) نے اسے بطور مرسل نقل کیا ہے۔ میں نہیں جانتا اس روایت کو کس نے اس تک پہنچایا، کس نے اس کی روایت کی اور ان دونوں پر کس نے اس روایت کی وحی کی؟!

ہاں! جس روایت کو ابن قتیبہ نے نقل کیا ہے وہ صحاح ستہ کی روایات سے میل کھاتی ہے، وہ نقل کرتا ہے: ان عمر قال لابی بکر رضی اللہ عنہما : انطلق بنا الی فاطمة ؛ فانا قد اغضبناها ؛ فانطلقا جميعا فاستاذنا علی فاطمة فلم تاذن لهما فاتيا علیا فکلما فادخلهما علیها فلما قعدا عندھا حولت وجهھا الی الحائط فسلما علیھا فلم ترد علیھما السلام فتکلم ابو بکر فقال : یا حبیبۃ رسول اللہ !واللہ ان قرابة رسول اللہ احب الی من قرابتی وانک لاحب الی من عائشة ابنتی ولوددت یوم مات ابوک انی مت ولا ابقى بعده ، افترانی اعرک فضلك و شرفک وامنعک حقک و میراثک من رسول اللہ ؟الا انی سمعت اباک رسول اللہ : لا نورث ما ترکنا فهو صدقة . فقالت : ارايتکما ان حدثتکما حدیثا عن رسول اللہ تعرفانه و تفعلان به ؟فقالا : نعم ، فقالت : نشدتکما اللہ الم تسعما رسول اللہ یقول : رضا فاطمة من رضای ، و سخط فاطمة من سخطی ، فمن احب فاطمة ابنتی فقد احبنى ، و من ارضی فاطمة فقد ارضانی ، و من اسخط فقد اسخطنی ؟! قالوا : سمعناہ من رسول اللہ ، قالت فانی اشھد اللہ وملائکته انکما اسخطتمانی وما ارضیتمانی و لئن لقیۃ النبی لا شکونکما الیہ . فقال ابو بکر : انا عائد باللہ تعالیٰ من سخطہ و سخطک یا فاطمة ثم انتحب ابو بکر ببکی حتی کادت نفسه ان ترھق و هی تقول : واللہ لا دعون علیک فی کل صلاة اصلیھا ، ثم خرج باکیا فاجتمع الناس الیہ فقال لهم : بییت کل رجل (منکم) (۱) معانقا حلیلته مسرورا باھلہ و ترکتمونی و

ما انا فيه لا حاجة لي في بيعتكم اقبلوني بيعتي ”عمر نے ابو بکر سے کہا: آؤ فاطمہ کے پاس چلیں؛ اس لئے کہ ہم نے انہیں ناراض کیا ہے، چنانچہ وہ دونوں چلے اور فاطمہ سے گھر میں داخل ہونے کی اجازت مانگی لیکن انہوں نے اجازت نہیں دی، یہ دیکھ کر علی ان کے پاس گئے، ان سے بات کی اور ان دونوں کو گھر کے اندر لائے، جب وہ دونوں فاطمہ کے پاس بیٹھے تو انہوں نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف کر لیا، ان دونوں نے سلام کیا لیکن انہوں نے جواب سلام نہیں دیا، یہ دیکھ کر ابو بکر نے کہا: اے رسول خدا کی چہیتی بیٹی! خدا کی قسم! میری نظر میں رسول خدا کی رشتہ داری، میری رشتہ داری سے زیادہ محبوب ہے، میں آپ کو اپنی بیٹی عانتہ سے زیادہ دوست رکھتا ہوں، مجھے پسند تھا کہ جس دن آپ کے والد نے وفات پائی اسی دن میں بھی مر جاؤں تاکہ ان کے بعد زندہ نہ رہوں، کیا آپ سمجھتی ہیں کہ میں آپ کو پہچانتے ہوئے اور آپ کے فضل و شرف سے واقف ہونے کے باوجود آپ کو آپ کے حق اور رسول خدا کی میراث سے محروم کروں گا؟ لیکن میں نے رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم میراث نہیں چھوڑتے جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ فاطمہ نے کہا: مجھے بتاؤ، اگر میں رسول خدا کی کوئی حدیث بیان کروں تو اسے سنو گے اور اس پر عمل کرو گے، دونوں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: تمہیں خدا کی قسم ہے کیا تم نے رسول خدا سے نہیں سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: فاطمہ کی رضایت میری رضایت ہے، فاطمہ کا غضب میرا غضب ہے، جس نے میری بیٹی فاطمہ کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ دونوں نے کہا: ہاں! ہم نے رسول خدا سے یہ حدیث سنی ہے۔ فرمایا: میں خدا اور ملائکہ کو گواہ قرار دے کر کہتی ہوں کہ تم لوگوں نے مجھے ناراض کیا، مجھے راضی نہ کیا، جب رسول خدا سے ملاقات کروں گی تو تم دونوں کی

شکایت کروں گی۔ ابوبکر نے کہا: اے فاطمہ! میں آپ کی اور ان کی ناراضگی سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ اس کے بعد ابوبکر بہت روئے نزدیک تھا کہ مر جاتے، فاطمہ نے کہا: خدا کی قسم! میں ہر نماز میں تم لوگوں پر نفرین کروں گی، پھر ابوبکر روتے ہوئے گھر سے باہر چلے گئے، لوگ ان کے پاس جمع ہوئے، ابوبکر نے ان سے کہا: ہر شخص اپنے اہل و عیال کے ساتھ خوشحال زندگی بسر کر رہا ہے اور میں پریشانی میں ہوں، مجھے تمہاری بیعت کی قطعی ضرورت نہیں، اپنی بیعت واپس لے لو۔ (۱)

دردناک کلام پر ایک نظر

ہم ابن کثیر کی طرح خلیفہ کے دفاع میں کچھ کہنے سے قاصر ہیں، وہ اپنی تاریخ (۲) میں لکھتے ہیں:

ان فاطمة حصل لها - وهي امرأة من البشر ليست بواجبة العصمة - عتب و تغضب ولم تكلم الصديق حتى ماتت ”فاطمہ (جو ایک انسان کی بیٹی تھی اور معصوم نہیں تھی) وہ عتاب و غضب سے متصف ہوئیں اور مرتے دم تک ابوبکر سے بات نہیں کی۔ وہ آگے لکھتے ہیں: (۳)

وهي امرأة من بنات آدم تأسف كما يأسفون وليست بواجبة العصمة مع وجود نص رسول الله و مخالفة ابي بكر الصديق رضي عنهما ”وہ

۱۔ الامامة والسياسة ج ۱ ص ۱۴ (ج ۱ ص ۲۰): اعلام النساء ج ۳ ص ۲۱۴ (ج ۲ ص ۱۲۳-۱۲۴)

۲۔ البداية والنهاية ج ۵ ص ۲۴۹ (ج ۵ ص ۲۷۰-۳۱۰ حوادث الھ)

۳۔ ایضاً ص ۲۸۹

ایک انسان کی بیٹی تھیں، انہیں کی طرح ناراض ہوتی تھیں اور رسول خدا کی تصریح اور ابو بکر صدیق کی مخالفت کے پیش نظر ان کی عصمت واجب نہیں ہے۔“

ہم قرآن مجید کی آیہ تطہیر جو بی بی، ان کے والد، ان کے شوہر اور ان کے دونوں فرزندوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، کے سامنے گستاخی اور بکواس کی جرأت کیسے کر سکتے ہیں؟! ایسی بات کیسے کہہ سکتے ہیں حالانکہ رسول خدا کا ارشاد ہماری آنکھوں کے سامنے ہے: فاطمة بضعة منی فمن اغضبها اغضبنی ”فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔“

ایک روایت ہے: فاطمة بضعة منی یوذینی ما آذاھا و یغضبنی ما اغضبھا ”میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی، جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔“

ایک روایت کے الفاظ ہیں: فاطمة بضعة منی یقبضنی ما یقبضھا و یسطنی ما یسطھا ”فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا اور جس نے اسے خوشنود کیا اس نے مجھے خوشنود کیا۔“

دوسرے الفاظ: فاطمة بضعة منی یوذینی ما آذاھا و ینصبنی ما انصبھا؛ تاریخ العروس (۱) میں ہے: ای یعتبنی ما اتعبھا ”فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے اسے غمگین کیا اس نے مجھے غمگین کیا۔“

دوسرے الفاظ: فاطمة بضعة منی یربینی ما رابھا و یوذینی ما آذاھا

”فاطمہ میرے جگر کا ٹکرا ہے جس نے اسے پریشانیوں میں گرفتار کیا اس نے مجھے پریشانیوں میں گرفتار کیا اور جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔“

دوسرے الفاظ: فاطمة بضعة منی یسعفنی ما یسعفها: تاج العروس (۱) میں اس طرح معنی کیا گیا ہے: ای ینالنی ما ینالھا و یلم بی ما یلم بها ”فاطمہ میرے جگر کا ٹکرا ہے جس نے اس کی مدد کی اور اس کا ساتھ دیا اس نے میری مدد کی اور میرا ساتھ دیا ہے اور جس نے اس کے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا اس نے میرے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔“

دوسرے الفاظ ہیں: فاطمة شجنة منی یسطنی ما یسطھا و یقبضنی ما یقبضھا ”فاطمہ میری شاخ اور میرا حصہ ہے جس نے اسے خوشحال کیا اس نے مجھے خوشحال کیا اور جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔“

دوسرے الفاظ: فاطمة مضغة منی فمن آذاھا فقد آذانی ”فاطمہ میرے جگر کا ٹکرا ہے جس نے اسے ستایا اس نے مجھے ستایا ہے۔“

دوسرے الفاظ: فاطمة مضغة منی یقبضنی ما یقبضھا و یسطنی ما یسطھا ”فاطمہ میرے جگر کا ٹکرا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا اور جس نے اسے خوشحال کیا اس نے مجھے خوشحال کیا۔“

دوسرے الفاظ: فاطمة مضغة منی یسرنی ما یسرھا ”فاطمہ میرے جگر کا ٹکرا ہے جس نے اسے مسرور و خوشحال کیا اس نے مجھے مسرور و خوشحال کیا۔“

لفظی اختلاف کے ساتھ ان روایتوں کو صحاح ستہ کے مؤلفین اور دوسرے علمائے حدیث نے اپنے سنن و مسانید اور معاجم کی کتابوں میں نقل کیا ہے، علامہ امینیؒ نے الغدیر (۱) میں ان روایتوں کے انسٹھ (۵۹) راویوں کے اسماء قلمبند کئے ہیں: ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ ابن ابی ملیکہ (متوفی ۷۱ھ)؛ جیسا کہ بخاری، مسلم، ابن ماجہ، ابوداؤد، احمد اور حاکم کی روایت میں ہے۔ (۲)

۲۔ عمرو بن دینار کی (متوفی ۱۲۵ھ یا ۱۲۶ھ)؛ جیسا کہ صحیح بخاری اور مسلم میں مذکور ہے۔ (۳)

۳۔ امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)؛ نے اپنی مسند میں۔ (۴)

۴۔ حافظ بخاری ابو عبد اللہ (متوفی ۲۵۶ھ)؛ اپنی صحیح میں۔ (۵)

۵۔ حافظ ابو عبد اللہ بن المہجہ (متوفی ۷۲ھ) اپنی سنن میں۔ (۶)

۶۔ حافظ ابوداؤد سجستانی (متوفی ۵۷۲ھ) اپنی سنن میں۔ (۷)

۱۔ ملاحظہ: الغدیرج ۷ ص ۳۱۱-۳۱۸

۲- صحیح بخاری (ج ۳ ص ۴۱۳-۴۱۴)؛ صحیح مسلم (ج ۵ ص ۵۳-۵۴ ح ۹۳، ۹۴ کتاب فضائل الصحابة)؛

سنن ابن ماجه (ج ۱ ص ۶۴۳-۶۴۴ ح ۱۹۹۸)؛ سنن ابوداؤد (ج ۲ ص ۲۲۶ ح ۲۰۷۱)؛ مسند احمد (ج ۵ ص

۴۳۰ ح / ۱۸۴۴ ل ؛ مشدرک حاکم (ج ۳ ص ۷۳ ح / ۴۷۵ ا)

۳۔ صحیح بخاری (ج ۳ ص ۴۱۳ ح ۳۵۵۶)؛ صحیح مسلم (ج ۵ ص ۲۵۲ ح ۹۴) کتاب فضائل الصحابة

۴۔ مسند احمد ج ۴ ص ۳۲۳، ۳۲۸ (ج ۵ ص ۴۲۳ ح ۱۸۴۲۸؛ ص ۴۳۰ ح ۱۸۴۲۷)

۵۔ صحیح بخاری (ج ۳ ص ۴۷۳ ح ۳۵۵۶)

۶۔ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۱۶ (ج ۱ ص ۶۴۳ ح ۱۹۹۸)

۷۔ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۴ (ج ۲ ص ۲۲۶ ح ۲۰۷۱)

۷۔ حافظ ابو عبد الرحمن نسائی (متوفی ۳۰۳ھ)؛ خصائص میں۔ (۱)

۸۔ ابوالقاسم سہیلی (متوفی ۵۸۱ھ)؛ الروض الانف میں۔ (۲)

وہ لکھتے ہیں:

”ابولبابہ رفاعہ بن منذر نے اپنی توبہ کے وقت خود کو باندھ لیا، جب اس کی توبہ قبول ہوئی تو فاطمہ نے اسے کھولنا چاہا، رفاعہ نے کہا: میں نے قسم کھائی کہ مجھے صرف رسول خدا ہی کھولیں گے، یہ سن کر رسول خدا نے فرمایا: ان فاطمة مضغة منی ”فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے“؛ خداوند عالم نے رسول خدا اور فاطمہ پر صلوات بھیجی ہے، یہ حدیث اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ جو فاطمہ کو برا بھلا کہے وہ کافر ہے اور جس نے ان پر صلوات بھیجی اس نے ان کے والد گرامی پر صلوات بھیجی ہے۔“

۹۔ ابن ابی الحدید معتزلی (متوفی ۵۸۶ھ)؛ شرح نہج البلاغہ میں۔ (۳)

۱۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے جامع صغیر اور کبیر میں۔ (۴)

۱۱۔ زین الدین مناوی (متوفی ۱۰۳۱ھ یا ۱۰۳۵ھ) نے کنوز الدقائق میں (۵)؛ وہ

شرح جامع الصغیر میں لکھتے ہیں:

”سہیلی نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ جس نے بھی فاطمہ کو برا بھلا کہا وہ

۱۔ سنن کبریٰ (ج ۵ ص ۱۴۷ ح ۸۵۱۸-۸۵۲۲)؛ کتاب الخصائص ص ۳۵

۲۔ الروض الانف ج ۲ ص ۱۹۶ (ج ۲ ص ۴۳۰)

۳۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۴۵۸ (ج ۹ ص ۱۹۳ نظیر ۱۵۶)

۴۔ جامع الاحادیث (ج ۵ ص ۲۵۸ ح ۲۴۲، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱

کافر ہے؛ اس لئے کہ اس نے اس عمل کے ذریعہ ان کو ناراض کیا ہے، یہ بھی کہا ہے کہ انہا [فاطمہ] افضل من الشیخین ”فاطمہ ابو بکر و عمر سے افضل ہیں“۔ شریف سمہودی کہتے ہیں: واضح بات ہے کہ فاطمہ کی اولاد ان کے جگر کے ٹکرے ہیں اور ان کے وسیلے سے رسول خداؐ کے بھی جگر کے ٹکرے ہوئے، یہی وجہ ہے کہ جب ام الفضل نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت کے جسم کا ایک ٹکرا ان کے کمرے میں موجود ہے تو رسول نے اس کی تعبیر یہ بیان کی کہ فاطمہ سے ایک بیٹا پیدا ہوگا جو ان کے کمرے میں رکھا جائے گا، چنانچہ فاطمہ نے حسن کو جنم دیا اور ان کے کمرے میں رکھا گیا؛ لہذا اس وقت حضرت کی ذریت چاہے جہاں بھی ہو وہ اسی ٹکرے کا ایک حصہ ہے، چاہے واسطے کتنے ہی زیادہ ہوں، اس بات پر جو بھی غور و فکر کرے گا وہ اپنے دل میں ان کے لئے اہمیت و عظمت اور ان کے دشمنوں سے دشمنی کا احساس کرے گا۔

ابن حجر کہتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کی اذیت سے رسول خداؐ کو اذیت ہوتی ہے اسے اذیت دینا حرام ہے؛ لہذا اس حدیث کی گواہی سے جو بھی فاطمہ سے کچھ کہے اور اس کی وجہ سے وہ اذیت میں مبتلا ہوں تو اس نے اس عمل کے ذریعہ رسول خداؐ کو اذیت دی ہے اور فاطمہ کے فرزندوں کو اذیت دینا ہی فاطمہ کی سب سے بڑی اذیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے ایسے بہت سے لوگ یاد ہیں جنہوں نے ان کے فرزندوں کو اذیت دی اور بہت جلدی اسی دنیا میں انہیں سزا مل گئی اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ سخت ہے“۔ (۱)

ایسی صورت میں ہم ابن کثیر کی بات کو کیسے مان سکتے ہیں حالانکہ سماعتوں میں رسول خداؐ کے یہ کلمات گونج رہے ہیں: فاطمة قلبی و روحی التی بین جنبی فمن آذاها فقد آذانی ”فاطمہ میرے پہلو میں دھڑکنے والا دل اور روح ہے جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی ہے“۔ (۱)

اور آنحضرت کا ارشاد: ان الله يغضب لغضب فاطمة و يرضى لرضاها ”بے شک خداوند عالم فاطمہ کے غضب سے غضبناک ہوتا ہے اور اس کی رضایت سے راضی ہوتا ہے“۔ یا جناب فاطمہ سے آنحضرت کا یہ ارشاد: ان الله يغضب لغضبک و يرضى لرضاک ”بے شک خداوند عالم تمہارے غضب سے غضبناک اور تمہاری رضایت سے راضی ہوتا ہے“۔ (۲)

جیسا کہ قسطلانی اور حمزوی نے شرح بخاری میں لکھا ہے: یہ روایتیں مطلق ہیں، ان تمام چیزوں کو شامل ہیں جو صدیقہ کی رضایت اور غضب کا موجب بن سکتی ہیں، اس سلسلے میں وہ بالکل رسول خداؐ کی طرح ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فاطمہؑ اسی سے خوشنود ہوتی ہیں، جس سے خدا راضی ہوتا ہے اور وہ اسی سے رنجیدہ ہوتی ہیں، جس سے خدا رنجیدہ ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فاطمہؑ کی خوشنودی حاصل کرنا، مستحبات میں ہے اور ان کو رنجیدہ کرنا مکروہ اور حرام ہے۔ اس لئے فاطمہؑ کی رضا و غضب میں خود ان کی

۱۔ ملاحظہ ہو: اسی کتاب کا ص ۹۹

۲۔ معجم الکبیر (ج ۱ ص ۱۰۸ ح ۱۸۲): مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۵۴ (ج ۳ ص ۱۶۷ ح ۴۳۰): انہوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے؛ تذکرۃ الخواص ص ۱۷۵ (ص ۳۱۰)؛ کنز العمال ج ۷ ص ۱۱۱ (ج ۱۳ ص ۶۷۷ ح ۲۵/۳۷۷) و.....

اپنی ہوس و غرض کا کوئی دخل نہیں ہے اور یہی مفہوم ہے عصمت کا، جسے ابن کثیر جیسا کم فہم سمجھ نہیں سکا، آیہ تطہیر میں بھی جناب فاطمہ، ان کے والد، ان کے شوہر اور ان کے دونوں فرزندوں کے لئے یہی مفہوم پیش کیا گیا ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيرًا﴾

”بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہل بیت کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔“ (۱)

جناب فاطمہؑ خلیفہ وقت کی بیعت کے بغیر دنیا سے رخصت ہو گئیں:

ابوصالح نے معاویہ سے ایک مرفوع حدیث میں نقل کیا ہے: من مات بغیر امام مات میتة جاهلیة ”جو بھی امام کے بغیر جائے وہ جاہلیت کی موت مرا ہے۔“ (۲)
معاویہ کی اس حدیث ”من مات بغیر امام، مات میتة جاهلیة“ کو حافظ بیہقی نے مجمع الزوائد (۳) اور ابوداؤد طیالسی نے مسند (۴) میں عبد اللہ بن عمر کے طریق سے نقل کیا ہے۔

اس حدیث کی مختلف طرق سے منقول دوسرے الفاظ کے ذریعہ تائید ہوتی ہے: ان میں سے بعض یہ ہیں:

رسول خداؐ فرماتے ہیں: من مات و لیس فی عنقه بیعة مات میتة جاهلیة ”جو شخص مر جائے اور اس کی گردن پر کسی کی بیعت نہ ہو وہ جہالت کی موت مرا ہے۔“ (۵)

۲۔ مسند احمد ج ۴ ص ۹۶ (ج ۵ ص ۶۱ ح ۱۶۳۳۴)

۱۔ احزاب ۳۳

۴۔ مسند طیالسی ص ۲۵۹

۳۔ مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۱۸

۵۔ صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۲ (ج ۴ ص ۱۲۶ حدیث ۵۸ کتاب الامارہ)

آنحضرت کا ارشاد: من مات و ليس عليه طاعة مات ميتة جاهلية ”جو شخص مر جائے اور اس کی گردن کسی کی اطاعت نہ ہو، وہ جہالت کی موت مرا ہے۔“ (۱)

آنحضرت کا ارشاد: من مات ولم يعرف امام زمانه مات ميتة جاهلية ”جو شخص مر جائے اور اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانے، وہ جہالت کی موت مرا ہے۔“ (۲)

آنحضرت کا ارشاد: من خرج من الطاعة وفارق الجماعة فمات مات ميتة جاهلية ”جو شخص اطاعت سے خارج ہو جائے اور جماعت سے متفرق ہو جائے، وہ جہالت کی موت مرا ہے۔“ (۳)

آنحضرت کا ارشاد: من فارق الجماعة شبرا فمات ، فميتة جاهلية ”جو شخص ایک بالشت بھی جماعت سے متفرق ہو جائے اور مر جائے وہ جہالت کی موت مرا ہے۔“ (۴)

یہ مسلم حقیقت ہے جسے صحاح و مسانید نے ثابت کیا ہے لہذا اسے قبول کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے، اس کی قبولیت کے بغیر کسی مسلمان کا اسلام مکمل نہیں ہوتا، کسی نے بھی اس سلسلے میں اختلاف نہیں کیا اور کسی نے بھی اس میں شک نہیں کیا ہے۔

یہ تعبیر اس بات سے پردہ اٹھاتی ہے کہ جو شخص امام کے بغیر مر جائے اس کا انجام صحیح نہیں ہے اور فلاح و بہبودی سے قطعی دور ہے۔ اس لئے کہ جہالت کی موت بدترین موت

۱۔ مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۶ (ج ۴ ص ۷۶۷ ح ۱۵۲۶۹)

۲۔ شرح المقاصد تفتازانی ج ۲ ص ۲۷۵ (ج ۵ ص ۲۳۹)

۳۔ صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۲ (ج ۴ ص ۱۲۴ حدیث ۵۳ کتاب الامارہ)

۴۔ صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۲ (ج ۴ ص ۱۲۵ حدیث ۵۵ کتاب الامارہ)

ہے، یہ کفر والحاد کی موت ہے۔

لیکن یہاں پر جو بات قابل توجہ ہے جس پر بحث ضروری ہے: اور وہ یہ ہے کہ فاطمہ زہرا جو قرآن کی روشنی میں پاک و پاکیزہ اور ان کی خوشنودی رسول کی خوشنودی اور ان کا غم و غصہ رسول اکرم کا غم و غصہ تھا وہ اس حالت میں دنیا سے رخصت ہوئیں کہ ان کی گردن پر اس شخص کی بیعت نہیں تھی جس کے بارے میں گمان کیا گیا ہے کہ وہ خلیفہ وقت ہے، چھ مہینے کی مدت میں ان کے شوہر بھی انہیں کی طرح ہیں؛ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے:

كان لعلی من الناس وجه حياة فاطمة فلما توفيت استنكر علی وجوه الناس ”جب تک فاطمہ زندہ تھیں لوگ ان کے احترام میں علی سے تعرض نہ کرتے تھے لیکن فاطمہ کے انتقال کے بعد علی نے لوگوں کو اپنا مخالف پایا“۔ (۱)

قرطبی نے انہم میں لکھا ہے:

كان الناس يحترمون علیا فی حیاتها کرامة لها ؛ لانها بضعة من رسول الله وهو مباشر لها ؛ فلما ماتت وهو لم یباع ابابکر انصرف الناس عند ذالک الاحترام لیدخل فیما دخل فیہ الناس ولا یفرق جماعتهم ”جناب فاطمہ کی حیات کے زمانے تک لوگ علی کا احترام کرتے تھے؛ اس لئے کہ وہ رسول خدا کے جگر کا ٹکڑا اور علی کی زوجہ تھیں لیکن جب فاطمہ کی وفات ہو گئی، اور علی نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی تو لوگ ان کے احترام سے منحرف ہو گئے، ان کا احترام کرنا چھوڑ دیا، لوگوں نے بیعت لے کر وحدت میں شامل کرنے کا ارادہ کر لیا“۔

۱۔ صحیح بخاری کتاب المغازی ج ۶ ص ۱۹۷ (ج ۴ ص ۱۵۴۰ حدیث ۳۹۹۸)؛ صحیح مسلم کتاب الجہاد ج ۵ ص ۱۵۴

لہذا یہاں تین احتمالات پائے جاتے ہیں:

یایہ کہ جناب فاطمہ پر ان کے والد کے دین کی ضروریات میں سے ایک ضروری امر) جو سب سے اہم اور ضروری تھا) پوشیدہ رہ گیا، حالانکہ دیہات و شہر میں رہنے والی تمام امت نے اس کی حفاظت کی ہے اور جناب فاطمہ (معاذ اللہ) اپنے والد کی سنت کے علاوہ کسی اور سنت پر دنیا سے رخصت ہو گئیں۔

یایہ کہ یہ حدیث صحیح نہ ہو حالانکہ شیعہ و اہل سنت کے تمام حفاظ نے اسے نقل کیا ہے اور پوری امت نے اسے تسلیم کیا ہے۔

یایہ کہ جناب فاطمہ اس شخص کو نہیں مانتی تھیں جس نے خلافت کی ردا اوڑھ رکھی تھی، اس کے دعوے سے موافق نہیں تھیں اور اسے خلافت کا مستحق نہیں سمجھتی تھیں؟

امیر المومنین کی بھی یہی حالت ہے (یعنی حضرت کے سلسلے میں انہیں تین احتمالات کو ماننا پڑے گا جب انہوں نے چھ مہینوں میں ابو بکر کی بیعت نہیں تھی)۔

کیا کوئی مسلمان پہلے احتمال کو مان سکتا ہے کہ جسے عقل و منطق نہیں تسلیم کر رہی ہے، اسے رسول خدا کے پارہ بچکر اور ان کے شوہر جو رسول خدا کے نفس اور ان کے وصی ہیں، کے لئے تسلیم کرے؟! نہیں، کوئی ایسا کہہ ہی نہیں سکتا۔

جہاں تک دوسرے احتمال کا سوال ہے تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ جو حدیث شرائط صحت و قبول کے اعتبار سے کامل ہے، علمائے حدیث اور ماہرین فن نے جس کے سامنے سر تسلیم خم کیا ہو نیز امت مسلمہ نے اس کے معنی پر اجماع کر لیا ہے۔ ایسی حدیث کے ہوتے ہوئے کوئی جاہل انسان بھی دوسرے احتمال کی موافقت کرے گا۔

لہذا صرف تیسرا احتمال اپنی جگہ باقی رہ جاتا ہے؛ بنابرین جس خلافت کی صدیقہ

طاہرہ معترف نہیں تھیں اور اس حالت میں دنیا سے رخصت ہو گئیں کہ اس پر اور اس کے مالک پر غضبناک تھیں، مولا امیر المومنین تھوڑی مدت تک ہی صحیح اس میں تاخیر کو جائز سمجھتے ہیں، وہ اپنے شوہر کو بیعت سے روک رہی ہیں اور خود بھی بیعت سے اجتناب کر رہی ہیں اور یہ بھی جانتی ہیں کہ جو شخص امام کی معرفت کے بغیر مرجائے تو اس کی موت جہالت کی موت ہوگی، ایسی صورت میں ایسی خلافت اسی بات کی مستحق ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے اور خلیفہ کا اقرار کرنے سے پرہیز کیا جائے۔

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کا گریہ

صدیقہ کٹاہرہ جناب فاطمہ زہرا (س) رسول خدا پر گریہ کرتی ہوئی فرماتی تھیں: یا ابتاہ من ربہ ما ادناہ یا ابتاہ اجاب ربنا دعاہ یا ابتاہ الی جبریل ننعاہ یا ابتاہ جنة الفردوس ماواہ ”اے والد گرامی! جو خدا سے نزدیک ہو گئے، اے والد گرامی! جس نے اپنے رب کی آواز پر لیک کہا، اے والد گرامی! ہم اپنی شکایت جبریل سے کرتے ہیں، اے والد گرامی! جو جنت فردوس میں موجود ہیں“۔ (۱)

نیز جناب فاطمہ نے ان کی قبر کے سرہانے بیٹھ کر ایک مٹھی خاک اٹھائی اور اسے اپنی آنکھوں پر مل کر گریہ کرتے ہوئے فرمایا:

ماذا علی من شتم تربة احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا
صبت علی مصائب لو انها صبت علی الایام صرن لیالیا
”جو رسول خدا کی مٹی کو سونگھے اس کی کیا کیفیت ہوگی، ہاں! اس کے بعد وہ کبھی اچھی خوشبو

کو نہیں سونگھ پائے گا، مجھ پر ایسی مصیبتیں ڈھائی گئیں کہ اگر دنوں پر پڑتیں تو تاریک رات میں تبدیل ہو جاتا۔“ (۱)

صدیقہ طاہرہؑ پر امیر المومنینؑ کا نالہ و شیون

اور ان کے لئے طویل گریہ و زاری

خطیب نے اپنی تاریخ میں احمد بن محمد بن مغلس حمانی کے طریق سے، اس نے ابو سہل فضل بن ابی طالب سے، اس نے عبدالکریم بن روح بزاز سے، اس نے اپنے باپ روح بن عنبہ بن سعید بن ابی عیاش بصری اموی (یعنی وہ بنی امیہ میں سے تھا بلکہ اس کے اور امویوں کے درمیان ولایت اور قریبی رابطہ تھا) سے، اس نے اپنے باپ عنبہ (۲) سے اور اس نے اپنے باپ کی دادی ام عیاش (رقیہ بنت رسولؐ کی کنیز) سے نقل کیا ہے:

سمعت رسول اللہ يقول: ما زوجت عثمان ام اكلثوم الا بوحى من السماء، میں نے رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے وحی آسمانی کی وجہ سے ام کلثوم کی شادی عثمان سے کی۔“ (۳)

علامہ امینی فرماتے ہیں: خطیب کے توسط سے یہ جھوٹی روایت نقل کرنے اور اس کے ضعف کے سلسلے میں ان کے خاموش رہنے پر تعجب نہ کریں؛ اس لئے وہ بنی امیہ کے والہانہ عشق و محبت میں گرفتار ہیں؛ اسی محبت و عقیدت نے انہیں احمد بن محمد کے سلسلے میں

۱۔ الوفا فی فضائل المصطفیٰ، ابن جوزی (ص ۸۱۹ ح ۱۵۳۸) اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۰۵ (ج ۲ ص ۱۱۳)

۲۔ اصل کتاب میں ”اس نے اپنے والد اور اس نے عنبہ سے...“ ہے لیکن صحیح وہی ہے جسے ہم نے نقل کیا ہے۔

۳۔ تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۶۴

بزرگوں کے نظریات سے اندھا بنادیا ہے اور خود انہوں نے اس کے حالات زندگی میں جو کچھ لکھا ہے اسے بھی بھول گئے ہیں؛ ابن عدی لکھتے ہیں: میں نے جھوٹوں میں اس سے زیادہ بے حیا نہیں دیکھا۔ (۱) ابن قانع لکھتے ہیں: وہ موثق نہیں ہے۔

دارقطنی لکھتے ہیں: ابو حنیفہ کے لئے ذکر کیے گئے تمام مناقب و فضائل جعلی ہیں، احمد بن مغلس جمانی نے اسے گڑھا ہے، میں نے کئی مرتبہ اسے پڑھا ہے۔ (۲)

سند روایت میں عبدالکریم بن روح ابوسعید بصری بھی ہے جس کے بارے میں ابوحاتم لکھتے ہیں: وہ مجہول ہے۔ (۳) ابن حبان نے لکھا ہے کہ وہ غلطیان اور مخالفت بہت زیادہ کرتا تھا۔ (۴)

ہاں! اس میں شک نہیں کہ رسول خداؐ جو فعل انجام دیتے ہیں اور جو بات کہتے ہیں، وہ وحی کے سانچے میں ہوتا ہے جو آسمان سے نازل ہوتی ہے؛ اس لئے کہ وہ ہوی و ہوس کی وجہ سے کوئی بات نہیں کہتے، وہ صرف وہی وحی ہوتی ہے جو ان کی جانب ہوتی ہے۔ ہاں! مقامات اور صورت حال کے اختلاف کی وجہ سے وحی کی کیفیت و مصلحت بھی مختلف ہوتی ہے؛ اس اعتبار سے آنحضرتؐ کی طرف سے نیکی کرنا یا کسی قسم کا رابطہ برقرار کرنا اس جہت سے فضیلت نہیں کہ ان سے رابطہ برقرار ہوا، یا ان سے نیکی کی ہے؛ اس لئے کہ یہ امور کبھی اس شخص پر حجت تمام کرنے کے لئے صادر ہوتے ہیں چنانچہ یہاں یہ فعل بھی دینی معاشرے کو اس بات سے آگاہ کرنے کے لئے انجام دیا گیا کہ عبشیوں (۵) کے سینوں

۱۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۱ ص ۱۹۹ نمبر ۴۴) ۲۔ الضعفاء والمترکین (ص ۱۲۳ نمبر ۵۹)

۳۔ المرح والتعديل (ج ۶ ص ۶۱ نمبر ۳۲۵) ۴۔ الثقات (ج ۸ ص ۴۲۳)

۵۔ عبشی: معاویہ بن ابی سفیان کے پردادا عبید شمس بن عبد مناف سے منسوب ہے۔

میں موجود بنی ہاشم کی دشمنی کو کوئی مہربانی اور رابطہ ختم نہیں کر سکتا؛ اس لئے کہ کوئی بھی مہربانی وعطوفت، دامادی کے رابطہ سے زیادہ آپسی میل جول کو مستحکم نہیں کر سکتی، بالخصوص رسول خداؐ کی بیٹی کا شوہر ہونا۔ لیکن کیا ام کلثوم کے شوہر (عثمان) نے اس کی ذرا بھی اہمیت محسوس کی؟! یا ان کے شب وفات میں انہوں نے اپنی دوسری زوجہ کے ساتھ ہمبستری کی۔ (۱) اور نبوی شرافت سے جدا ہونے کا انہیں کوئی دکھ نہیں تھا؟! یہاں تک کہ رسول خداؐ نے لوگوں کے سامنے ان کی توہین کی، انہیں ذلیل کیا اور خود ان کو اپنی ہی زوجہ کی قبر میں اترنے کو حرام قرار دے دیا؟! حالانکہ ظاہر اُن کے والد کے بعد وہی لوگوں میں سب سے زیادہ اس کے مستحق تھے! شاید بنی ہاشم اور بنی امیہ کے درمیان جو ارتباط اور رشتہ داری واقع ہوئی وہ اسی باب سے ہو؛ بنی ہاشم سرفہرست ان کو شرافت سے ہمکنار کرنے والے رسول خداؐ ان کے کینہ و فساد کو کم اور ان کے دلوں سے دشمنی کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ لیکن کیا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے؟! یا اس کے بالکل برعکس نتیجہ سامنے آیا بقول شاعر:

لقد نفخت فی جذی مشیوبۃ وقد ضربت فی حدید بارد
 ”بے شک میں نے بھڑکتی ہوئی آگ میں پھونک ماری اور اپنے سردلوہے کو دے مارا۔“
 اگر یہ رشتہ داری اور اس جیسے دوسرے ارتباط نہ ہوتے تو بنی ہاشم کے خلاف زبانیں
 دراز ہو جاتیں اس لئے کہ یہ دونوں گروہ پہلے ہی سے دور دور رہتے تھے اور لوگ ان دونوں
 کے درمیان ہونے والے واقعات کو سابقہ باتوں پر حمل کرتے تھے۔ لیکن اصلاح طلب
 افراد نے ایسے ارتباط کی وجہ سے شکوک و شبہات کو اپنے سے دور کیا اور لوگوں کو سمجھایا کہ
 ڈنک مارنا تو کچھ ہجوکی ذات میں پوشیدہ ہے اس سے کوئی بھی قربت اور نرمی مفید نہیں ہے۔

شاید اب آپ خود رسول خداؐ کے دونوں داماد یعنی حضرت امیر المومنین اور ام کلثوم کے شوہر ”عثمان“ میں فرق محسوس کر سکتے ہیں، امام علیہ السلام کی سیرت و روش صدیقہ طاہرہ کے ساتھ دیکھیں کہ جب ان کی وفات ہوئی تو وہ ان سے راضی تھیں، جب امام ان سے جدا ہوئے تو وہ راضی تھے اور رسول خداؐ دنیا کو چھوڑتے ہوئے ان دونوں سے راضی و خوشنود تھے۔

دونوں کے آخری ایام پر ایک نظر ڈالئے کہ ان میں سے ایک اپنی زوجہ ام کلثوم کی وفات کی رات اپنی دوسری زوجہ سے ہمبستری کرتا ہے جس کی وجہ سے خدا و رسول اس سے ناراض ہوتے ہیں، زوجہ کی جدائی اس کے لئے قطعی اہم نہیں، اور غم انگیز مصیبت اور رسول خداؐ سے رشتہ دامادی کا ٹوٹنا بھی اسے نزدیکی سے نہیں روکتا ہے۔

اور دوسرا وہ ہے جو کہ جناب فاطمہ زہراؑ کی وفات پر زار و قطار گریہ کرتا ہے، چنانچہ حضرت علیؑ اپنے گریہ و زاری کو طول دیتے ہوئے فرماتے ہیں: السلام علیک یا رسول اللہ عنی و عن ابنتک النازلة فی رجوارک و السریعة اللحاق بک قل یا رسول اللہ عن صفیتک صبری و رق عنها تجلدى الا ان لی فی الناسی بعظیم فرقتک و فادح مصیبتک موضع تعز فلقد و سدتک فی ملحودة قبرک و فاضت بین نحرى و صدرى نفسک فانا لله و انا الیہ راجعون فقد استرجعت الودیعة و اخذت الرهینة اما حزنی فسرمد و اما لیلی فمسهد الی انا یختار اللہ لی دارک التی انت بها مقیم و ستنبیک انبتک بتضاfer امتک علی هضمها فاحفها السوال و استخبرها الحال هذا و لم یطل العهد و لم یخل منک الذکر و السلام علیکما سلام مودع لا قال

و لا سئم فان انصرف فلا عن ملامۃ (۱) و ان اقم فلا عن سوء بما وعد اللہ الصابرين ’سلام ہو آپ پر اے خدا کے رسول! میری طرف سے اور آپ کی اس دختر کی طرف سے جو آپ کے جوار میں پہنچ رہی ہیں اور بہت جلدی آپ سے ملحق ہو جائے گی۔ یا رسول اللہ! میری قوت صبر آپ کی منتخب روزگار دختر کے بارے میں ختم ہوئی جارہی ہے اور میری ہمت ساتھ چھوڑ دے رہی ہے، صرف سہارا یہ ہے کہ جب میں نے آپ کے فراق کے عظیم صدمہ اور جانکاہ حادثہ پر صبر کر لیا ہے تو اب میں اس مصیبت پر بھی صبر کر لوں گا کیونکہ میں نے ہی آپ کو قبر میں اتارا تھا اور میرے ہی سینہ پر سر رکھ کر آپ نے انتقال فرمایا تھا۔ بہر حال میں اللہ ہی کے لئے ہوں اور مجھے اسی کی بارگاہ میں واپس جانا ہے۔ آج وہ امانت واپس ہو گئی جو آپ نے میری تحویل میں دی تھی۔ اب میرا رنج و غم دائمی ہے اور میری راتیں شب بیداری میں بسر ہو رہی ہیں، جب تک مجھے بھی پروردگار اس گھر تک نہ پہنچا دے جہاں آپ کا قیام ہے۔ عنقریب آپ کی دختر نیک اختر آپ کو ان حالات کی اطلاع دے گی کہ کس طرح آپ کی امت نے ان پر ظلم ڈھانے کے لئے اکٹھا ہو گئی تھی، آپ ان سے خود تفصیل سے جملہ حالات دریافت کر لیں۔ افسوس کہ یہ سب اس وقت ہوا ہے جب آپ کا زمانہ گزرے ہوئے دیر نہیں ہوئی تھی اور ابھی آپ کا تذکرہ باقی تھا۔ میرا سلام ہو آپ دونوں پر۔ اس شخص کا سلام جو رخصت کرنے والا ہے اور دل تنگ و ملول نہیں ہے، میں اگر اس قبر سے واپس چلا جاؤں تو یہ کسی دل تنگی کا نتیجہ نہیں ہے اور اگر یہیں ٹھہر جاؤں تو یہ اس وعدہ سے بے اعتنائی نہیں ہے جو پروردگار نے صبر کرنے والوں سے کیا ہے۔“

۱۔ اصلی مآخذ میں ایسے ہی مذکور ہے، لیکن بیچ البلاغہ ۳۲۰ خطبہ ۲۰۲ پر ”ملا“ مذکور ہے۔

پھر قبر فاطمہؑ کے قریب یہ اشعار پڑھے:

لکل اجتماع من خلیلی فرقة و کل الذی دون الممات قليل
وان افتقادی واحدا بعد واحد (۱) دلیل علی ان لا یدوم خلیل
”ہر دو دوست اور ہر رفیق کی رفاقت، جدائی (پر ختم) ہوتی ہے اور ایسی دوستی و رفاقت
کم ہے جو موت تک جاری رہے۔ ہاں! ایک کے بعد ایک میرے رفیق کا جانا، اس بات
کی دلیل ہے کہ کوئی بھی رفاقت دائمی نہیں ہے۔“ (۲)

۱۔ ایک نقل میں ہے: وان افتقادی فاطما بعد احمد (ہاں! احمد کے بعد جناب فاطمہ کی دوری.....)

۲۔ ملاحظہ کریں: اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۲۲ (ج ۳ ص ۱۳۱)

فہرستیں

فہرست مطالب

منابع و مأخذ

مترجم کی قلمی کاوشیں

فہرست مطالب

باب اول: ولادت حضرت زہرا سلام اللہ علیہا

- حضرت فاطمہؑ کی ذہانت اور ان کی خلقت کے متعلق جناب خدیجہ کا قول: کانت فاطمة تحدث
فی بطن امها و لما ولدت وقعت حین وقعت علی الارض ساجدة رافعة اصبعها
”فاطمہ اپنی ماں کے شکم میں گفتگو کرتی تھیں اور جب متولد ہوئیں، زمین پر تشریف لائیں تو سجدہ ریز
ہو گئیں اور اپنی انگلی کو اوپر بلند کیا“..... ۱۷
- حضرت فاطمہ کی تاریخ ولادت کے متعلق..... ۱۷
- جناب خدیجہ کے حاملہ ہونے کی کیفیت..... ۱۷
- حضرت فاطمہ کی ولادت کی کیفیت..... ۱۸

دوسرا باب: جناب زہرا سلام اللہ علیہا کے ظاہری اوصاف

کتاب ”حیۃ محمدؐ“ کے مولف امیل درمنم کے کلمات کی تنقید:

- حضرت فاطمہ اور امیر المومنینؑ کے متعلق اس کی بکواس..... ۲۱
- کتاب کے مولف اور مترجم کی ملامت و سرزنش..... ۲۲-۲۳
- عربی محاورے: ان جاء باذنی عناق، وهو مع ذالک جرف منهال و سحاب
منجال، جذب السوء یلجی الی نجعة سوء کے معانی..... ۲۲-۲۳
- تعاقب کرنے والا مقصر نہیں: اس کتاب میں موجود تمام تر خیال بانی اور جھوٹی نسبتیں، امت مسلمہ
کی نظر میں متفق اور صحیح تاریخ نیز رسول اسلامؐ سے مروی باتوں سے میل نہیں کھاتیں..... ۲۳

جناب فاطمہؑ اور امیر المومنینؑ کے متعلق احادیث و اقوال :

- ارشاد رسولؐ: فاطمة حوراء انسية كلما اشتقت الى الجنة قبلتها ”فاطمہ انیسہ حوراء ہے، میں جب بھی جنت کا مشتاق ہوتا ہوں اس کا بوسہ لیتا ہوں“..... ۲۳-۲۴
- ارشاد رسولؐ: فاطمة هي الزهر فاطمة، بہترین، سفید اور خوش شکل و صورت کی عورت ہے..... ۲۴
- والدہ انس بن مالک کا قول: كانت فاطمة كالقمر ليلة البدر..... ”فاطمہ چودھویں کا چاند تھیں“..... ۲۴
- حضرت فاطمہؑ کی ذہانت اور خلقت کے متعلق ام المومنینؑ جناب خدیجہؑ کا ارشاد: كانت فاطمة تحدث في بطن امها ولما ولدت وقعت حين وقعت على الارض ساجدة رافعة اصبعها ”فاطمہ اپنی ماں کے شکم میں گفتگو کرتی تھیں اور جب متولد ہوئیں، زمین پر تشریف لائیں تو سجدہ ریز ہو گئیں اور اپنی انگلی کو اوپر بلند کیا“..... ۲۵
- رسول خداؐ سے جناب فاطمہؑ کی شہادت اور آنحضرت کے توسط سے ان کے احترام کے متعلق عائشہ کا قول: ما رايت احدا اشبه سمنا ودلا و هديا و حديثا برسول الله في قيامه و قعوده من فاطمة و كانت اذا دخلت على رسول الله قام اليها فقبلها و رحب بها و اخذ بيدها و اجلسها في مجلسه میں نے رفتار و گفتار، حسن سیرت اور نشست و برخاست میں فاطمہ سے زیادہ کسی کو رسولؐ سے مشابہہ نہیں دیکھا، جب وہ رسول خداؐ کے سامنے جاتی تھیں تو کھڑے ہو کر ان کے پاس جاتے اور انہیں بوسہ دے کر خوش آمدید کہتے تھے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر بیٹھاتے تھے..... ۲۵-۲۶
- حضرت علیؑ کی خوبصورتی کے متعلق مروی ہے: ”وہ چودھویں کے چاند کے مانند خوبصورت تھے، ان کی گردن نقرئی اور صراحی دار تھی اور ان کے دانتوں کے درمیان خلا تھا، اگر تبسم فرماتے تو ان کے دانت منظم موتیوں کی طرح چمکنے لگتے“..... ۲۶
- حضرت علیؑ وہ واحد مجاہد ہیں جن کے متعلق قرآن مجید کی بعض آیات نازل ہوئی ہیں..... ۲۷
- حضرت علیؑ سے رسول خداؐ کا ارشاد: ”تم تخلیق و اخلاق میں بالکل میری شبیہ ہو، تم اسی درخت سے ہو جس سے میں ہوں“..... ۲۸

- حضرت علی کی خوش اخلاقی اور بردباری کے متعلق دوسری روایتیں..... ۲۸-۲۹
- جناب فاطمہ سے رسول کا ارشاد: ان اللہ یغضب لغضبک و یرضی لرضاک ” (۱) اے فاطمہ! بے شک خداوند عالم تمہارے غضب سے غضبناک ہوتا ہے اور تمہاری خوشنودی سے خوش ہوتا ہے“..... ۲۹
- آنحضرت کا ارشاد:.... ہی قلبی و روحی التی بین جنبی فمن آذاھا فقد آذانی ... ”یہ میرا دل اور میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان میری روح ہے لہذا جو اسے اذیت دے اس نے مجھے اذیت دی ہے“..... ۳۰
- آنحضرت کا ارشاد: فاطمة بضعة منی ، فمن اغضبھا فقد اغضبنی ”فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا“..... ۳۰
- آنحضرت اصحاب کے درمیان حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرماتے تھے: ان ہذا اول من آمن بی و ہذا اول من یصافحنی یوم القیامۃ ”بے شک یہ وہ پہلا شخص ہے جو مجھ پر ایمان لایا اور سب سے پہلے قیامت کے دن مجھ سے مصافحہ کرے گا“..... ۳۱
- اصحاب کو مخاطب کر کے فرماتے: اولکم واردا علی الحوض ، اولکم اسلاما علی ابن ابی طالب ”تم میں جو شخص سب سے پہلے حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کرے گا اور سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا وہ علی بن ابی طالب ہے“..... ۳۱
- حدیث طبر کی طرف اشارہ جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت علیؑ مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب تھے..... ۳۲
- عائشہ کو مخاطب کر کے آنحضرت کا ارشاد: ان علیا احب الرجال الی و اکرمکم علی فاعرفی لہ حقہ و اکرمی مثواہ ”علیؑ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں، میں سب سے زیادہ ان کی عزت کرتا ہوں لہذا ان کا حق پہچان کر ان کا احترام کرو“..... ۳۲
- حدیث رسولؐ: احب الناس الی من الرجال علی ”میرے نزدیک مردوں میں سب سے زیادہ محبوب ”علیؑ“ ہیں“..... ۳۲

- حدیث رسول: علی خیر من اترکہ بعدی ”علی وہ بہترین انسان ہیں جنہیں میں اپنے بعد چھوڑے جا رہا ہوں“..... ۳۲
- حدیث رسول: علی خیر البشر فمن ابی فقد کفر ”علی بہترین انسان ہیں جس نے اس کا انکار کیا وہ کافر ہے“..... ۳۳
- حدیث رسول: من لم یقل علی خیر الناس فقد کفر جو علی کو خیر الناس نہ کہے وہ کافر ہے ۳۳
- رسول اسلام کی حدیث روایت [علم] جس پر سب کا اتفاق نظر ہے: لا عطین الراية غدا رجلا یحبہ اللہ و رسولہ و یحب اللہ و رسولہ ”کل میں ایسے مرد کو علم دوں گا جسے خدا اور رسول دوست رکھتے ہیں اور وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے“..... ۳۳
- حدیث رسول: علی منی بمنزلة الراس من بدنی ”علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو سر کو جسم سے ہوتی ہے“..... ۳۴
- حدیث رسول: علی منی و انا منه و هو ولی کل مو من بعدی ”علی مجھ سے اور میں اس سے ہوں میرے بعد وہ ہر مومن کے ولی و سرپرست ہیں“..... ۳۵
- سورۃ توبہ کے ابلاغ کے وقت آپ کی حدیث، جسے سب نے صحیح تسلیم کیا ہے: لا یذهب بہا الارجل منی و انا منه ”اُسے وہی لے جائے گا جو مجھ سے ہے اور میں اس سے“..... ۳۵
- حدیث رسول: لحمک لحمی و دمک دمی و الحق معک ”تمہارا گوشت میرا گوشت اور تمہارا خون میرا خون ہے اور حق تمہارے ساتھ ہے“..... ۳۵
- یا حدیث رسول: ما من نبی الا وله نظیر فی امتہ و علی نظیری ”کوئی نبی نہیں جس کی امت میں اس کا کوئی مثیل نہ ہو اور علی میرا نظیر اور میرے جیسا ہے“..... ۳۵
- یا ام سلمہ کی روایت جسے حاکم نے صحیح تسلیم کیا ہے اور طبرانی نے نقل کیا ہے: کان رسول اللہ اذا غضب لم یجتري احد ان یکلمہ غیر علی ”جب رسول خدا غضبناک ہوتے تو علی کے علاوہ کسی میں ان سے گفتگو کی جرأت نہیں ہوتی تھی“..... ۳۵-۳۶
- عائشہ کی روایت: و اللہ ما رایت احدا احب الی رسول اللہ من علی ولا فی الارض امراة

كانت احب اليه من امراته ”خدا کی قسم! میں نے مردوں میں کسی کو نہیں دیکھا جو علی سے زیادہ رسول خدا کی نظر میں محبوب ہو اور نہ عورتوں میں کسی کو دیکھا جو ان کی زوجہ سے زیادہ محبوب ہو“..... ۳۶

بریدہ اور ابی کی روایت: احب الناس الى رسول الله من النساء فاطمة و من الرجال علی رسول اسلام کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب عورتوں میں فاطمہ اور مردوں میں علی تھے..... ۳۶

جمع بن عمیر کی حدیث: ”میں اپنی پھوپھی کے ساتھ عائشہ کے یہاں گیا، ان سے پوچھا: کون رسول کو سب سے زیادہ محبوب تھا؟ فرمایا: فاطمہ۔ پوچھا: مردوں میں؟ فرمایا: ان کے شوہر۔ میری دانست میں ان سے بڑا کوئی روزہ دار اور نماز گزار نہیں ہے“..... ۳۶

جناب فاطمہ سے رسول خدا کا ارشاد: ان الله اطلع على اهل الارض فاختار منهم اباک فبعثه نبيا ثم اطلع الثانية فاختار بعلک فاوحى الى فانکحتہ و اتخذته وصيا ”بے شک خداوند عالم نے اہل زمین پر نگاہ ڈالنے کے بعد ان میں سے تمہارے باپ کو منتخب فرمایا اور اسے رسالت کے لئے مبعوث کیا، پھر دوبارہ نگاہ ڈالی اور تمہارے شوہر کو منتخب فرمایا اور مجھے وحی کی کہ اس سے تمہاری شادی کر دوں اور اپنا وصی قرار دوں“..... ۳۷

آنحضرت کا ارشاد: ان الله اختار من اهل الارض رجلين : احدهما ابوک والآخر زوجک ”خداوند عالم نے اہل زمین میں سے دو لوگوں کو منتخب فرمایا: ایک تمہارے والد اور دوسرے تمہارے شوہر“..... ۳۷

اس شخص کے قول: ”رسول خدا کے دو اموی داماد علی سے زیادہ آنحضرت پر مہربانی کرتے تھے“ کی تنقید..... ۳۷

عثمان کی حقیقت سے آگاہی کے لئے یہی کافی ہے کہ انس نے رسول خدا سے نقل کیا ہے کہ جب ان کی عزیز بیٹی رقیہ کے دفن کا وقت آیا تو آنحضرت ان کی قبر پر کھڑے ہوئے، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، فرمایا: تم میں کون ہے جس نے آج رات اپنی زوجہ سے ہم بستری نہیں کی ہے؟ ابو طلحہ نے عرض کی: میں ہوں۔ آپ نے انہیں قبر میں اترنے کا حکم دیا..... ۳۷-۳۸

ابن بطل لکھتے ہیں: رسول خدا چاہتے تھے کہ عثمان کو رقیہ کی قبر میں اترنے سے محروم کر دیں اس

لئے انہوں نے اس رات اپنی کسی بیوی سے ہم بستری کی تھی..... ۳۸۔

میں ابوالعاص کے متعلق کیا کہوں جو جنگ حدیبیہ تک مشرک تھا اور دو مرتبہ مشرکوں کے ساتھ اسیر ہوا، اسلام نہ لانے کے سبب اس کے اور اس کی زوجہ ”ذینب بنت رسولؐ“ کے درمیان چھ سال تک جدائی رہی۔ ذینب نے اسلام قبول کر کے مہاجرت کی اور اسے شرک کی وجہ سے ترک کر دیا۔ اسلام کے بعد بھی اس سے کوئی ایسا کلمہ منقول نہیں جو رسول اسلامؐ کے ساتھ اس کے ارتباط کی دلیل بن سکے، حضرت علیؑ سے اس کے مقایسہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جو رسولؐ کی ذریت کے باپ اور ان کی عترت کے سید و سردار ہیں..... ۳۸-۳۹۔

اس شخص نے رسول اسلامؐ پر اتہام طرازی کی کہ وہ اپنی طاہرہ و مطہرہ بیٹی کی خوشحالی کے لئے کچھ نہیں کرتے تھے، اور پھر حضرت علیؑ پر تہمت لگائی کہ وہ ان سے ناراض ہو جاتے تھے..... ۳۹۔

رسول خدا ہر صبح علی و فاطمہ (سلام اللہ علیہما) کے درخانہ پر آکر فرماتے تھے: یرحمکم اللہ انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطہرکم تطہیرا ”خدا تم پر رحمت نازل کرے، بے شک خدا نے ارادہ کیا ہے کہ تم اہل بیت سے ہر قسم کی رجس و کثافت کو دور رکھے اور تمہیں اس طرح پاکیزہ رکھے، جو پاکیزگی کا حق ہے“..... ۳۹۔

ارشاد رسولؐ: فاطمۃ احب الناس الی فاطمہ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے..... ۳۹۔

عمر جناب فاطمہ (س) سے کہتے تھے: واللہ ما رايت احدا احب الی رسول اللہ منک ’خدا کی قسم! میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو رسول خداؐ کے نزدیک آپ سے زیادہ محبوب ہو‘..... ۳۹۔

یہ شخص کتنے بے فعل کامرتکب ہوا ہے جو اس نے رسول خدا کی جانب یہ جھوٹی نسبت دی کہ وہ حضرت علیؑ کو اہم کاموں کے لائق نہیں سمجھتے تھے..... ۴۰۔

ان سب سے بڑھ کر تو یہ ہے کہ اس شخص نے ازواج رسول کو علی و فاطمہ کا دشمن قرار دیا ہے..... ۴۱۔

اے کاش! میں جان پاتا کہ مترجم کو کیسے گوارا ہوا کہ وہ عائشہ کو جناب فاطمہ کا دشمن قرار دے، حالانکہ وہ فاطمہ کے سر کو چوم کر کہتی تھیں: ”اے کاش میں تمہارے سر کے ایک بال کے برابر ہوتی“..... ۴۱۔

حدیث غدیر کے پیش نظر امت کا اتفاق ہے کہ رسول اسلامؐ نے حضرت علیؑ کے بارے میں فرمایا:

اللہم وال من والاہ و عاد من عادہ ”خدا یا! جو اسے دوست رکھے تو اسے دوست رکھا اور جو اس سے دشمنی کرے اس کا دشمن ہو جا۔“ رسول خداؐ اسے صحیح حدیث منقول ہے: من احب علیا فقد احبنی ... ”جس نے علیؑ کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا، جس نے علیؑ سے بغض رکھا اس نے مجھے سے بغض رکھا“..... ۴۲-۴۱

آنحضرتؐ نے جبریل کے حوالے سے نقل کیا ہے: السعید کل الشقی من احب علیا فی حیاتی و بعد مماتی، الا وان الشقی کل الشقی من ابغض علیا فی حیاتی و بعد مماتی ”کامل ترین سعادت مند وہ ہے جو میری حیات میں اور میری موت کے بعد علیؑ سے محبت کرے، خبردار! کامل ترین شقی وہ ہے جو میری زندگی میں اور میری موت کے بعد علیؑ سے دشمنی رکھے“..... ۴۲

اپنی عترت کے متعلق رسول خداؐ ارشاد: لا یحبہم الا سعید الجد طیب المولد و لا یبغضہم الا شقی الجد ردی الولادة ”حلال زادہ اور نیک بخت ہی ان کو دوست رکھے گا اور ذلیل اور خبیث الولادة ہی ان سے دشمنی کریگا“..... ۴۳

یا ماثق راویوں سے مروی اس حدیث سے استناد کیا جائے: ان علیا لا یبغضہ احد قط الا و قد شارک ابلیس اباہ فی رحم امہ ”کوئی شخص علیؑ سے دشمنی نہیں کر سکتا مگر وہی جس کے استقرار حمل کے وقت ابلیس اس کے باپ کے ساتھ شریک ہوا ہو“..... ۴۳

عبادہ بن صامت کہتے ہیں: کنا نبور اولادنا بحب علی بن ابی طالب... ”ہم اپنے فرزندوں کو علی بن ابی طالب کی محبت سے آزماتے تھے“..... ۴۳

تیسرا باب: حضرت فاطمہ زہرا کی شادی

رسول خداؐ نے زمین کے پانچویں حصہ کے مہر پر حضرت علیؑ سے جناب فاطمہ کی شادی کی:

بعض روایات کے مطابق آیہ مبارکہ ﴿یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین﴾ کا مطلب یہ ہے کہ علی بن ابی طالب کے ساتھ رہو..... ۴۸

بعض روایات کے مطابق آیہ مبارکہ ﴿السابقون السابقون ، اولئک المقربون

- ﴿حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے.....﴾ ۴۹
- آیہ مبارکہ ﴿قُلْ لَا اسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمُوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰی وَمَنْ يَقْتَرِبْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيْهَا حَسَنًا﴾ کے متعلق احادیث..... ۵۰
- امام حسن مجتبیٰ کا ارشاد: انا ابن البشير وانا ابن النذير..... ۵۳
- ابن حجر کہتے ہیں: آیہ مبارکہ ﴿وَقَفَّوْهُمْ اَنْهُمْ مَسْئُولُونَ﴾ کے متعلق مروی ہے کہ علیؑ و اہل بیت کی ولایت کے متعلق سوال کیا جائے گا..... ۵۴
- نقلی نے ”الکشف والبيان“ میں آیہ مبارکہ ”اهدنا الصراط المستقیم“ کے ذیل میں نقل کیا ہے کہ ”وہ محمد و آل محمدؐ کا راستہ ہے“..... ۵۴
- آیہ مبارکہ ﴿وَإِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنَّا كِبُؤْنَ﴾ کے متعلق منقول ہے کہ امیر المومنین نے فرمایا: راہ مستقیم ہم اہل بیت کی ولایت ہے..... ۵۵
- رسول خداؐ سے منقول ہے: اثبتکم علی الصراط اشدکم حبا لاهل بیتی و لاصحابی ”تم میں راہ مستقیم پر سب سے زیادہ ثابت قدم وہ ہے جو سب سے زیادہ میرے اہل بیت اور میرے حقیقی اصحاب سے محبت کرتا ہے“..... ۵۵
- رسول خداؐ نے اپنی بیٹی کو ”صدیقہ“ کا لقب عطا فرمایا..... ۵۶
- رسول خداؐ نے امیر المومنین سے فرمایا: او تبت ثلاثا لم یوتهن احد تمہیں تین فضیلتیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھے بھی نہیں دی گئیں..... ۵۶
- امیر المومنین اس امت کے صدیق ہیں اور یہ لقب انہیں سے مخصوص ہے..... ۵۶
- طبری لکھتے ہیں: رسول خداؐ نے انہیں صدیق کا لقب عطا فرمایا، وہ یعسوب الامۃ کے لقب سے ملقب تھے..... ۵۶
- امیر المومنین کے صدیق ہونے کے متعلق بعض احادیث..... ۵۶-۵۷
- رسول خداؐ سے منقول ہے: ان هذا اول من آمن بی... یفرق بین الحق و الباطل و هذا یعسوب المومنین ”بے شک یہ شخص مجھ پر سب سے پہلے ایمان لانے والا اور وہ پہلا شخص ہے جو

قیامت کے دن مجھ سے مصافحہ کرے گا، وہ صدیق اکبر اور اس امت کا فاروق ہے جو حق و باطل کو ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے، وہ مومنین کا یعسوب (امیر) ہے..... ۵۷

گنجی کے مطابق حدیث کا آخری ٹکڑا یہ ہے: ”وہو بابی الذی اوتی منہ و ہو خلیفتی من بعدی وہ میرا دروازہ ہے ایسا دروازہ جس سے داخل ہونا ضروری ہے، وہ میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ ۵۷

حضرت علیؑ سے منقول ہے: انا الصدیق الاکبر لا یقولہا بعدی الا کذاب مفتقر لقد صلیت قبل الناس سبع سنین میں صدیق اکبر ہوں، میرے بعد ایسی باتیں کوئی بہت بڑا جھوٹا ہی کر سکتا ہے، بے شک میں نے لوگوں سے سات سال پہلے نماز ادا کی ہے“..... ۵۹

اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جناب فاطمہؑ کو حضرت علیؑ کے عقد میں خود خداوند عالم نے قرار دیا ہے، وہ اس کا ولی اور جبریل امین ان کا عقد پڑھنے والے تھے..... ۶۰

رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا: یا علی! ان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ ... وہو لکم مبغض فالارض حرام علیہ ان یمشی علیہا ”اے علی! زمین خدا کے لئے ہے وہ اپنے جس بندے کو چاہے عطا کرے، اس نے مجھے وحی فرمائی ہے کہ میں عقد فاطمہؑ زمین کے پانچویں حصے کے مہر پر پڑھ دوں، اب جو شخص بھی تم سے دشمنی رکھے اور زمین پر راستہ چلے تو یہ راستہ چلنا اس پر حرام ہے“..... ۶۱

رسول خداؐ سے منقول ہے:.... فصار اخی وابن عمی و بنتی فکاک رقاب رجال و نساء امتی من النار ”اس طرح فاطمہؑ علیؑ میری امت کو جہنم سے نجات دلانے والے ہیں“..... ۶۲

جناب زہرا سلام اللہ علیہا کی شادی کی رات جبرئیل امین جنت سے لباس لائے..... ۶۳

ابوبکر و عمرؓ کی جناب فاطمہؑ سے شادی کی خواہش اور رسول خداؐ کا انکار..... ۶۵

صدیقہ طہارہؑ کے ساتھ امیر المومنینؑ کی معاشرت کو دُعا دار کرنے کی سعی:

رسول خداؐ نے امیر المومنینؑ کو ابوتراب کے لقب سے ملقب فرمایا..... ۶۶

مروی ہے کہ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو اس لئے ابوتراب کا لقب عطا فرمایا کیوں کہ وہ جب بھی کسی بات پر فاطمہؑ پر اعتراض کرتے تو ان پر ناراضگی کا مظاہرہ کرتے، ان سے بات نہیں کرتے اور ان

کو پریشان کرنے والی کوئی بات بھی نہیں کرتے تھے، صرف مٹی کا کچھ حصہ اپنے سر کے نیچے لگا کر لیٹ جاتے تھے..... ۶۷

یہ بکواس ان کینہ توز اور ذلیل افراد کا پروپیگنڈہ ہے جنہوں نے حضرت امیر المومنینؑ کے پاک و پاکیزہ دامن کو آلودہ کرنے اور صدیقہ طاہرہ کے ساتھ حضرتؑ کی معاشرت کو دانداز کرنے کے لئے گڑھ لیا ہے..... ۶۸

آج کے مورخ نے اپنی تاریخ کے صفحات کو اس بکواس سے سیاہ کیا ہے کہ: ”.... ایک دن رسول خداؐ گھر میں آئے اور دیکھا کہ فاطمہ ان کے گھر میں ہیں اور علی نے ان کو جوٹھانچہ مارا تھا اس کی وجہ سے گریہ کر رہی ہیں“..... ۶۸

حدیث کے متعلق ایک کرامت..... ۶۹

چوتھا باب: حضرت زہرا (س) کے فضائل و مناقب

۱۔ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ذریت پر جہنم کی حرمت:

حدیث: ”ان فاطمة احصنت فرجها فحرم الله ذریعتها علی النار“ کی تفسیر، ابن تیمیہ کے توسط سے..... ۷۲

اس شخص پر حیرت ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ اجماع و اتفاق اس کے ارادے کے پابند ہیں..... ۷۲
اگر انسانوں کو جھوٹ اور بہبودہ گوئی کی ممانعت نہ کی جاتی تب بھی وہ اتنا ہی بڑا بڑا جھوٹ بولتا۔ ۷۵
یہ فضیلت تو سیدۂ نساء العالمین جناب فاطمہ سے مخصوص ہے اور ایسے فضائل تو بہت ہیں جو حضرت سے مخصوص ہیں، دوسری با فضیلت عورتیں جیسے سارہ، مریم اور حواء وغیرہ ان سے محروم ہیں..... ۷۵
دوسری بہت سی احادیث سے متذکرہ حدیث کی تائید ہوتی ہے..... ۷۶

ابن مسعود سے منقول ہے: انما سمیت فاطمة لان الله قد فطمها و ذریعتها عن النار
یوم القيامة ”ان کا نام فاطمہ اس لئے پڑا کیونکہ خداوند عالم نے ان کو اور ان کے فرزندوں کو قیامت کے دن آتش سے جدا کر رکھا ہے..... ۷۶

جناب فاطمہ کو مخاطب کر کے رسول خدا کا ارشاد: ان اللہ غیر معذبک و لا احد امن و لدک خداوند عالم تمہیں اور تمہارے فرزندوں میں سے کسی کو عذاب نہیں کرے گا..... ۷۷

حضرت علیؑ کو مخاطب کر کے آنحضرت کا ارشاد: ان اللہ قد غفر لک و لذریک ”خداوند عالم نے تمہیں اور تمہاری ذریت کو بخش دیا“..... ۷۷

آنحضرت کا ارشاد: وعدنی... و لی بالبلاغ انه لا یعذبہم ”خداوند عالم نے مجھ سے وعدہ لیا ہے کہ میرے اہل بیت کو اس وقت تک عذاب نہیں کرے گا کہ جب تک وہ خدا کی وحدانیت اور میری تبلیغ کا اقرار کرتے رہیں گے“..... ۷۷

کتاب ”اسلام اور بت برستی کی معرکہ آرائی“ میں قصصی کے قول کی تنقید..... ۷۷

شیعوں کے عقائد گناتے ہوئے لکھتا ہے: تمام ذریت رسول معصوم ہیں..... ۷۷

لیکن ذریت رسول کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر حال میں توبہ کی توفیق پیدا کر لیتی ہے..... ۷۸

قسطانی اور زرقانی اس حدیث کی شرح میں نے اس کی شرح میں لکھا ہے: ”انما سمیت فاطمہ (بے شک فاطمہ کا نام فاطمہ اُس لئے پڑا ”لان اللہ قد فطمھا“ (کیونکہ خداوند عالم نے ان کی حفاظت کی ہے)..... ۷۸-۷۹

صحابہ قرآن وحدیث کی روشنی میں:

بات جو بہت سی روایتوں سے ثابت ہے، وہ تمام صحابہ کی عدالت کے قول سے نئی نہیں ہے۔ حالانکہ خداوند عالم نے قرآن کی بہت سی آیات میں بعض کی منافق اور مرتد کی حیثیت سے نشاندہی کی ہے..... ۸۱

صحیح بخاری میں ہے: ان اناسا من اصحابہ یوخذ بہم ذات الشمال... مرتدین علی اعقابہم منذ فارقتہم ”جب بعض اصحاب رسولؐ جہنم کی طرف لے جایا جائے گا تو رسول خداؐ فرمائیں گے: یہ میرے اصحاب ہیں؟ جواب دیا جائے گا: یہ آپ کے بعد ہمیشہ دین سے منحرف رہے اور مرتد ہو گئے“..... ۸۱

ایک دوسری صبح میں ہے: اقول اصیحابی، فیقول: لا تدری ما احدثوا بعدک ”میں کہوں گا: یہ بیچارے میرے اصحاب ہیں؟ جواب میں کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا کارنامے انجام نہیں دیئے“..... ۸۱

آپ خود بھی اچھی طرح واقف ہیں کہ صحابہ کے درمیان کتنے اختلافات ظاہر ہوئے اور یہ اختلافات کتنی دشمنی، کینہ توڑی، گالم گلوچ، جنگ و قتال اور خوریزی کا موجب بنے، بے شک یہ حوادث و واقعات ایک طرف سے انہیں دائرہ عدالت سے خارج کر دیتے ہیں..... ۸۱

آپ ان گناہوں سے چشم پوشی کر لیں جو بعض صحابہ انجام دیتے تھے اور ان فسادات سے بھی غصہ بصر کر لیں جو بعض صحابہ کی کارستانیوں کا نتیجہ تھے!..... ۸۱

۲۔ رسول خداؐ نے اپنی بیٹی کو ”صدیقہ“ کا لقب عطا کیا..... ۸۲

آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: اوتبت ثلاثاً لم یوتهن احدٌ ”تہیں تین فضیلتیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھے بھی نہیں دی گئیں“..... ۸۲

۳۔ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کا غضب، خدا کا غضب اور ان کی رضایت خدا کی رضایت:..... ۸۳

جناب فاطمہ سے رسول خداؐ کا ارشاد: ان الله يغضب لغضبک و یرضی لرضاک اے فاطمہ! بے شک خداوند عالم تمہارے غضب سے غضبناک ہوتا ہے اور تمہاری خوشنودی سے خوش ہوتا ہے۔ ۸۳

ارشاد رسولؐ: ہی قلبی و روحی التی بین جنبی فمن آذاها فقد آذانی ”یہ میرا دل اور میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان میری روح ہے لہذا جو اسے آذیت دے اس نے مجھے آذیت دی ہے“..... ۸۳

رسول خداؐ کا ارشاد: فاطمة بضعة منی یرینی ما رابها و یوذینی ما آذاها ”فاطمہ میرا گوشہ دل ہے جو اسے خوش حال کرے اس نے مجھے خوش حال کیا اور جو اسے آذیت پہنچائے اس نے مجھے آذیت پہنچائی ہے“..... ۸۳

جناب فاطمہ سے بیان کی گئی حدیث رسولؐ: ”یا فاطمة! ان الله يغضب لغضبک و یرضی لرضاک“ کی تکذیب کے متعلق ابن تیمیہ کی تنقید..... ۸۴

- ابن تیمیہ میں دو بیماری گھر کر چکی ہے: بے پناہ جہالت، حدیث کی کتابوں سے ناچیز اور انتہائی کم آشنائی اور خاندان وحی سے کینہ توزی..... ۸۴
- متذکرہ حدیث علماء و حفاظ کے نزدیک ان مشہور و معروف احادیث میں سے ہے..... ۸۵
- ۴۔ صدیقہ کا ظاہر ”محدث“ ہیں..... ۸۵
- تمام ائمہ محدث تھے حضرت فاطمہ زہرا محدثہ تھیں جناب سلمان فارسی بھی محدث تھے..... ۸۵
- شیعہ امیر المومنینؑ اور ائمہ کو محدث سمجھتے ہیں اور اہل سنت عمر بن خطاب کو محدثین میں شمار کرتے ہیں..... ۸۶
- محدث کے متعلق اہل سنت کی روایتیں..... ۸۶
- روایات شیعہ..... ۸۹
- تمام ائمہ محدث تھے، حضرت فاطمہ زہرا محدثہ تھیں، جناب سلمان فارسی بھی محدث تھے..... ۹۲
- شیعوں نے اس سلسلے میں دوسرے اسلامی فرقوں کی بہ نسبت کوئی نادر و نایاب بات نہیں پیش کی ہے۔ ہاں! وہ عمر بن خطاب کو محدثین میں شمار نہیں کرتے..... ۹۲
- آئیے! حجاز کے جھوٹے، منافق اور معاشرے میں باعث فساد ”عبداللہ قصیمی“ سے سوال کریں کہ اس نے اپنی کتاب ”الصراع بین الاسلام والوثنیہ“ میں کیسے لکھ دیا: ”شیعوں کے نزدیک، ائمہ اہل بیت، انبیاء ہیں، ان پر وحی ہوتی ہے، فرشتے ان کے لئے وحی لاتے ہیں۔ شیعہ، فاطمہؑ اور ان کی نسل کے اماموں کے لئے بالکل وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو عقیدہ انبیاء کے لئے رکھتے ہیں“..... ۹۳

پانچواں باب: رسول خدا کی نظر میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی منزلت

- ۱۔ وہ رسول خدا کے نزدیک عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب تھیں..... ۹۷
- عائشہ کہتی ہیں: یا عائشہ کی روایت: واللہ ما رايت احدا احب الی رسول اللہ من علی ولا فی الارض امرأۃ کانت احب الیہ من امراتہ خدا کی قسم! میں نے مردوں میں کسی کو نہیں دیکھا جو علیؑ سے زیادہ رسول خدا کی نظر میں محبوب ہو اور نہ عورتوں میں کسی کو دیکھا جو ان کی زوجہ سے زیادہ محبوب ہو... ۹۷

بریدہ اور ابی کہتے ہیں: احب الناس الی رسول الله من النساء فاطمة و من الرجال علی ”رسول اسلام کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب عورتوں میں فاطمہ اور مردوں میں علی تھے“..... ۹۷

جعج بن عمیر کی حدیث: دخلت مع عمی علی عائشہ ، فسالت : ای الناس احب الی رسول الله ؟ قالت : فاطمة فقيل : من الرجال ؟ قالت زوجها ، ان كان ما علمت صواما قواما ”میں اپنی پھوپھی کے ساتھ عائشہ کے یہاں گیا ، ان سے پوچھا: کون رسول کو سب سے زیادہ محبوب تھا ؟ فرمایا: فاطمہ۔ پوچھا: مردوں میں ؟ فرمایا: ان کے شوہر۔ میری دانست میں ان سے بڑا کوئی روزہ دار اور نماز گزار نہیں ہے“..... ۹۷-۹۸

۲۔ رسول خدا جب جنت کے مشاق ہوتے تو جناب فاطمہ کا بوسہ لیتے تھے..... ۹۸

۳۔ جناب فاطمہ کی رضایت رسول خدا کی رضایت ہے اور ان کا غضب رسول کا غضب ہے..... ۹۹

رسول خدا نے فرمایا: فاطمة بضعة منی ، فمن اغضبها فقد اغضبنی ”فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا“..... ۹۹

ایک دردناک کلام پر ایک نظر..... ۱۰۰

چھٹا باب: امیر المومنین کی ولایت اور بعد رسول ان پر ہونے والے مظالم کے سلسلے

میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی حمایت

بنت رسول کا حدیث غدیر سے استدلال و احتجاج..... ۱۰۳

جناب فاطمہ کی حیات میں لوگوں کے نزدیک حضرت علی کی منزلت..... ۱۰۳

حضرت علی کی طرف نسبت دی گئی ہے: ب رسول خدا کی وفات ہوگئی تو ہم نے اپنے بارے میں غور و فکر کیا ، اچانک ہم نے رسول خدا کو یاد کیا کہ انہوں نے ابوبکر کو نماز میں مقدم فرمایا تھا ؛ لہذا جس طرح رسول خدا نے ہمارے دین کے بارے میں رضایت دی تھی ، اسی طرح ہم نے اپنی دنیا کے بارے میں رضایت دے دی اور ابوبکر کو مقدم کر دیا“..... ۱۰۴

قرطبی لکھتے ہیں: كان لعلي من الناس جهة حياة فاطمة ”لوگ جناب فاطمہ کی زندگی میں

ان کی کرامت کی وجہ سے ان کا احترام کرتے تھے، ”جھٹ“ یعنی جاہ و حشم اور احترام..... ۱۰۴
وہ لکھتے ہیں: جب فاطمہؑ کی وفات ہوگئی اور حضرت علیؑ نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی تو لوگوں نے ان
کا احترام کرنا چھوڑ دیا، تاکہ لوگوں کے ساتھ وہ بھی داخل ہو جائیں اور ان کی جماعت کو پراگندہ نہ
کریں..... ۱۰۵

جناب فاطمہؑ کی شہادت تک امیر المومنینؑ کا ابوبکر کی بیعت سے پرہیز:

صحیح بخاری کی کتاب مناقب میں محمد بن حنفیہ سے منقول ہے: ”میں نے اپنے والد سے پوچھا:
رسول خداؐ کے بعد بہترین انسان کون ہے؟ کہا: ابوبکر۔ میں نے پوچھا: ان کے بعد کون؟ کہا: عمر۔ میں
خوف زدہ ہوا کہ کہیں ان کے بعد عثمان نہ کہہ دیں، میں نے کہا: ان کے بعد آپؐ بہترین انسان ہیں؟ کہا
:میں تو صرف مسلمانوں کی ایک فردہوں“..... ۱۰۵

یہ بخاری کی پہلی لغزش نہیں ہے..... ۱۰۶
کہا گیا ہے کہ جب وہ ان کی طرف جا کر ان کی مدد کرنا چاہتے تھے تو ابوحنفہ نے ان کے دونوں بازو، ان کے
دونوں کف دست یا پھر ان کی کمر کے دونوں طرف کے حصہ کو پکڑا اور اس کام سے روکا..... ۱۰۶
اگر امیر المومنینؑ کا یہ عقیدہ تھا کہ ابوبکر بہترین انسان ہیں تو انہوں نے سیدۃ النساء جناب فاطمہؑ کی
وفات تک بخاری کے نقل کے مطابق: ابوبکر کی بیعت کیوں نہ کی؟..... ۱۰۸

جناب فاطمہؑ کی زندگی میں حضرت علیؑ لوگوں کی نظر میں بہت عزیز و محترم تھے..... ۱۰۸

جناب زہرا سلام اللہ علیہا کے خطبہ پر ایک نظر:

صدیقہ طاہرہؑ نے اپنے خطبہ میں ابوبکر اور ان کے ساتھیوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ”تم طرق پیتے
تھے اور درخت کے پتے چباتے تھے، تمہیں ڈرتھا کہ کہیں لوگ تمہارے اموال کو اچک نہ لے جائیں تو
خدا نے رسولؐ کے ذریعہ تمہیں نجات دی“..... ۱۰۸-۱۰۹

واقعہ ذک

علم خلیفہ کا نمونہ: ابن حجر کے نزدیک خلیفہ کے علم کے نمونوں میں دو احادیث کی روایت ہے: ایک
جو نبی بھی وفات کرتا ہے وہ اسی بستر کے نیچے دفن ہوتا ہے جس پر اس کی وفات ہوتی ہے۔ دوسرے: ہم

- ۱۰۹-۱۱۰..... گروہ انبیاء میراث نہیں چھوڑتے جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔
- ۱۱۰..... گویا ابن حجر لوگوں کا اپنے سے مقابلہ کر کے سمجھتے ہیں کہ لوگ پتھر ہیں جو کچھ سمجھتے نہیں صرف سنتے ہیں۔
- ۱۱۰-۱۱۱..... روضہ نبی کے متعلق بعض روایتیں۔
- ۱۱۲..... لوگوں جناب فاطمہ کے اس دعویٰ پر غور کیوں نہیں کیا کہ رسول خدا کی طرف سے فدک ان کو ہبہ کیا گیا ہے۔
- ۱۱۳..... فاطمہ نے ابوبکر سے کہا: ان رسول اللہ جعل لی فدک فاعطنی ایہا ”رسول خدا نے فدک کو میرے لئے قرار دیا ہے لہذا اسے مجھے دے دو“۔ علی بن ابی طالب نے حضرت کی طرف سے گواہی دی، ابوبکر نے دوسری گواہی کا مطالبہ کیا اور ام ایمن نے گواہی دی۔
- ۱۱۵..... جناب فاطمہ کے غم و غصہ اور ناراضگی کی وجہ کیا تھی۔
- ۱۱۵..... جناب فاطمہ کا ارشاد: اتروث اباک ولا ارث ابی کیا تم اپنے باپ کے وارث بنو اور میں اپنے والد کی وارث نہ بنوں۔
- ۱۱۶..... اس بات کی تردید کہ انبیاء میراث نہیں چھوڑتے۔
- ۱۱۸-۱۱۹..... جس خبر واحد کو اس امت کے صدیق و صدیقہ نے قبول نہیں کیا، اس پر توجہ نہیں کی جائے گی۔
- ۱۱۹..... جس خبر واحد نے اس امت پر کینہ و دشمنی اور زحمتوں کا دروازہ وا کیا اس پر توجہ نہیں کی جائے گی۔
- ۱۱۹..... ابوبکر نے فدک کے سلسلے میں جناب فاطمہ کو ایک خط لکھا لیکن عمر بن خطاب نے اسے لے کر پھاڑ دیا۔

خليفة نے عائشہ سے اجازت لی:

- رسول خدا سے منسوب ایک جعلی حدیث: نحن معاشر الانبياء لا وارث تركناه صدقة” ہم انبیاء میراث نہیں چھوڑتے، جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔“ اسی جھوٹی حدیث کا سہارا لے کر صدیقہ طاہرہ سے فدک کو زبردستی چھین لیا گیا۔ اسی جعلی حدیث کے سہارے ابوبکر نے عائشہ اور تمام بیویوں کو ۱/۸ میراث سے محروم کیا جب انہوں نے اس کا مطالبہ کیا تھا۔
- ۱۲۱.....

رسول خدا کی دختر نیک اختر حصول اذن کے لئے زیادہ مناسب اور بہتر تھیں اس لئے کہ وہی حقیقی مالک تھیں۔ عائشہ تو صرف ۱۹ کی مالک تھی..... ۱۲۱

اس سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ اہل سنت کے حفاظ اس اجازت اور واقعہ دفن کو خلیفہ کے فضائل و مناقب میں شمار کرتے ہیں..... ۱۲۳

سبط رسول امام حسنؑ نے کس حق کے تحت وصیت فرمائی کہ وہ اس حجرہ شریفہ مدفون ہوں..... ۱۲۳

خلیفہ نے فدک کو مروان سے مخصوص کیا:

فدک کے متعلق کچھ باتیں..... ۱۲۳-۱۲۴

فدک ہمیشہ مروان اور اس کے بیٹوں کے قبضہ میں رہا، یہاں تک جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوا تو اس نے وہ لے کر صدقہ قرار دے دیا..... ۱۲۴

تینوں خلفاء کا عمل ایک دوسرے سے مخالف تھا، ابو بکر نے اہل بیت سے چھین لیا، عمر نے اسے واپس کرنا چاہا اور عثمان نے اسے مروان کے حوالے کر دیا..... ۱۲۴-۱۲۵

خلیفہ اس امت کے سب زیادہ رحم دل انسان:

رسول خداؐ نے فرمایا: تم میں سب سے زیادہ رحم دل ابو بکر، دین کے معاملے میں سب زیادہ سخت گیر عمر، قرأت قرآن کے سلسلے میں سب سے زیادہ جانکار ابی، حیا کے اعتبار سے سب سے زیادہ سچے عثمان، سب سے زیادہ حلال و حرام کے واقف کار معاذ بن جبل اور سب سے زیادہ احکام ارشاد کے عالم زید بن ثابت ہیں، بے شک ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابو عبیدہ جراح ہے..... ۱۲۶

سند حدیث کی تنقید..... ۱۲۸

متن حدیث کی تنقید:

الف: ابو بکر کی رحم دلی کے کچھ نمونے..... ۱۲۹

۱۔ فجاءہ کو نذر آتش کرنا..... ۱۲۹

۲۔ بنی حنیفہ کے بہ نسبت خالد بن ولید قبیح فعل اور مالک بن نویرہ اور ان کی بیوی کے ہمراہ اس کے ناگفتہ بہ عمل سے چشم پوشی..... ۱۲۸

۳۔ فدک کے متعلق صدیقہ طاہرہ کے دعویٰ پر کوئی توجہ نہ کرنا..... ۱۲۹

کیا ابوبکر کو اختیار حاصل نہیں تھا کہ وہ فدک کو بی بی کے حوالے کر دیں تاکہ امت پر

فتنہ کا دروازہ نہ ہو؟!..... ۱۳۰

ابوبکر کی اس صفت کے بارے میں جناب فاطمہ سے سوال کریں، جس دن آپ اپنے گھر سے باہر نکلیں اور گریہ کنناں بلند آواز سے کہہ رہی تھیں: ”اے والد گرامی! اے رسول خدا! آپ کے بعد ابن خطاب

اور ابن ابی خافہ نے مصیبتوں کے کیسے کیسے پہاڑ توڑے“..... ۱۳۰

ابوبکر کی اس صفت کے بارے میں صدیق اکبر امیر المؤمنین سے پوچھے جنہیں بیعت کے لئے مخشوش اونٹ کی طرح کشاں کشاں پھرایا گیا جس کے برے اثرات نے پورے عالم اسلام کو اپنی پلیٹ

میں لے لیا..... ۱۳۲

عمر دینی معاملات میں سب سے زیادہ سخت گیر ہیں..... ۱۳۴

عثمان حیا کے اعتبار سے سب سے زیادہ سچے ہیں..... ۱۳۴

بقیہ تین افراد..... ۱۳۴

حدیث رسول: اخاف علی امتی من بعدی ضلالة الاهواء و اتباع الشهوات و الغفلة بعد المعرفة ”میں اپنے بعد اپنی امت سے ہوی و ہوس کی گمراہی، خواہشات کی پیروی اور معرفت کے بعد غفلت سے خوف زدہ ہوں“..... ۱۳۴

واقعہ سقیفہ

واقعہ سقیفہ اور مہاجرین و انصار کے درمیان ہونے والے عظیم اختلاف پر ایک نظر:

وہ سخت مزاج اور تند خور رسول خدا کی وفات کے قائل کو قتل کی دھمکی دیتے ہوئے کہتا تھا: میں کسی کو

کہتا ہوں انہ سنو کہ رسول فوت ہو گئے اگر ایسا ہوا تو میں اسے اپنی شمشیر سے قتل کر دوں گا..... ۱۳۸

شیخین (ابوبکر و عمر) بلند ہوئے، ایک نے دوسرے سے کہا: اپنا ہاتھ پھیلاؤ تاکہ میں تمہاری بیعت

کروں۔ دوسرے نے کہا: نہیں تم (اپنا ہاتھ پھیلاؤ تاکہ میں تمہاری بیعت کروں)۔ مدینہ کا گورکن ”ابو

- عبیدہ جراح، ان دونوں کے ساتھ ہو گیا تھا اور لوگوں کو ان دونوں کی بیعت کی دعوت دے رہا تھا..... ۱۳۸-۱۳۹
- وصی رسول، اہل بیت اطہار اور بنی ہاشم، رسول خدا کے دفن و کفن میں مشغول تھے، رسول خدا کا جنازہ سامنے رکھا ہوا تھا اور آنحضرت کے اہل بیت نے دروازہ بند کر لیا تھا..... ۱۳۹
- رسول خدا کا جسم مطہر تین روز تک دفن کے بغیر زمین پر پڑا رہا اور ابوبکر و عمران کے دفن و کفن میں شریک نہ ہوئے..... ۱۳۹
- عظیم بدری صحابی ”حباب بن منذر“ اپنی شمشیر ابوبکر کی طرف تانے ہوئے تھے، لوگوں نے انہیں پکڑا اور ان کے پیٹ پر لات ماری اور ان کے منہ میں مٹی بھر دی گئی..... ۱۴۰-۱۴۱
- ابوبکر نے عمر بن خطاب کو ان کی جانب بھیجتے ہوئے کہا: اگر وہ بیعت سے انکار کریں تو ان سے جنگ کرو..... ۱۴۲
- عمر آگ لے کر آئے تاکہ ان کے گھر میں آگ لگا دیں۔ جناب فاطمہ نے یہ دیکھ کر فرمایا: ”اے خطاب کے بیٹے! میرے گھر میں آگ لگانے کے لئے آئے ہو“۔ کہا: ”ہاں! مگر یہ کہ اندر جا کر اس میں موجود لوگوں کو باہر نکالو“..... ۱۴۲
- سیاسی افراد خانہ وحی پر جمع ہوئے، جناب فاطمہ کے گھر کے پردہ کو کھینچا اور ان کے رہبر نے آگ اور لکڑی منگوائی، وہ کہہ رہا تھا: ”خدا کی قسم! تمہارے ساتھ گھر کو آگ لگا دوں گا ورنہ بیعت کے لئے باہر نکلو، یا کہا: گھر کو اس میں موجود تمام لوگوں کے ساتھ جلا دوں گا“۔ ان سے کہا گیا: ”اس گھر میں فاطمہ ہیں“۔ کہا: ”وان“ فاطمہ ہی کیوں نہ ہوں“..... ۱۴۲-۱۴۳
- حضرت فاطمہ بنی ہاشم کی عورتوں کے ہمراہ گریہ کناں تھیں، وہ بلند بانگ گریہ کی آواز میں فریاد کر رہی تھیں: اے ابوبکر! کتنی جلدی رسول خدا کے اہل بیت پر حملہ آور ہو گئے، خدا کی قسم! اب میں مرتے دم تک عمر سے بات نہیں کروں گی“..... ۱۴۳-۱۴۴
- انہوں نے امیر المومنین کی بے پناہ اہمیت و عظمت کے باوجود بطور لگام ناک میں لکڑی گھوسا کر بیعت کے لئے کشاں کشاں پھرایا، وہ حضرت کو لوگوں کے سامنے پیچھے سے بری طرح ڈھکیلتے ہوئے کہہ

رہے تھے: بیعت کرو۔ اور وہ فرماتے: اگر نہ کروں تو کیا کر لو گے۔ جواب دیا گیا: اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں! ایسی صورت میں تمہاری گردن ماری جائے گی۔ آپ نے فرمایا: ایسی صورت میں بندہ خدا اور رسول خدا کے بھائی کو مارو گے..... ۱۴۴

حضرت علیؑ جو حسب و نسب میں رسول خداؐ کے مساوی ہیں، وہ قبر رسول پر پناہ گزریں ہو کر فریاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ﴿قَالَ ابْنُ أُمِّ إِبْنِ الْقَوْمِ اسْتَصْعَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي﴾ اے بھائی!! قوم نے مجھے کمزور بنا دیا تھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیں..... ۱۴۴-۱۴۵

ابو عبیدہ جراح نے ایک دن حضرت علیؑ سے کہا: ”اے عم زاد! آپ جوان ہیں اور یہ آپ کی قوم کے بزرگ، آپ کو ان کے جیسی امور زندگی اور معاملات کی سوجھ بوجھ نہیں ہے، میری نظر میں ابوبکر خلافت کے لئے آپ سے زیادہ قوی اور مضبوط ترین آدمی ہیں، لہذا اس امر کو ابوبکر ہی کے حوالے کر دیجئے۔“..... ۱۴۵

ایسے سخت اور دشوار گزار وقت میں انصار نے اپنی گونجی گرجتی آواز میں کہا ”ہم علیؑ کے علاوہ کسی اور کی بیعت نہیں کریں گے“..... ۱۴۵

ابوبکر نے انصار سے کہا: ”ہم امیر و حاکم ہیں اور تم وزیر ہو، یہ خلافت ہمارے اور تمہارے درمیان دو ٹکڑے کی طرح ہے جیسے درخت خرما کے پتے کو چاک کر دیا جائے..... ۱۴۵-۱۴۶

میں اس خلافت کے بارے میں کیا کہوں جسے ابوبکر و عمرؓ نے جاہلیت کا ہنگامی واقعہ کہا ہے، جس کی برائیوں سے خداوند عالم نے محفوظ رکھا ہے..... ۱۴۶

عمرؓ نے حکم صادر کیا: جو اس بیعت کی تکرار کرے اسے قتل کر دو..... ۱۴۶

عمرؓ نے کہا: خدا کی قسم! ہم نے یہ کام دشمنی میں انجام نہیں دیا بلکہ جب ہم نے علیؑ کو کم سن دیکھا تو سوچا کہ عرب و قریش ان کی گردن پر موجود خون کی وجہ سے ان کی بیعت نہیں کریں گے..... ۱۴۷

امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: انا عبد اللہ و اخو رسول اللہ انا احق بهذا الامر منکم لا ابایکم و انتم اولی بالبیعة میں خدا کا بندہ اور رسول خدا کا بھائی ہوں، میں اس امر (خلافت) کا تم سے زیادہ مستحق ہوں، میں تمہاری بیعت نہیں کروں گا، تم لوگوں کو میری بیعت کرنی چاہئے۔ عمرؓ کہتے ہیں:

لست متروکا حتی تبایع جب تک بیعت نہیں کرو گے، ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے حضرت علیؑ نے فرمایا: احلب یا عمر حلبا لک شطرة اے عمر! تھن سے دودھ نکال لو فائدہ میں رہو گے..... ۱۴۸

حضرت علیؑ دختر رسول جناب فاطمہ کو اپنے کاندھے پر اٹھا کر انصار کے گھر لے جاتے تھے، وہ نصرت کا مطالبہ کرتی تھیں اور وہ لوگ کہتے تھے: اے بنت رسول! ہم نے اس شخص کی بیعت کر لی ہے، اگر آپ کے شوہر ابوبکر سے پہلے آتے تو ہم ابوبکر کی بیعت نہ کرتے..... ۱۴۸

خطبہ عقشقیہ..... ۱۴۸

انا لله وانا اليه راجعون صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کا گھر آگ کی لپیٹ میں:

عصر حاضر کا مصری شاعر دبی ہوئی چنگاریوں کو ہوا دیتا ہے اور فراموش شدہ مظالم کو دہراتا ہے، وہ اپنے قصیدہ عمریہ میں عمرو علی کے عنوان کے ذیل میں بکواس کرتا ہے اور بات یوں ہوئی کہ عمر نے علی سے کہا، دونوں ہی بڑے شریف و عظیم تھے، سننے والا بھی اور کہنے والا بھی..... ۱۵۳

ابوبکر و عمر سے جناب فاطمہ کی ناراضگی:

اگر خلیفہ قریش کے سب زیادہ حلیم شخص ہوتے یا رسول اعظمؐ کے خلق عظیم کا ذرا بھی حصہ ملا ہوتا تو آنحضرتؐ کی گوشہ دل جناب فاطمہ زہراؑ ابوبکر سے ناراضگی کی حالت میں وفات نہ کرتیں..... ۱۵۶

بخاری نے روایت کی ہے: ان فاطمة ابنة رسول الله سالت ابابکر الصديق بعد وفاة رسول الله ان يقسم لها ميراثها... فغضب فاطمة بنت رسول الله فهجرت ابابکر، فلم تنزل مهاجرة حتى توفيت رسول خدا کی بیٹی فاطمہ نے رسول خدا کی وفات کے بعد ابوبکر سے کہا کہ رسول خدا نے جو کچھ چھوڑا ہے ان میں ہماری میراث ہمیں دے دو... یہ سن کر فاطمہ غضبناک ہوئیں اور ابوبکر سے مرتے دم تک ناراض رہیں..... ۱۵۶

یہ روایت بھی مروی ہے: فہجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت و عاشت بعد النبی ستة اشهر فلما توفیت دفنها زوجها علی لیلًا ولم یوذن بها ابوبکر و صلی علیہا اس کی وجہ سے فاطمہ ابوبکر سے غضبناک ہوئیں اور ان سے دوری اختیار کر لی اور ان سے بات نہیں کی یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی، وہ رسول خدا کے بعد چھ مہینے زندہ رہیں، جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے شوہر علیؑ نے رات

میں دفن کیا، ابوبکر کو اس کی اطلاع نہیں دی اور خود ہی نماز پڑھی..... ۱۵۶-۱۵۷

بی بی کی ناراضگی اس حد تک پہنچی ہوئی تھی کہ آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے رات میں ہی دفن کیا جائے۔ ان کے جنازے میں کوئی شریک نہ ہوا اور ابوبکر میری نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ اسی لئے رات میں دفن کیا گیا اور ابوبکر کو خبر نہ کی گئی۔ حضرت علیؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اسماء بنت عمیس کے ساتھ مل کر خود غسل دیا..... ۱۵۷

امام صادق سے یہ جھوٹی روایت منسوب کی گئی کہ رات کے وقت فاطمہؓ کی وفات ہوئی۔ ابوبکر و عمر اور بہت سے لوگ آئے..... اس وقت ابوبکر نے آگے بڑھ کر چار تکبیروں سے نماز پڑھائی،..... ۱۵۸

اسی غم و غصہ کی وجہ سے عائشہ کو بھی جنازہ میں شریک ہونے کی اجازت نہیں دی..... ۱۵۹

صدیقہ طاہرہ سے خلیفہ کی معذرت:

جھوٹوں نے یہ جھوٹ بھی گڑھ لیا ہے کہ ابوبکر جناب فاطمہ کے پاس آئے، معذرت طلب کی اور ان سے بات کی اور حضرت (فاطمہ) بھی ان سے راضی ہو گئیں..... ۱۶۰

دردناک کلام پر ایک نظر:

ابن کثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں وہ (فاطمہ) ایک انسان کی بیٹی تھیں، انہیں کی طرح ناراض ہوتی تھیں اور رسول خدا کی تصریح اور ابوبکر صدیق کی مخالفت کے پیش نظر ان کی عصمت واجب نہیں ہے ۱۶۴

بعض حدیثیں اس سلسلے میں کہ جناب فاطمہ کی رضایت خدا کی رضایت ہے اور ان کی ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے..... ۱۶۴-۱۶۵

ابوالقاسم سہیلی کا قول: ”فاطمہ میرے جگر کا ٹکرا ہے“؛ خداوند عالم نے رسول خدا اور فاطمہ پر صلوات بھیجی ہے، یہ حدیث اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ جو فاطمہ کو برا بھلا کہے وہ کافر ہے اور جس نے ان پر صلوات بھیجی اس نے ان کے والد گرامی پر صلوات بھیجی ہے“..... ۱۶۷

مناوی شرح جامع الصغیر میں لکھتے ہیں: انہا [فاطمہ] افضل من الشیخین ”فاطمہ ابوبکر و عمر سے افضل ہیں“..... ۱۶۸

لہذا اس حدیث کی گواہی سے جو بھی فاطمہ سے کچھ کہے اور اس کی وجہ سے وہ اذیت میں مبتلا ہوں تو

اس نے اس عمل کے ذریعہ رسول خدا کو اذیت دی ہے اور فاطمہ کے فرزندوں کو اذیت دینا ہی فاطمہ کی سب سے بڑی اذیت ہے..... ۱۶۸

یہ روایتیں مطلق ہیں، ان تمام چیزوں کو شامل ہیں جو صدیقہ کی رضایت اور غضب کا موجب بن سکتی ہیں..... ۱۶۹

فاطمہؑ اسی سے خوشنود ہوتی ہیں، جس سے خدا راضی ہوتا ہے اور وہ اسی سے رنجیدہ ہوتی ہیں، جس سے خدا رنجیدہ ہوتا ہے..... ۱۶۹

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فاطمہؑ کی خوشنودی حاصل کرنا، مستحبات میں ہے اور ان کو رنجیدہ کرنا مکروہ اور حرام ہے..... ۱۶۹

جناب فاطمہؑ خلیفہ وقت کی بیعت کئے بغیر دنیا سے رخصت ہو گئیں:

معاویہ کی اس حدیث ”من مات بغير امام، مات ميتة جاهلية“ کے متعلق کچھ باتیں..... ۱۶۰

لیکن یہاں لائق توجہ نکتہ ہے جس پر بحث ضروری ہے: اور وہ یہ کہ فاطمہؑ زہرا جو قرآن کی روشنی میں پاک و پاکیزہ اور ان کی خوشنودی رسول کی خوشنودی اور ان کا غم و غصہ رسول اکرم کا غم و غصہ تھا وہ اس حالت میں دنیا سے رخصت ہوئیں کہ ان کی گردن پر اس شخص کی بیعت نہیں تھی جس کے بارے میں گمان کیا گیا ہے کہ وہ خلیفہ وقت ہے، چھ مہینے کی مدت میں ان کے شوہر بھی انہیں کی طرح ہیں..... ۱۷۲

قرطبی کا قول: جناب فاطمہؑ کی حیات کے زمانے تک لوگ علی کا احترام کرتے تھے لیکن جب فاطمہؑ کی وفات ہو گئی، اور علی نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی تو لوگ ان کے احترام سے منحرف ہو گئے..... ۱۷۲

جناب فاطمہؑ نے ان کی قبر کے سرہانے بیٹھ کر ایک مٹھی خاک اٹھائی اور اسے اپنی آنکھوں پر مل کر گریہ کرتے ہوئے فرمایا: مجھ پر ایسی مصیبتیں ڈھائی گئیں کہ اگر دن پر پڑتیں تو تاریک رات میں تبدیل ہو جاتا..... ۱۷۴

صدیقہ طاہرہؑ پر امیر المومنینؑ کا نالہ و شیون، اور ان کے لئے طویل گریہ و زاری:

ارشاد رسولؐ میں نے وحی آسمانی کی وجہ سے ام کلثوم کی شادی عثمان سے کی..... ۱۷۵

بنی ہاشم اور بنی امیہ کے درمیان واقع ہونے والی ہر رشتہ داری کی حکمت..... ۱۷۶

بنی ہاشم سرفہرست ان کو شرافت سے ہمکنار کرنے والے رسول خدا کینہ و فساد کو کم اور ان کے دلوں
 سے دشمنی کو ختم کرنا چاہتے تھے..... ۱۷۷

امیر المومنین اور ام کلثوم کے شوہر کے درمیان فرق..... ۱۷۸

صدیقہ طاہرہ پر امیر المومنین کا نالہ و شیون اور ان کا طویل گریہ..... ۱۷۹-۱۷۸

اما حزنی فسرمد و اما لیلی فمسہد ”اب میرا رنج و غم دائمی ہے اور میری راتیں شب
 بیداری میں بسر ہیں“..... ۱۷۸-۱۷۹

منالغ واخل

الف:

١- الاحسان فى تقرب صحيح ابن حبان؛ محمد بن حبان بن احمد تيمى لستمى (متونى ٣٥٢هـ)؛ ترتيب: علاء الدين على بن بلبان فارسى (متونى ٣٩٠هـ)؛ تحقيق: شعيب الارناؤط؛ ١٤٠٨هـ؛ ناشر: مؤسسه الرساله، بيروت

٢- ارشاد السارى لشرح صحيح البخارى؛ مؤلف: شهاب الدين احمد بن محمد قسطلانى متونى ٩٢٣هـ، سن اشاعت: ١٢١٠هـ مطابق ١٩٩٠ء، ناشر: دار الفكر، بيروت

٣- استيعاب فى معرفة الاصحاب؛ ابو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر (متونى ٢٦٣هـ)، تحقيق: على بن محمد بجاوى، ناشر: مطبعة نهضة مصر، قاهره

٤- اسد الغابة فى معرفة الصحابة؛ مؤلف: ابو الحسن على بن ابى اكرم محمد بن محمد بن عبد الكريم معروف به ابن اثير (متونى ٦٣٠هـ)، تحقيق: محمد ابراهيم البنا اور محمد احمد عاشور اور محمود عبد الوهاب، ناشر: دار الشعب، قاهره

٥- اسعاف الراغبين فى سيرة المصطفى و فضائل اهل بيته الطاهرين مطبوع

بر حاشیہ نور الابصار؛ شیخ محمد صبان (متوفی ۱۲۰۶ھ)، ناشر: دارالکتب العلمیہ اور دارالاحیاء التراث العربی، بیروت،

۶۔ اسنی المطالب فی مناقب سیدنا علی بن ابی طالب؛ ابوالخیر شمس الدین محمد ابن محمد بن محمد جزری شافعی (متوفی ۸۳۳ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محمد ہادی امینی، ناشر: مطبعہ امیر المومنین اصفہان

۷۔ الاصابة فی تمیز الصحابة؛ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۸ھ، پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالاحیاء التراث العربی، بیروت

۸۔ اعلام النساء فی عالمی العرب و الاسلام؛ محمد رضا کحالة، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۴ء، پانچواں ایڈیشن، ناشر: مؤسسہ الرسالہ، بیروت

۹۔ اعیان الشیعة؛ محسن الدین عاملی (متوفی ۱۹۵۲ء)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء، ناشر: دارالتعارف، بیروت

۱۰۔ امالی؛ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی (متوفی ۴۶۰ھ)، تحقیق: گروہ محققین، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسہ بعثت، قم

۱۱۔ الامام علی بن ابی طالب؛ محمد رضا (متوفی ۱۳۶۹ھ)، سن اشاعت: ۱۳۵۸ھ دارالکتب العلمیہ، آفسٹ ازطبع قاہرہ

۱۲۔ الامامة و السياسة؛ ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبة دینوری (متوفی ۲۷۶ھ)، ناشر: دارالمعرفة، بیروت

۱۳۔ الاموال؛ ابو عبید القاسم بن سلام (متوفی ۲۲۴ھ)، تحقیق: محمد خلیل ہراس، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: دارالفکر، بیروت

۱۴۔ الاشباب؛ ابو سعد عبدالکریم بن محمد بن منصور تلمیذ سماعی (متوفی ۵۶۲ھ)، تحقیق: عبداللہ عمر

بارودی، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالبحان، بیروت؛ یہی کتاب عبدالرحمن بن یحییٰ یمانی کی تحقیق کے ساتھ ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹۸۰ء میں نشر محمد امین دجج، بیروت نے زیر طبع سے آراستہ کی ہے۔

۱۵۔ انسحاب الاشراف؛ احمد بن یحییٰ بن جابر بلاذری (متوفی ۲۷۹ھ)، تحقیق: شیخ باقری محمودی، ناشر: موسسہ علمی، بیروت

۱۶۔ الاوائل؛ حسن بن عبد بن سہل عسکری (متوفی بعد از ۳۹۵ھ)؛ ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب العلمیہ، بیروت

ب:

۷۔ بحار الانوار الجامعة لدر اخبار الائمة الا طہار؛ شیخ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۱۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء تیسرا ایڈیشن، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۸۔ البدایة و النہایة؛ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر (متوفی ۷۴۷ھ) سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء، ناشر: داراحیاء التراث العربی

۱۹۔ البدر الطالع؛ محمد بن علی شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ)، سن اشاعت: ۱۴۸۴ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعة السعادة، قاہرہ

۲۰۔ بلاغات النساء؛ احمد بن ابی طاہر طیفور (متوفی ۲۸۰ھ)، ناشر: انتشارات رضی، قم

۲۱۔ البیان والتبیین؛ ابوعثمان عمرو بن بحر بن محبوب جاحظ (متوفی ۲۵۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: دارومکتبہ الھلال، بیروت

ت:

۲۲- تاج العروس من جواهر القاموس :محب الدین ابی الفیض محمد مرتضیٰ حسینی واسطی زبیدی حنفی، سن اشاعت: ۱۳۰۶ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دارمکتبۃ الحیاة، بیروت آفسٹ از مطبعة الخيرية، مصر

۲۳- تاریخ ابن شحنة

۲۴- تاریخ ابو الفداء

۲۵- تاریخ الامم والملوک (تاریخ طبری)؛ ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، سن اشاعت: ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار التراث، بیروت،

۲۶- تاریخ الخلفاء ؛ جلال الدین عبدالرحمن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، ناشر: دار الفکر،

بیروت،

۲۷- تاریخ الخمیس فی احوال انفس بنفس :مؤلف: حسین بن محمد بن حسن دیار

بکری (متوفی ۹۶۶ھ)؛ موسسہ شعبان، بیروت

۲۸- تاریخ یعقوبی ؛ احمد بن ابی یعقوب اسحاق بن جعفر بن وهب بن واضح معروف بہ

یعقوبی (متوفی ۲۹۲ھ ، ناشر: دار صادر، بیروت

۲۹- تاریخ بغداد ؛ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ)، ناشر: دارالکتب العلمیة

بیروت،

۳۰- تاریخ عبد الرزاق :

۳۱- تاریخ مدینہ دمشق (تاریخ ابن عساکر)؛ ابوالقاسم علی بن حسین بن ہبۃ

اللہ شافعی، معروف بہ ابن عساکر (متوفی ۵۷۳ھ)؛ دار البشیر دمشق

۳۲- تتمیم طبقات ابن سعد

۳۳- تذکرة الخواص ؛ یوسف بن قزغلی بن عبداللہ بغدادی معروف بہ سبط ابن جوزی (متوفی ۶۵۴ھ)، ناشر: مکتبہ نینوی الحدیث، تہران

۳۴- تلخیص الغدیر؛ علامہ شیخ عبدالحسین امینی نجفی، تلخیص و تحقیق: محمد حسن شفیعی شاہرودی، طبع اول ۱۴۲۷ھ، سنابل قم

۳۵- التلخیص؛ ابو عبد اللہ شمس الدین ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) مطبوعہ در حاشیہ مستدرک علی الصحیحین، طبع اول: ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۰

۳۶- التمهید فی اصول الدین ابو بکر محمد بن طیب باقلانی (متوفی ۴۰۳ھ)، ناشر: دار الفکر العربی، القاہرہ

۳۷- تہذیب الاسماء واللغات ؛ ابو زکریا عیسیٰ بن شرف نووی (متوفی ۷۷۶ھ)، ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۳۸- تیسیر الوصول الی جامع الاصول عبد الرحمن بن علی معروف بہ ابن الدبیج (متوفی ۹۴۴ھ)، ناشر: دار الفکر، بیروت

ش:

۳۹- الثور الباسمة؛ جلال الدین عبد الرحمن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) تحقیق: محمد سعید طریقی، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مرکز الدراسات والبحوث الاسلامیہ، بیروت

۴۰- الثقات؛ محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم تمیمی البستی (متوفی ۳۵۴ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹۷۳ء، ناشر: دار الفکر بیروت، آفسٹ از مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد،

ہند

ج:

۴۱- جامع الاحادیث؛ جلال الدین عبدالرحمن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، جمع آوری و ترتیب: عباس احمد صقر اور احمد عبدالجواد، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۸۳ء، ناشر: مکتب التجوٹ والدراستات فی دارالفکر، بیروت

۴۲- الجامع الصغير فی احادیث البشير الخضير؛ جلال الدین عبدالرحمن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالفکر، بیروت

۴۳- الجرح والتعديل؛ ابو محمد عبدالرحمن بن ابی حاتم محمد بن ادريس بن منذر تميمي حنظلي رازی (متوفی ۱۰۸۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹۵۲ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية، حیدرآباد، ہند

ح:

۴۴- حاشیہ شرح المواہب

۴۵- حاشیہ علی اصول کافی؛ مؤلف: سید بدرالدین بن احمد حسینی عالمی

۴۶- حلیۃ الایاء و طبقات الاصفیاء؛ ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (متوفی ۳۰۴ھ)

۴۷- سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء، ناشر: دارالکتب العربی، بیروت

۴۷- حیاة محمد: امیل درمنعم، ترجمہ عربی بہ قلم عادل زعیم طبع، شتم ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۹ء؛ مطبعة دار احیاء الکتب العربیہ، عیسیٰ بانی، قاہرہ

خ:

۴۸- الخصائص؛ ابوالفتح عثمان بن حنی الموصلی (متوفی ۳۹۲ هـ)، تحقیق: محمد علی نجار، سن اشاعت: ۱۴۰۶ هـ تیسرا ایڈیشن، ناشر: الہدیۃ المصریۃ العامۃ الکتاب، قاہرہ
۴۹- خصائص امیر المومنینؑ: احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۲ هـ)، تحقیق: احمد میر بن بلوش، کویت

۵۰- خصائص امیر المومنینؑ: محمد بن حسین معروف بہ سید رضی (متوفی ۴۰۶ هـ)
، سن اشاعت: ۱۳۴۹ هـ، ناشر: مکتبۃ و مطبعۃ الحیدریۃ، نجف اشرف
۵۱- الخصائص الکبری؛ جلال الدین عبدالرحمن سیوطی (متوفی ۹۱۱ هـ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ هـ مطابق ۱۹۸۵ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

د:

۵۲- الدر لمختور فی التفسیر با الماثور؛ عبدالرحمن جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ هـ)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ هـ مطابق ۱۹۸۳ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالفکر، بیروت
۵۳- دلائل النبوة و معرفة احوال صاحب الشریعة: ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (متوفی ۴۵۸ هـ)، تحقیق: ڈاکٹر عبدالعظی قلجی، سن اشاعت: ۱۴۰۸ هـ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۵۴- دیوان حافظ ابرہیم (متوفی ۱۹۳۲ء): ترتیب و تحقیق: احمد امین، احمد زین، ابراہیم آبیاری، ناشر: دارالعودة، بیروت

ذ:

- ۵۵۔ ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ: محب الدین احمد بن عبد اللہ طبری (متوفی ۶۹۴ھ)، بن اشاعت: ۱۳۵۶ھ، ناشر: مکتبۃ القدسی، قاہرہ
- ۵۶۔ الذریعة الطاہرہ: ابو محمد بن احمد بن حماد انصاری رازی دولابی (متوفی ۳۱۰ھ)، تحقیق: سید محمد جواد حسینی جلالی، بن اشاعت: ۱۴۰۷ھ، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

ر:

- ۵۷۔ الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویۃ لابن ہشام: ابوالقاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ نخعی سیہلی (متوفی ۵۸۱ھ)، تحقیق: طہ عبدالرؤف سعدا و عبد الرحمن الوکیل، بن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۲ء، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت
- ۵۸۔ روض المناظر فی اخبار الواصل والواصل اخر (تاریخ ابن شحنہ) مطبوع بر حاشیہ مروج الذهب: ابوالولید محمد بن محمود بن شحنہ خفی (متوفی ۸۱۵ھ)، بن اشاعت: ۱۳۰۳ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: المطبعة الازہریۃ، مصر
- ۵۹۔ ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ المبشرین باللجنة: ابو جعفر احمد بن عبد اللہ محب طبری (متوفی ۶۹۴ھ)، بن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: دار الندوة الجدیدہ، بیروت

س:

- ۶۰۔ سنن ابن ماجہ: ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (متوفی ۲۷۵ھ)، تحقیق: محمد نواد عبد الباقی، ناشر: دار الفکر، بیروت
- ۶۱۔ سنن ابی داؤد: ابوداؤد سلیمان بن اشعث بختیانی نازدی (متوفی ۲۷۵ھ)

- تحقيق: محمد مجيب الدين عبد الحميد، ناشر: دار احياء التراث العربى، بيروت
- ٦٢- سنن ترمذى؛ ابو عيسى محمد بن عيسى بن سورة (متوفى ٢٤٩هـ)، تحقيق: احمد محمد شاكر، ناشر: دار الفكر، بيروت
- ٦٣- سنن دارمى؛ ابو محمد عبد الله بن بهرام دارمى (متوفى ٢٥٥هـ)، بن اشاعت: ١٣٩٨هـ مطابق ١٩٤٨، ناشر: دار الفكر، بيروت
- ٦٤- سيرة حلييه؛ على بن ابراهيم بن احمد حلى شافعى (متوفى ١٠٢٣هـ)، ناشر: المكتبة الاسلاميه، بيروت
- ٦٥- سيرته ملائى (وسيلة المستعدين)؛ ابو حفص عمر بن محمد بن خضر ملاء موصلى (متوفى ٥٤٥هـ)، بن اشاعت: ١٤٠٠هـ مطابق ١٩٨٠هـ، پبلا ايڊيشن، ناشر: وزارة المعارف حيدرآباد، هند
- ٦٦- السيرة النبوية؛ عبد الملك بن هشام بن ايوبي حميرى معروف به ابن هشام (متوفى ٢١٨هـ)، تحقيق: مصطفى السقاء ابراهيم آيارى عبد الحفيظ ثلبى، ناشر: دار احياء التراث العربى، بيروت
- ٦٧- السيرة النبوية والآثار المحمدية؛ احمد زبى دحلان (متوفى ١٣٠٢هـ)، بن اشاعت: ١٣١٠هـ، پبلا ايڊيشن، ناشر: المطبعة الميمنية، مصر
- ش:
- ٦٨- شرح الزرقانى على المواهب اللدنية؛ محمد بن عبد الباقي زرقانى مالكى (متوفى ١١٢٢هـ)، بن اشاعت: ١٢١٢هـ مطابق ١٩٩٣هـ، ناشر: دار المعرفة، بيروت
- ٦٩- شرح نهج البلاغة؛ عز الدين ابو حامد بن هبة الله بن محمد بن محمد بن حسين ابن ابى الحديد معتزلى (متوفى ٦٥٥هـ)، تحقيق: محمد ابو الفضل ابراهيم، بن اشاعت: ١٣٤٨هـ مطابق ١٩٥٩هـ، ناشر: دار احياء الكتب العربية، قاهره

- ۷۰۔ شرح نہج البلاغہ؛ شیخ محمد عبدہ (متوفی ۱۹۰۵ء)، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مکتب الاعلام الاسلامی
- ۷۱۔ الشرف المؤبد لآل محمد؛ شیخ یوسف بن اسماعیل البنبانی (متوفی ۱۳۵۰ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۹ھ، ناشر: جوامع الکلم، قاہرہ
- ۷۲۔ شمس الاخبار؛ علی بن حمید قرشی؛
- ۷۳۔ تشواہد التنزیل لقوا عد الفضیل؛ عبد اللہ بن احمد معروف بہ حاکم حکانی نیشاپوری (از بزرگان قرن پنجم)، تحقیق: شیخ محمودی، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۰ء، ناشر: وزارت فرهنگ و ارشاد، مجمع احیاء الثقافتہ الاسلامیہ، تہران

ص:

- ۷۴۔ صبح الاعشی فی صناعة الانشاء؛ احمد بن علی قلنشدنی (متوفی ۸۲۱ھ)، شرح و تعلیقہ: محمد حسین شمس الدین، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب العلمیہ، بیروت
- ۷۵۔ صحیح بخاری؛ محمد بن اسماعیل بخاری جعفی (متوفی ۲۵۶ھ)، شرح: ڈاکٹر مصطفیٰ دیب البغاء، سن اشاعت: ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۹۷۶ء، ناشر: مطبعۃ الہندی، دمشق
- ۷۶۔ صحیح مسلم؛ مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری (متوفی ۲۶۱ھ)، تحقیق و تعلیقہ: ڈاکٹر موسیٰ شایین لائین اور ڈاکٹر احمد عمر ہاشم، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء، ناشر: مؤسسۃ عز الدین، بیروت

- ۷۷۔ صحیح مسلم؛ مسلم بن حجاج نیشاپوری، شارحین: محمد بن خلیفہ بن عمرو شتیبی الابی ما لکی (متوفی ۸۲۷ھ) اور محمد بن محمد بن یوسف سنوسی حسنی (متوفی ۸۹۵ھ)، تصحیح: محمد سالم ہا

- شم، سن اشاعت: ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۴ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب العلمیہ، بیروت
- ۷۸۔ الصراع بین الاسلامی والوثنیة؛ عبداللہ علی قصبی، سن اشاعت: ۱۹۵۶ء، ناشر: المطبعة السلفية، قاہرہ
- ۷۹۔ صفة الصفوة؛ جمال الدین ابوالفرج ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، تحقیق: محمود فاخوری، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء، ناشر: دارالمعرفة، بیروت
- ۸۰۔ الصواعق المحرقة فی الرد علی اهل البدع و الزندقة؛ احمد بن حجر ہمتی مکی (متوفی ۹۷۴ھ)، تعلیقہ: عبدالوہاب عبداللطیف، سن اشاعت: ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ القاہرہ، مصر

ض:

- ۸۱۔ الضعفاء والمتروکین؛ ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۷ء دوسرا ایڈیشن، تحقیق: بوران ضناوی اور کمال یوسف حوت، ناشر: دارالکتب الثقافیہ، بیروت
- ۸۲۔ الضوء للامع لا هل القرن التاسع؛ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی (متوفی ۹۰۲ھ)، ناشر: دارالکتب الاسلامی، قاہرہ

ط:

- ۸۳۔ الطبقات الكبرى؛ محمد بن سعد بن منہج بصری معروہ بن سعد (متوفی ۲۳۰ھ)، ناشر: دارصادر، بیروت
- ۸۴۔ الطبقات الكبرى (لوائح الانوار فی طبقات الاخیار)؛ عبدالوہاب بن علی انصاری

شعرانی (متوفی ۹۷۳ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۴ء، ناشر: دارالعلم لجمع، قاہرہ

ع:

- ۸۵- العقد الفريد؛ احمد بن محمد بن عبد ربہ قرطبی (متوفی ۳۲۸ھ)، سن اشاعت: ۱۹۸۶ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار و مکتبۃ الحلال، بیروت
- ۸۶- عمدة القاری شرح صحیح البخاری؛ محمود بن احمد عیسیٰ (متوفی ۸۵۵ھ)، ناشر دار احیاء التراث العربی، بیروت
- ۸۷- عیون الاخبار؛ عبد اللہ بن مسلم بن قتیبة (متوفی ۲۷۱ھ)، ناشر: دار الکتب العربی، بیروت

ف:

- ۸۸- فتح الباری فی شرح صحیح البخاری؛ احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)، تحقیق: محمد فواد عبد الباقی اور محب الدین خطیب اور عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت
- ۸۹- فتوح البلدان؛ احمد بن یحییٰ بن جابر بلاذری (متوفی ۲۷۹ھ)، نظر ثانی: رضوان محمد رضوان، سن اشاعت: ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت
- ۹۰- فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ و البتول و السبطین و الائمة من ذریعتهم؛ ابراہیم بن محمد بن مؤید حوی (متوفی ۳۷۰ھ)، تحقیق: محمد باقر محمودی، سن اشاعت: ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء در بیروت
- ۹۱- الفصول المهمة فی معرفة احوال الائمة؛ علی بن محمد بن احمد معروف بہ ابن

صباغ مالکی (متوفی ۸۵۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: موسسۃ العلمی، بیروت

۹۲۔ فضائل الصحابة: احمد بن محمد حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)، تحقیق: وصی اللہ بن محمد ابن عباس، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء پہلا ایڈیشن، ناشر: موسسۃ الرسالة، مکۃ المکرمۃ

ک:

۹۳۔ کافى: ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق معروف بہ شیخ کلینی (متوفی ۳۲۹ھ)، تحقیق: علی اکبر غفاری، ناشر: دارالکتاب الاسلامی، تہران

۹۴۔ الکامل فی ضعفاء الرجال: عبد اللہ بن عدی جرجانی (متوفی ۳۶۵ھ)، طبع اول ۱۹۸۴ء، طبع سوم ۱۹۸۸ء؛ دارالفکر، بیروت

۹۵۔ الكشف و البیان (تفسیر ثعلبی): ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم نیشاپوری معروف بہ ثعلبی (متوفی ۴۲۷ھ): اس کا قلمی نسخہ کتب آیۃ اللہ عرشی قم میں موجود ہے۔

۹۶۔ کفاية الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب: ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن محمد قرشی گنجدی شافعی (مقتول در ۶۵۸ھ)، تحقیق: محمد ہادی امینی، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ، ناشر: دار احیاء تراث اہل البیت، تہران

۹۷۔ کنز العمال: علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین ہندی (متوفی ۹۷۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ، ناشر: موسسۃ الرسالة، بیروت

۹۸۔ کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق: عبد الرؤف مناوی (متوفی ۱۰۳۱ھ)

ہ، ناشر: مصطفیٰ البابی الحسینی مصر، چوتھا ایڈیشن

۹۹۔ کنوز الدقائق: زین الدین مناوی

ل:

۱۰۰۔ لسان العرب؛ جمال الدین محمد بن محمد بن مکرم بن منظور (متوفی ۱۱۶۵ھ)، تحقیق: علی شیریں، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

م:

۱۰۱۔ مجمع الامثال؛ احمد بن محمد بن احمد میدانی (متوفی ۵۱۸ھ) تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، طبع دوم سن ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء، دار الجلیل، بیروت

۱۰۲۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد؛ علی بن ابی بکر ہیتی (متوفی ۸۰۷ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۰۳۔ المحاسن و المساوی؛ ابراہیم بن محمد ہیتی (۳۲۰ھ سے پہلے زندہ تھے) سن اشاعت: ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۰ء ناشر: دار صادر، بیروت

۱۰۴۔ محاضرات الاوائل و مسامرة الاواخر؛ علاء الدین علی دودہ بن مصطفیٰ سکتواری (متوفی ۷۰۰ھ)، سن اشاعت: ۱۳۱۱ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: المطبعة العامرة الشرقية، مصر

۱۰۵۔ مختصر تاریخ ابن عساکر؛ محمد بن مکرم معروف بہ ابن منظور (متوفی ۱۱۶۵ھ) تحقیق: ریاض عبد الحمید اور روجیہ النحاس اور محمد مطیع، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۴ء، ناشر: دار الفکر، بیروت

۱۰۶۔ مروج الذهب؛ علی بن الحسین بن علی مسعودی (متوفی ۳۴۶ھ)، تحقیق: عبد الامیر مہنا، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسة العلمی، بیروت

۱۰۷۔ المستدرک علی الصحیحین؛ محمد بن عبد اللہ معروف بہ حاکم نیشاپوری (متوفی ۵۰۵ھ)

۴۰ھ) ،تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطاء، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۰ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار
الکتب العلمیہ، بیروت

۱۰۸- مسند احمد بن حنبل: احمد بن محمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) ، سن اشاعت:
۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۱ء، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۱۰۹- مسند البزار (المحرر الزخار الجامع لمذاهب علماء الامصار): ابو بکر احمد بن عمرو
العسکری البزار (متوفی ۲۹۲ھ) ، تحقیق: ڈاکٹر محفوظ الرحمن زین اللہ، ناشر: مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ
منورہ

۱۱۰- مسند شمس الاخبار المنتفی من کلام النبی المختار: علی بن
حمید قرشی (متوفی ۶۳۵ھ) ، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء، ناشر: مؤسسۃ العلمی،
بیروت

۱۱۱- المصنف: عبدالرزاق بن ہمام صنعانی (متوفی ۲۱۱ھ) ، تحقیق: شیخ حبیب الرحمن
اعظمی ، سن اشاعت: ۱۳۹۰ھ، ناشر: المجلس العلمی، ہند

۱۱۲- المصنف فی الاحادیث و الآثار: عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (متوفی ۲۳۵ھ)
، تحقیق: مختار احمد ندوی: یہی کتاب ۱۴۰۹ھ میں سعید محمد الحام کی تحقیق کے ساتھ دار الفکر بیروت سے شائع
ہوئی تھی۔

۱۱۳- المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانيہ: احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی
۵۵۲ھ) ، تحقیق: حبیب الرحمن اعظمی ، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء، ناشر: دار المعرفہ
، بیروت،

۱۱۴- المعارف: ابو محمد عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ (متوفی ۲۸۶ھ) ، تحقیق: ڈاکٹر ثروت
عکاشہ، سن اشاعت: ۱۹۹۲ھ چھٹا ایڈیشن، ناشر: الہدیۃ المصریۃ العالمیۃ للکتب

- ۱۱۵۔ المعجم الاوسط؛ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محمود طحان، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: مکتبۃ المعارف، ریاض
- ۱۱۶۔ معجم الشیوخ؛ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی ۴۸۵ھ)، تحقیق: محمد حبیب ہلیہ، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ الصدیق، طائف
- ۱۱۷۔ المعجم الكبير؛ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ)، تحقیق: حمزہ عبد المجید سلفی، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۳ء، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت
- ۱۱۸۔ مقاتل الطالیین؛ ابوالفرج علی بن الحسین بن محمد اصفہانی (متوفی ۵۶۱ھ)، تحقیق: احمد صقر، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۷ء، دوسرا ایڈیشن، ناشر: مؤسسة الاعلمی، بیروت

- ۱۱۹۔ مقتل الحسين؛ موفق بن احمد کلبی اخطب خوارزم (متوفی ۵۶۸ھ)، تعلیقہ: محمد سماوی، سن اشاعت: ۱۳۶۷ھ، ناشر: مکتبۃ المفید قم، آفسٹ از طبع نجف
- ۱۲۰۔ مناقب خوارزمی؛ موفق بن احمد بن محمد خوارزمی (متوفی ۵۶۸ھ)، تحقیق: مالک محمودی، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ، دوسرا ایڈیشن، ناشر: جامعہ مدرسین، قم
- ۱۲۱۔ مناقب آل ابیطالب؛ ابو جعفر محمد بن علی بن شہر آشوب سروی (متوفی ۵۸۸ھ)، تحقیق: یوسف بقای، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۱ء، دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار الاضواء، بیروت

- ۱۲۲۔ مناقب علی بن ابی طالب؛ علی بن محمد بن محمد معروف بدین مغازلی (متوفی ۴۸۳ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۴ھ، ناشر: المکتبۃ الاسلامیہ، تہران
- ۱۲۳۔ منتخب الكنز؛ مطبوعہ در حاشیہ مسند احمد

- ١٢٢- منهاج السنة النبوية : احمد بن عبدالحليم بن تيمية (متوفى ٦٢٨ هـ)، سن اشاعت: ١٣٢٢ هـ، ناشر: دار الكتب العلمية، بيروت، آفست از مطبعة الكبرى الاميرية، مصر
- ١٢٥- منهاج الشريعة في الرد على ابن تيمية؛ مؤلف: سيد محمد مهدي ابن سيد صالح كاظمي قزويني (متوفى ١٣٥٨ هـ)، سن اشاعت: ١٣٢٤ هـ، ناشر: المطبعة العلمية، نجف اشرف
- ١٢٦- المواهب اللدنية : احمد بن محمد قطلاني (متوفى ٩٢٣ هـ)، تحقيق: صالح احمد شامي، سن اشاعت: ١٣١٢ هـ مطابق ١٩٩١ م، ناشر: المكتب الاسلامي، بيروت
- ١٢٧- المواقف في علم الكلام : عبد الرحمن بن احمد بن عبد الغفار ايجي (متوفى ٥٦٤ هـ) عالم الكتب، بيروت
- ١٢٨- ميزان الاعتدال في نقد الرجال : ابو عبد الله شمس الدين محمد بن احمد بن عثمان ذهبي (متوفى ٧٢٨ هـ)؛ تحقيق: علي محمد بجاري، دار الفكر، بيروت
- ن:
- ١٢٩- نزهة المجالس و منتخب النفائس؛ مؤلف: عبد الرحمن صفوري (متوفى ٨٩٢ هـ)، ناشر: دار الايمان، دمشق
- ١٣٠- النهاية في غريب الحديث والاثر : ابن اثير مبارک بن محمد جزري (متوفى ٦٠٦ هـ)؛ طبع چهارم ١٩٦٥، قاهره
- ١٣١- نور الابصار : شيخ مومن بن حسن بن مومن شبلنجي (متوفى بعد از ١٣٠٨ هـ، دار الجليل، بيروت

و:

- ۱۳۲- وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ؛ نور الدین علی بن عبد اللہ حسنی شافعی سمہودی
(متوفی ۹۱۱ھ) تحقیق: محمد محی الدین
- ۱۳۳- وقعة صفین نصر بن مزاحم؛ نصر بن مزاحم منقری (متوفی ۲۱۲ھ)؛ تحقیق:
عبد السلام ہارون، طبع دوم ۱۳۸۲ھ؛ موسسہ العربیہ الحدیثہ قاہرہ

مترجم کی قلمی کاوشیں

الف: ترجمے:

نمبر	اسم کتاب	صفحات	اشاعت
۱	ترجمہ الغدیر جلد ۶	۵۰۳	مطبوعہ
۲	ترجمہ و تلخیص الغدیر جلد ۱۱	۳۰۹	مطبوعہ
۳	تلخیص الغدیر (ترجمہ اردو)	۱۶۵۲	زیر طباعت
کتاب غدیر کے سلسلہ وار موضوعات			
۴	رسول اعظمؐ جلد ۱	۵۶۸	زیر طباعت
	رسول اعظمؐ جلد ۲	۴۸۰	”
	رسول اعظمؐ جلد ۳	۳۹۶	”
۵	ثقل اکبر قرآن کریم	۳۴۰	”
۶	ثقل اصغر اہل بیتؑ	۱۴۴	”
۷	حضرت علیؑ؛ قرآن کے آئینہ میں	۱۱۶	”
۸	حضرت علیؑ؛ حدیث کی روشنی میں	۴۸۴	”
۹	حضرت علیؑ؛ مخالفین کی نظر میں	۱۰۰	”

”	۳۶۰	حضرت علیؑ مظلوموں کے سردار	۱۰
کتاب حاضر	۲۲۸	حضرت صدیقہ طاہرہ فاطمہ زہراء	۱۱
”	۱۰۸	امام حسنؑ	۱۲
”	۱۹۲	امام حسینؑ	۱۳
”	۲۰۰	حضرت ابوطالب حامی رسول	۱۴
”	۴۵۴	اصحاب امیر المومنینؑ	۱۵
”	۶۱۲	جلد ۱ حضرت علیؑ اور خلفاء	۱۶
”	۶۷۲	جلد ۲ حضرت علیؑ اور خلفاء	۱۷
”	۱۴۲	بنی امیہ	۱۸
”	۵۰۴	معاویہ بن ابی سفیان	۱۹
”	۱۱۶	عمر وعاص	۲۰
”	۲۵۲	اصحاب جمل	۲۱
”	۷۶	یزید بن معاویہ	۲۲
”	۶۰	فقہ کے چار امام	۲۳
”	۲۲۸	واقعہ غدیر خم	۲۴
”	۳۰۴	جعلی اور جھوٹی کتابیں	۲۵
”	۱۸۰	حضرت علیؑ کے شیعہ	۲۶
”	۳۷۲	جلد ۱ فضائل میں غلو	۲۷
”	۳۷۲	جلد ۲ فضائل میں غلو	۲۸
”	۳۲۴	خلافت و امامت	۲۹

”	۱۰۴	۲۸ اجتہاد
”	۵۷۲	۲۹ شعر اور شعراء
”	۲۹۶	۳۰ حدیث کی چوریاں
غیر مطبوعہ	۱۶۶	۳۱ امامت و مہدویت؛ مکتب خلفاء کے تناظر میں
غیر مطبوعہ	۶۰	۳۲ تمثیلات حجۃ الاسلام محسن قرائتی

ب) تالیفات و تصنیفات:

غیر مطبوعہ	۲۴۰	۳۳ سیرت رسول اکرمؐ؛ آج کی ضرورت
غیر مطبوعہ	۲۲۶	۳۴ قرآن کریم؛ خصوصیات کے آئینہ میں
”	۲۲۰	۳۵ علم و ادب کا درخشاں ستارہ
”	۴۴۰	۳۶ ماں؛ قرآن، حدیث اور ادب میں
نامکمل		۳۷ طلاق؛ قرآن، حدیث اور عہد حاضر میں
زیر قلم		۳۸ کر بلا میں اصحاب رسولؐ
زیر ترتیب		۴۰ جمال شعور (مجموعہ مضامین)

ج) ترتیب و تحقیق:

زیر طباعت	۲۶۰	۴۱ شعور و ولایت (مجموعہ مضامین)
”	۲۸۰	۴۲ خوشبو بہار کی (ترجمہ زہر الریح)
زیر طباعت		۴۳ شعور شہادت (مجموعہ مضامین)

۴۴	کلیات شعور	(مجموعہ اشعار)	۳۳۰	غیر مطبوعہ
۴۵	انوار شعور	(دو جلدیں)		زیر ترتیب
۴۶	شعور خطابت	(دو جلدیں)	۵۰۰	زیر ترتیب